شاہد ریسرچ فاؤنڈیشن، پاکستان

ششماہی **شاھد** انٹرنیشنل

سیرت النبی ﷺ پر تحقیقی مجلہ

شمارہ نمبر 1 | جنوری تا جون 2015ء | جلد نمبر 1

شاہد ریسرچ فاؤنڈیشن

زرِ تعاون فی شمارہ =/300 روپے

پتہ: C-327/3، بلاک نمبر 1، گلستانِ جوہر، کراچی۔

موبائل نمبر: 0322-2413267، ای میل: shahidrf322@gmail.com

قومی مجلسِ مشاورت

- پروفیسر ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس
- پروفیسر ڈاکٹر تنظیم الفردوس
- پروفیسر ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی
- ڈاکٹر فضیلت بانو
- ڈاکٹر غلام علی
- پروفیسر ڈاکٹر نواز کنول
- پروفیسر ڈاکٹر محمد کامران قریشی
- ڈاکٹر سید منصور علی
- پروفیسر ڈاکٹر محمد سہیل شفیق
- پروفیسر ڈاکٹر سید قمر زیدی
- پروفیسر ڈاکٹر جینس خاں
- ڈاکٹر عبدالرحمٰن رانجھا
- ڈاکٹر فائزہ مرزا
- پروفیسر ڈاکٹر معین نظامی
- پروفیسر ڈاکٹر اسماعیل بدایونی

بین الاقوامی مجلسِ مشاورت:

- ڈاکٹر نرگس جابری نسب (ایران)
- ڈاکٹر شبنم خاتون (انڈیا)
- ڈاکٹر محمد حسین تسبیحی (ایران)
- ڈاکٹر حق نبی (مصر)
- پروفیسر ڈاکٹر کوثر مصطفیٰ (بنگلہ دیش)
- پروفیسر ڈاکٹر علیم اشرف جائسی (انڈیا)
- پروفیسر ڈاکٹر غلام زرقانی (امریکا)

محترم مقالہ نگاران سے گذارشات

(۱)۔ مقالات سیرت طیبہ کی مختلف جہتوں کے حامل ہوں۔

(۲)۔ مقالے کا اسلوب نگارش تحقیقی ہو۔

(۳)۔ ملکی اور بین الاقوامی مسائل کا حل سیرت طیبہ کی روشنی میں تلاش کیا جائے۔

(۴)۔ مقالہ عملی اور اطلاقی پہلو کا حامل ہو۔

(۵)۔ مقالات اردو، عربی، فارسی اور انگریزی زبان میں تحریر کیے جاسکتے ہیں۔

(۶)۔ مقالات A4 سائز پر "ایم ایس ورڈ" پر کمپوز کرا کے ای میل کے ذریعے ارسال کیے جائیں۔

(۷)۔ مقالے کے ساتھ انگریزی زبان میں اس کی تلخیص ضرور شامل کی جائے۔

(۸)۔ وہی مقالات شاملِ اشاعت ہوں گے جن کی پروف ریڈنگ کرائی گئی ہو۔

(۹)۔ حوالہ، حواشی اور کتابیات مروجہ معیاری طریقہ پر تحریر کی جائیں۔

(۱۰)۔ مقالے کی اشاعت کے لیے اپنی باری کا انتظار کیا جائے۔

(۱۱)۔ کسی بھی مقالے کی اشاعت کے لیے ادارے کی طرف سے۔۔۔ کردہ ماہرین کی تائید ضروری ہے۔

(۱۲)۔ ناقابل اشاعت مقالات واپس ارسال نہیں کیے جائیں گے۔

(۱۳)۔ اشاعت کی صورت میں مقالہ نگار کو مجلے کے دو اعزازی نسخے روانہ کیے جائیں گے۔

(۱۴)۔ سیرت پر مشتمل کتب پر تبصرے کے لیے ادارے کو کتاب کے دو نسخے ارسال کیے جائیں۔

(۱۵)۔ مقالات کی فہرست مقالہ نگاران کے ناموں کو حروف تہجی کے مطابق تحریر کیے جاتے ہیں۔

نوٹ: شائع شدہ مقالات کے صحتِ متن اور حوالہ جات کی ذمے داری مقالہ نگار پر عائد ہوتی ہے۔ مقالہ نگار کی رائے سے مجلس ادارت کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

حسنِ ترتیب

اداریہ

محورِ خیال

پروفیسر ڈاکٹر دلاور خان

عصرِ حاضر میں عالم اسلام نہایت ہی سنگین مسائل سے دوچار ہے۔ تمام اسلامی ممالک خواہ عرب ہوں یا عجم، امیر ہوں یا غریب، تنزلی، غربت، خوف وہراس، بدامنی، عدم معاشرتی اور سیاسی استحکام کا قابل رحم نقشہ پیش کر رہے ہیں۔ عالم اسلام کو سامراج نے پہلے اپنا محکوم بنایا پھر ان کی دولت کو لوٹا اور ان کے وسائل کے بل بوتے اپنے ممالک میں مادی ترقی کی راہیں ہموار کیں۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے موجودہ صورتِ حال سے نبرد آزما ہونے کے لیے ہمارا لائحہ عمل کیا ہونا چاہیے۔ ہم کس طرح اپنی عظمت رفتہ کو حاصل کر سکتے ہیں اس کا صرف ایک ہی جواب ہے کہ ہمیں سیرت مصطفیٰ ﷺ کو مرکز مان کر اپنے مسائل کا حل تلاش کرنا چاہیے۔ جس تیزی سے ہم سیرت مصطفیٰ ﷺ سے روگردانی کر رہے ہیں اسی تیزی سے ہم قعرِ مذلت میں گرتے چلے جا رہے ہیں اور عظمت رفتہ ایک قصہ پارینہ بن کر رہ گئی آج بھی اس پر آشوب دور میں ہاتف آواز دے رہا ہے۔

؎ لوٹ جا عہد نبوی کی سمت اے رفتار جہاں میری پسماندگی کو پھر ارتقاء درکار ہے

خدا کا ابدی پیغام ہمیں بھولا ہوا سبق یاد دلا رہا ہے کہ ہر درد کے درماں کے لیے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ سے رجوع کرو فلاح پاؤ گے۔ اس نکتہ کو مرکز مان کر ہمیں سیرت مصطفیٰ ﷺ کی روشنی میں اپنے زندہ مسائل کا حل تلاش کرنا چاہیے اس مقصد کو حاصل کرنے کے تحقیقی مراکز اور تحقیقی مجلات شائع کیے جائیں جس کے نتیجے میں عالم اسلام کو سیاسی، سماجی اور معاشی صدمات سے باہر نکالا جا سکتا ہے۔

اس پس منظر میں شاہد ریسرچ فاؤنڈیشن کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جس کا بنیادی مقصد (۱) قرآن کی روشنی میں سیرتِ طیبہ ﷺ کا مطالعہ کرنا۔ (۲) عصری مسائل کا حل سیرتِ طیبہ ﷺ کی روشنی میں تلاش کرنا۔ (۳) اہلِ مغرب میں حضور ﷺ سے متعلق پھیلائی گئی غلط فہمیوں کا علمی و تحقیقی انداز میں ازالہ کرنا۔ (۴) عالمی سیرت کانفرنس منعقد کرنا۔ (۵) جدید لائبریری قائم کرنا۔ (۶) مختلف ممالک میں وہاں کے مسائل کو مدِ نظر رکھ کر کتبِ سیرت تحریر کرنا۔ (۷) ویب سائٹ کا اجراء۔ (۸) سیرت النبی ﷺ سے متعلق نصاب سازی کرنا۔

ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش اور دیگر ممالک کے جرائد کا مطالعہ کیا جائے تو ہزاروں ہی نہیں بلکہ لاکھوں جرائد شائع ہو رہے ہیں، لیکن سیرت النبی ﷺ سے متعلق کوئی مستقل تحقیقی مجلہ نظر سے نہیں گذرا ہے سوائے ایک کے۔ اس خلا کو پر کرنے کے لیے پروفیسر ڈاکٹر عبدالجبار قریشی، ڈاکٹر خضر نوشاہی دیگر اہلِ علم و دانش کی مشاورت سے یہ طے پایا کہ پہلے سیرت النبی ﷺ سے متعلق ایک تحقیقی ششماہی مجلہ ''شاہد'' کا اجراء کیا جائے۔ جس میں کلامی بحثوں کی بجائے امت مسلمہ کے مسائل کو پیش نظر رکھ کر سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں ان کا حل تلاش کیا جائے۔ جس کا پہلا شمارہ آپ کے پیشِ نظر ہے۔ آخر میں تمام مقالہ نگاران اور معاونین کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنہوں نے اس نیک مقصد کے لیے تعاون فرمایا اور آئندہ بھی ان کا تعاون شاملِ حال رہے گا۔

کتابیاتِ سیرت درزبانِ فارسی

ڈاکٹر خضر نوشاہی

(یہ مقالہ دوروزہ عالمی سیرۃ النبی ﷺ کانفرنس منعقدہ ۱۲۔۱۳ فروری ۲۰۱۴ء، جامعہ کراچی۔ پاکستان میں پیش کیا گیا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید:

''سیرت النبی ﷺ'' ایک ایساروح پرور اور ایمان افروز موضوع ہے کہ تاریخِ انسانیت میں کسی بھی اور موضوع پر اس قدر شرح وبسط کے ساتھ اور انتہائی ادب واحترام اور حزم واحتیاط کے ساتھ خامہ فرسائی نہیں کی گئی۔ مگر اس کے باوصف یہ موضوع پھر بھی تاحال تشنۂ تکمیل ہی ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ حضور سید الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کی ذاتِ اقدس اس قدر عالی مرتبہ ہے، کہ ذہنِ انسانی کی رسائی وہاں تک ممکن ہی نہیں ہے۔ جیسا کہ غالب جیسا قادر الکلام سخنور بھی کہہ اٹھا کہ:

؎ غالب ثنائے خواجہ بہ یزدان گذاشتیم
کان ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمد است

اور پھر اس موضوع کی نزاکت اور تقدس کے پیشِ نظر ادب و احترام کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے یوں بھی عرض کیا گیا کہ:

ہزار بار بشویم دہن زمشک وگلاب
ہنوز نامِ تو گفتن کمالِ بی ادبی ست

مگر حصولِ برکت کے لیے نسبتِ عقیدت و محبت رکھنے والوں نے سیرتِ طیبہ کے حوالے سے حتی المقدور خدمات انجام دی ہیں۔ حضور رحمۃ اللعالمین، خاتم النبیین علیہ الصلوۃ والسلام کی سیرتِ طیبہ پر ہر زمان میں اور ہر زبان میں علمی و تحقیقی کام ہوتا آیا ہے۔ ہماری خوش بختی کہ عصرِ حاضر میں دانشگاہِ کراچی نے سیرت طیبہ کے حوالے سے " دو روزہ عالمی سیرت النبی ﷺ کانفرنس" کا انتہائی خوبصورت اہتمام اور انعقاد کر کے سرکارِ دو جہاں ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں ہدیۂ عقیدت و محبت پیش کرنے کا موقع فراہم کیا ہے۔ جزاکم اللہ فی الدارین۔

میرے مقالہ کا عنوان ہے " کتابیاتِ سیرت در زبانِ فارسی"۔ اس حوالے سے تین عنوانات کے تحت میں نے فارسی کتابیات کی فہرست مرتب کی ہے:

ا۔ مخطوطات، ۲۔ مطبوعات، ۳۔ تراجم

ترتیبِ مقالہ

ا۔ مخطوطات:

پاکستان کے مختلف کتابخانوں میں محفوظ سیرت کے مخطوطات کو مختلف فہارس مخطوطات سے تلاش کر کے الفبائی ترتیب سے فہرست مرتب کی ہے۔ جس میں پہلی سطر میں کتاب کا نام ہے اور اگر اس کتاب کے متعدد نام ہیں تو اسی سطر میں معروف ترین نام پہلے اور بعد میں دیگر نام بھی ساتھ لکھ دیئے ہیں۔ دوسری سطر میں مصنف / مترجم کا نام ہے۔ اس کے ساتھ ہی جس کا سالِ وفات یا عہد بھی معلوم ہو سکا ہے وہ لکھ دیا ہے، اسی طرح جس کتاب کا سالِ تصنیف معلوم ہو اوہ بھی لکھا ہے۔ جس کتاب کا مؤلف معلوم نہیں ہو سکا، اسے "از: نامعلوم" یا "از: ناشناس" لکھا ہے اور ساتھ ہی ہر کتاب کا ماخذ بھی، مخفف کر کے لکھ دیا ہے۔

۲۔ مطبوعات:

اس عنوان کے تحت سیرت سے متعلقہ فارسی کی مطبوعہ کتابوں کی فہرست ہے، جس میں پاکستان، ہندوستان اور ایران کی مطبوعات شامل ہیں۔ اس کی ترتیب بھی الفبائی ہے۔ پہلی سطر

میں کتاب کا نام اور دوسری میں مؤلف / مصنف کا نام دیا ہے، اور اس کے بعد مقامِ اشاعت / ناشر / سالِ اشاعت لکھا ہے۔

جن کتابوں کی معلومات کسی مآخذ سے لی گئی ہیں، اس کا ذکر بھی ساتھ کیا گیا ہے۔

۳۔ تراجم:

دیگر زبانوں سے فارسی میں ترجمہ شدہ کتابوں کی فہرست اس عنوان کے تحت الفبائی ترتیب سے لکھی گئی ہے۔ اس کا انداز بھی مطبوعہ کتابوں کی فہرست جیسا ہی ہے۔

(نوٹ: تراجم صرف مطبوعہ کتابوں کے اس ذیل میں آئے ہیں۔ مخطوطات میں تراجم کو مخطوطات میں ہی شامل کیا گیا ہے۔)

۴۔ مخففات / مآخذ و مراجع:

اور آخر میں، مقالہ میں بہ تکرار آنے والے مخففات کی تشریح اور مآخذ و مراجع کا ذکر ہے۔

مخطوطات

۱۔ آدابِ لباسِ رسول ﷺ

از : شیخ عبد الحق محدث دھلوی، (موزہ: ۷۵۳)

۲۔ آفرینش نامہ؛ نور نامہ

از : نامعلوم، (مشترک ۱۰ : ۳۴۹)

۳۔ احوالِ پیامبر و اصحاب و دوازدہ امام

از : سید ناصر بن جلال الدین گنج العلم بغدادی بھکری، (مشترک ۱۰ : ۳۵۱)

۴۔ احوال پیامبر و چہار یار

از : نامعلوم، (مشترک ۱۰ : ۳۵۱)

۵۔ اسمای شریف

از : مولوی صاحب دربارۂ ۲۰۱ نام پیامبر ﷺ، (مشترک ۱۰ : ۳۵۶)

۶۔اشرف الشمایل فی شرح الشمایل

از : محمد صفی اللہ بن ھبتہ اللہ ترک دھلوی بخارای۔ از مریدانِ شیخ عبدالحق محدث دھلوی،(مشترک۱۰ : ۱۹۸)

۷۔الشرح اللطیف للمولد الشریف

متن از : سید جعفر برزنجی ، ترجمہ از : غلام جیلانی روہتکی رامپوری (م ۱۲۳۵ ھ)، (مشترک۱۰ : ۳۲۷)

۸۔الشفافی تعریف حقوق المصطفیٰ

متن از: قاضی عیاض۔ مترجم: نامعلوم،(مشترک۱۰ :۲۰۵)

۹۔الطریق القویم فی شرح الصراط المستقیم

از : شیخ عبدالحق محدث دھلوی۔ سال تالیف ۱۰۱۶ھ / ۱۶۰۷ء،(موزہ: ۷۵۶)

۱۰۔امام نامہ،(منظوم)

از : اکرم در۱۱۹۳ھ،(آذر: ۳۹۰)

۱۱۔انتخاب سفر السعادت

اصل متن بہ فارسی از مجد الدین بن یعقوب فیروز آبادی/انتخاب از سید عبدالاول (م۹۶۸ھ/۶۱۔۱۵۶۰ء) ،(موزہ: ۷۵۵)

۱۲۔انوار المشرقین

از : شیخ محمد مہدی معروف بہ واصف۔ در۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۷م(۱۲ " نور" تالیف کرد)،(انجمن: ۱۹۹)

۱۳۔انیس العاشقین

از: سید شیر محمد بن سید شاہ علی محمد بن سید حسینی رضوی مشہدی۔ سالِ تالیف: ۱۰۷۶ھ / ۱۶۶۵ء،(موزہ: ۷۵۴)

۱۴۔ بحر اللالی

از : اکبر علی شیرازی متخلص بہ بسمل، (مشترک ۱۰ : ۳۳۸)

۱۵۔ بہجۃ المباھج (منظوم)

از : حسن بن حسین بھیقی سبزواری، (مشترک ۱۰ : ۲۱۷)

۱۶۔ پیامبر نامہ

از : نامعلوم، (مشترک ۱۰ : ۳۵۸)

۱۷۔ پیغامبر نامہ

از: ملا سعد اللہ پانی پتی معروف بہ ملا مسیحی در ۱۰۵۰ھ / ۱۶۴۱م، (مشترک ۲۶۸:۱۰)

۱۸۔ تاریخ اسلام

از : ناشناس، (مشترک ۱۰ : ۳۵۸)

۱۹۔ تاریخ پیامبر و امامان؛ تاریخ چہاردہ معصوم

از : محمد ظریف بن مولانا عبد اللطیف المشتہر بہ غلام فرنگیتی، (مشترک ۱۰ : ۳۶۲)

۲۰۔ تحفۃ السلاطین

از : ملا احمد ھالائی سندھی ابن آخون عبد العلیم، (مشترک ۱۰ : ۳۷۳)

۲۱۔ تحفۃ المسلمین فی تقدیر مھور امھات المسلمین

از : مخدوم محمد ہاشم تتوی، (مشترک ۱۰ : ۲۹۳)

۲۲۔ تحفہ رسولیہ؛ (منظوم)

از : غلام محی الدین قصوری(۱۲۰۲۔۱۲۷۰ھ)۔ سالِ تالیف: ۱۲۳۴ھ /۱۸۱۸ء(موزہ: ۷۵۴)

۲۳۔ تحفۂ مرتضویہ

از : غلام محمد بن حافظ محمد اکرم ملتانی، (مشترک ۱۰ : ۳۱۴)

۲۴۔ تحفۂ مہدی

از : تاج محمود بن عثمان در ۱۱۸۰ھ، (مشترک ۱۰ : ۳۰۸)

۲۵۔ تحفۂ نظامیہ؛ شرح شمائل النبی ﷺ

از: نظام الدین محمد بن محمد رستم علی بن عبد اللہ الخجندی ثم الامن آباد، (آرکائیوز: ۱۶۶)

۲۶۔ تحقیق اللغات و تصحیح الکلمات فی اسماء اجداد سید الکائنات

از: صاحب علم بلگرامی واسطی حسینی، (مشترک ۱۰: ۳۳۰)

۲۷۔ ترجمۃ المناقب؛ (ترجمہ کشف الغمہ)

متن از: بہاء الدین علی بن عیسی بن فخر الدین ابو الفتح اربلی معروف بہ ابن فخر (م ۶۹۲ھ)

ترجمہ از: ابو الحسن علی بن حسن زوارہ ای اصفہانی۔ در ۹۳۸ھ، (مشترک ۱۰: ۲۰۸)

۲۸۔ ترجمۂ سیرۃ النبی ﷺ؛ ترجمۂ سیر النبی ﷺ

متن از: عبد الملک بن ہشام / ترجمۂ فارسی از: ناشناس، (مشترک ۱۰: ۱۹۱)

۲۹۔ ترجمۂ شمایل النبویہ والخصایل المصطفویہ:

متن از: امام محمد عیسی ترمذی / ترجمہ از: محمد مصلح الدین لاری (م ۹۷۹ھ)، (مشترک ۱۰: ۱۹۳)

۳۰۔ ترجمۂ شمایل النبی ﷺ

متن از امام محمد عیسی ترمذی / ترجمہ از: حاجی محمد کشمیری (م ۱۰۰۶)، (مشترک ۱۹۳:۱۰)

۳۱۔ ترجمۂ شمایل النبی؛ (منظوم)

متن از: ترمذی / ترجمہ از: حافظ محمد بن باقر ہروی، (مشترک ۱۰: ۱۹۳)

۳۲۔ ترجمہ شمایل النبی ﷺ

متن از: امام ترمذی / ترجمہ از: دین محمد، (مشترک ۲۰۱:۱۰)

۳۳۔ ترجمۂ شمایل ترمذی

از: سلام اللہ محدث رامپوری (م ۱۲۲۹ھ)، (مشترک ۱۹۳:۱۰)

۳۴۔ ترجمۂ شمایل النبی ﷺ

از: کرامت علی جونپوری (م ۱۲۹۰ھ)، (مشترک ۱۰: ۱۹۳)

۳۵۔ ترجمۂ کشف الغمہ فی فضایل الائمہ

متن از: علی اربلی۔ مترجم۔ نامعلوم، (مشترک ۲۰۹:۱۰)

۳۶۔ ترجمۂ مولود المصطفیٰ؛ سیر عفیفی

متن از: سعید الدین محمد مسعود بن محمد کاذرونی (م ۷۵۸ھ)، ترجمہ: نامعلوم، (مشترک ۱۰: ۲۱۴)

۳۷۔ تلخیص نورِ محمدی ﷺ، رسالہ در۔۔۔ (در فضائلِ آنحضرت ﷺ)

مؤلف ناشناختہ، (شیرانی ۱ : ۲۲)

۳۸۔ تولد نامہ: مولودنامہ

از : نامعلوم، (مشترک ۱۰ : ۳۶۳)

۳۹۔ جامع المعجزات (منظوم)

از : عیوض بیگ، (مشترک ۱۰ : ۱۰۸۱)

۴۰۔ جامع المعجزات (منظوم)

از : محمد حسن مسکین گجراتی، (مشترک ۱۰ : ۳۴۵)

۴۱۔ حدائق النبوۃ

از : شیخ عبد القادر احمد آبادی، (مشترک ۱۰ : ۳۶۳)

۴۲۔ حدیقۃ الصفا فی اسماء المصطفیٰ ﷺ

از : مخدوم محمد ہاشم تتوی، (مشترک ۱۰ : ۲۹۳)

۴۳۔ حکایت رسول ﷺ (منظوم)

از : ناشناس، مکتوبہ علادل خان ۱۰۸۵ھ، (شیرانی ۱: ۲۱)

۴۴۔ حلب السیر

از : بابر شاہ نوشاہی، در ۱۲۳۴ھ / ۱۸۱۹م، (آذر: ۴۲۹)

۴۵۔ حلیۃ النبی ﷺ

از : اعظم، (مشترک ۱۰ : ۳۶۴)

۴۶۔حلیۂ حضرت سید المرسلین ﷺ

از: شیخ عبد الحق محدث دھلوی، (موزہ: ۷۵۴)

۴۷۔حلیۂ رسالت مآب؛حلیہ مبارک

از: محمد باقر بن شرف الدین در ۱۰۶۸ھ، (مشترک ۱۰:۲۷۸)

۴۸۔حلیۂ رسول ﷺ (رسالہ)؛(بعنوان حلیہ محبوبِ خدا)

از: غلام محی الدین قصوری، (شیرانی ۱:۲۱)

۴۹۔حلیۂ مبارک؛حلیۂ ذات

از: عبید در ۱۱۹۲ھ، (مشترک ۱۰:۳۱۲)

۵۰۔حلیہ مبارک

از: محمد صدیق شیخ شرف الدین رھتاسی، (آذر: ۴۳۱)

۵۱۔حلیۂ مبارک؛شمایل النبی ﷺ

از: مخدوم محمد ہاشم تتوی، (مشترک ۱۰:۲۹۴)

۵۲۔حلیۂ مبارک؛(منظوم)

از میاں پیر قلندر شاہ در ۱۲۲۶ھ، (مشترک ۱۰:۳۲۰)

۵۳۔حلیۂ نبوی ﷺ؛(منظوم)

از: محمد افضل، شاگردِ مخدوم عبد الواحد سیوستانی، (موزہ: ۷۵۵)

۵۴۔حلیۂ نبوی ﷺ و چہار یار

از: شیخ محمد غوث بن سلیمان برھانپوری، (مشترک ۱۰:۳۶۵)

۵۵۔حملۂ حیدری

از: ارجمند، آزاد کشمیری بن عبد الغنی، (مشترک ۱۰:۲۹۱)

۵۶۔حملۂ حیدری

از: میرزا محمد رفیع باذل مشھدی، (مشترک ۱۰:۲۸۹)

۵۷۔ خصائصِ احمد مصطفی ﷺ؛ خاوند معین الدین

از: خواجہ خاوند معین الدین معینی کشمیری نقشبندی (م ۱۰۸۵ھ)، (مشترک ۱۰:۲۷۸)

۵۸۔ خصائصِ اعظم

از: سید محمد۔ در عہد نواب محمد الف خان والیِ کرتول، (انجمن: ۲۰۰)

۵۹۔ خلقِ نبی پاک ﷺ

از: غلام محی الدین قصوری (م ۱۲۷۰ھ)، (مشترک ۱۰:۳۲۷)

۶۰۔ خیر الوصال (منظوم)

از: غلام، در ۱۲۱۵ھ، (مشترک ۱۰:۳۱۷)

۶۱۔ خیر الفضائل (شرح شمایل النبی ترمذی)

از: ابوالوفا مفتی، (شیرانی ۱: ۲۱)

۶۲۔ درج الدرر و درج الغرر فی بیان میلاد سید البشر؛ درج الدرر فی احوال میلاد سید البشر

از: امیر اصیل الدین دشتکی شیرازی، (مشترک ۱۰: ۲۲۰)

۶۳۔ رسالۂ کبیر

از: مخدوم محمد ہاشم تتوی۔ در مناقب وحالات پیامبر ﷺ و یارانِ ایشان، (مشترک ۱۰:۲۹۵)

۶۴۔ روضۃ الاحباب فی سیرۃ النبی والآل والاصحاب

از: جمال الدین عطاء اللہ محدث ہراتی بن فضل اللہ شیرازی در ۸۸۸ھ / ۱۴۸۳م، بعد ازاں در ۹۰۳ھ / ۱۴۹۷م نظر ثانی کردہ و مطالب افزودہ، (انجمن: ۲۰۰)

۶۵۔ زبدۃ الاذکار (منظوم)

از: مقبل کشمیری، (مشترک ۸:۱۲۲۸)

۶۶۔ زبدۂ شرح شمایل

از: عبید اللہ احمدی در ۱۰۵۷ھ، (مشترک ۱۰: ۱۹۴)

۶۷۔ سراج المجالس

از: محمد نور کوھاتی، (مشترک ۱۰:۳۰۳)

٦٨۔ سرور المحزون (ترجمۂ کتاب عربی: "انسان العیون فی سیرۃ الامین المأمون")

از: شاہ ولی اللہ محدث دھلوی / ترجمہ از: علی بن ابراھیم معروف بہ نور الدین حلبی، (موزہ: ۷۵۳)

٦٩۔ سفینۂ اھل بیت

از: نامعلوم، (مشترک ۳۷۰:۱۰)

۷۰۔ سلوت القلوب

از: داعی الی اللہ شیرازی، (مشترک ۲۱۸:۱۰)

۷۱۔ سلوی الکئیب بذکر الحبیب

از: محمد رفیع الدین (م ۱۲۱۸ھ) در ۱۱۸۹ھ / ۱۷۷۵ء (شیرانی ۲۳:۱)

۷۲۔ سیرت النبی ﷺ، رسالہ در۔۔۔

از: میر عبد العاقل بن علی بن الحسن الحسینی در ۱۴۱۷ھ / ۱۳۴۰م، (شیرانی ۲۲:۱)

۷۳۔ سیرۃ النبی ﷺ

از: ناشناس۔ مکتوبہ محمد بخش (شیرانی ۲۳:۱)

۷۴۔ سیرت النبی ﷺ

از: علی مظہر حسینی (مشترک ۳۷۱:۱۰)

۷۵۔ سیرت النبی ﷺ (منظوم)

از: محمد شجاع، (مشترک ۸: ۱۳۴۸)

۷٦۔ سیرت النبی ﷺ (منظوم)

از: نامعلوم، (مشترک ۱۰ : ۳۷۱)

۷۷۔ سیرت النبی ﷺ: ملفوظات جہانیاں جہانگشت

از: احمد مدعو بہ بہاء الدین بن یعقوب، (مشترک ۲۱٦:۱۰)

۷۸۔ سیرت با انساب رسول ﷺ، رسالہ در۔۔۔

مؤلف: ناشناختہ، (شیرانی ۲۲:۱)

۷۹۔ سیرت مصطفی ﷺ (منظوم)

از: غازی، (مشترک: ۱۰: ۲۴۶)

۸۰۔ سیر عفیفی؛ ترجمۂ سیر سید الابرار

تالیف: سعید الدین محمد بن مسعود کازرونی (م ۷۵۷ ھ)/ ترجمۂ فارسی از: عفیف الدین بن سعید الدین، (موزہ: ۷۵۶)

۸۱: سیر منظوم (مثنوی) بادیباچۂ منثور

(مع تکملۂ آن از حافظ محمد شجاع بفرمایش محمد بہاول خان والی بہاول پور)، (شیرانی ۴۳۰۹: ۱)

۸۲۔ شجرۃ الانساب

از: مولوی غلام رسول قصوری در ۱۱۹۰ھ/ ۱۷۷۶م، (مشترک ۱۰: ۳۱۰)

۸۳۔ شجرۃ الانساب

از: شیخ غلام حسین بن محمد بن حاجی محمد شریف قصوری، در: ۱۱۹۲ھ/ ۱۷۷۸ء، (موزہ: ۷۵۶)

۸۴۔ شرح شمایل

از: مبارک بن کبیر بن محمد انصاری ملتانی (شیرانی ۲۳: ۱)

۸۵۔ شرح شمایل النبی ﷺ (ترمذی)

از: سید بابا قادری حیدر آبادی در ۱۲۵۶ھ، (مشترک ۱۹۳: ۱۰)

۸۶۔ شرح شمایل النبی ﷺ

از: عبد الهادی بن محمد معصوم قبل از ۱۱۰۸ھ/ ۱۹۶۹ء، (موزہ: ۷۵۷)

۸۷۔ شرح شمایل النبی ﷺ

از: شیخ شہاب الدین احمد، (مشترک ۱۹۳: ۱۰)

۸۸۔ شرح شمایل ترمذی

از: شیخ سیف اللہ، (مشترک ۱۹۴: ۱۰)

۸۹۔ شرح شمایل ترمذی

از: حکیم شیر علی احمد آبادی (م ۱۲۵۶ھ)، (مشترک ۱۹۳: ۱۰)

۹۰۔ شرح شمایل ترمذی

از : مبارک بن کبیر بن محمد انصاری ملتانی،(مشترک ۱۹۸:۱۰)

۹۱۔ شرح شمایل ترمذی

از: محمد مسیح ہمت خان بن اسلام خان بہادر علوی حسینی بدخشانی،(مشترک ۲۰۰:۱۰)

۹۲۔ شرح شمایل ترمذی

از: مصلح الدین محمد بن صلاح بن جلال بن کمال بن محمد لاری شافعی در ۹۷۷ھ / ۱۵۷۰م،(مشترک ۱۹۶:۱۰)

۹۳۔ شرح شمایل النبی صلی اللہ علیہ وسلم

از: نظام الدین محمد بن محمد رستم بن عبد اللہ خجندی ثم امن آبادی،(مشترک ۲۰۰:۱۰)

۹۴۔ شواهد النبوۃ لتقویۃ یقین اهل الفتوۃ

از: عبد الرحمن جامی در ۸۸۵ھ / ۱۴۸۰ء،(موزہ: ۷۵۸)

۹۵۔ صحیفۃ المتقین و منهاج الیقین

از: محمد رضی بن ملا نصیر بن محمد تقی مجلسی۔ در ۱۱۰۵ھ / ۱۶۱۳م،(موزہ: ۷۵۸)

۹۶۔ ظہور نامہ؛(منظوم)

از: محمد علی طالب بن محمد پناہ سندی سکھروی،(آرکائیوز: ۱۷۵)

۹۷۔ علم الهدا فی حلیۃ الرسول المقتدا

از: محمد عبد الحق بن شیخ مولوی شاہ محمد الہ آبادی،(مشترک ۳۳۳:۱۰)

۹۸۔ فتح القوی فی نسب آباء النبی صلی اللہ علیہ وسلم

از: مخدوم محمد ہاشم تتوی (م ۱۱۷۴ھ) در ۱۱۳۳ھ / ۱۷۲۰م،(موزہ: ۷۵۹)

۹۹۔ قول سوی فی ایمان نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم؛ محاولات

از: نامعلوم،(مشترک ۳۷۷:۱۰)

۱۰۰۔ کشف الشمایل؛ شرح شمایل النبی صلی اللہ علیہ وسلم (ترمذی)

از : ابراهیم معصوم بن شیخ زین اولیای چشتی،(مشترک ۲۰۱:۱۰)

۱۰۱۔ لباس آنحضرت، رسالہ در۔۔۔

از: ناشناس، (شیرانی ۱:۲۲)

۱۰۲۔ لمعات شرح مشکوۃ

از: شیخ عبدالحق محدث دھلوی۔ در سیرت و فضایل حضرت رسالت پناہ ﷺ، (شیرانی ۱: ۲۳)

۱۰۳۔ لمعات

از: نامعلوم: (در سیرت و فضائل پیامبر ﷺ)، (مشترک ۳۷۷:۱۰)

۱۰۴۔ محاضر السیر فی احوال سید البشر

از: داعی الی اللہ شیرازی، نظام الدین محمود، متخلص بہ داعی، (مشترک ۱۰ : ۲۱۷)

۱۰۵۔ محافل نبوی ﷺ

از: الٰہی بخش کاندھلوی، (مشترک ۳۷۷:۱۰)

۱۰۶۔ مدارج النبوۃ و درجات الفتوۃ

از: شیخ عبدالحق محدث دھلوی، (گنجینہ:۱۰۶)

۱۰۷۔ مرآت المومنین

از: کلب علی، (مشترک ۳۷۸:۱۰)

۱۰۸۔ مطالع الانوار فی ترجمہ الآثار

از: عفیف الدین بن نور الدین کاشانی (موزہ:۷۵۹)

۱۰۹۔ مطلع الانوار و مخزن الاسرار؛ (ترجمۂ مطلع الانوار البھیہ فی حلیۃ الجلیۃ النبویۃ)

از: شیخ عبدالحق محدث دھلوی، (مشترک ۲۷۵:۱۰)

۱۱۰۔ معارج النبوۃ فی مدارج الفتوۃ

از: معین مسکین فراہی۔ در ۸۹۱ھ / ۱۴۸۶م، (گنجینہ:۱۱۱)

۱۱۱۔ معارف الانوار فی بیان سید الابرار؛ رسالۂ شاہ مراد

از: محمد صالح بن ملاز کریا تتوی در ۱۱۴۰ھ، (مشترک ۲۹۷:۱۰)

۱۱۲۔ معالجات نبوی (در ابدان وخواص ادویہ بر مبنای حدیث نبوی ﷺ)

از: غلام امام،(موزہ:۱۲۱)

۱۱۳۔ معجزاتِ حضرت محمد ﷺ

از: عبد الرحیم،(مشترک ۳۷۹:۱۰)

۱۱۴۔ معجزاتِ خاص رسول اللہ ﷺ

از: شیخ احمد وزیر آبادی،(شیر انی ۲۴:۱)

۱۱۵۔ معجزاتِ نبوی ﷺ (مثنوی)

از: حسن بلوچ براھوی متخلص بہ حسن (زندہ در ۱۲۶۶ھ)،(مشترک ۳۳۸:۱۰)

۱۱۶۔ معراج نامہ (روئیداد معراج سید کائنات ﷺ)

از : نامعلوم،(مشترک ۲۴۶:۱۰)

۱۱۷۔ معراج نامہ ۱

ناشناختہ۔(موزہ: ۷۶۱)

۱۱۸۔ معراج نامہ ۲

ناشناختہ،(موزہ:۷۶۱)

۱۱۹۔ معراج نامہ ۳

ناشناختہ،(موزہ:۷۶۱)

۱۲۰۔ مغازی النبی ﷺ (منظوم)

از: شیخ یعقوب صرفی کشمیری۔ در ۱۰۰۰ھ / ۱۵۹۱م،(موزہ: ۷۶۲)

۱۲۱۔ مولود شریف (در احوال ووصفِ حضرت محمد ﷺ)

از: شاہ رفیع الدین محدث دھلوی،(موزہ: ۷۶۲)

۱۲۲۔ مولود شریف خاتم النبیین ﷺ

از: غلام امام شہید الہ آبادی (م ۱۲۱۴ھ)،(مشترک ۳۱۷:۱۰)

۱۲۳۔ میلاد النبی ﷺ

از: امین اللہ بن شاہ گدای، (مشترک ۳۸۰:۱۰)

۱۲۴۔ میلاد رسول؛ سیرت النبی ﷺ

از: نور الدین بن ابو سعید پورانی، (مشترک ۲۶۲:۱۰)

۱۲۵۔ نبی نامہ

از: عبد الوہاب دھلوی، (آذر: ۳۲۱)

۱۲۶۔ نثر الجواھر

از: علیم اللہ حسنی، (مشترک ۳۸۰:۱۰)

۱۲۷۔ نثر الجواھر فی تلخیص سیر ابی الطیب والطاھر

از: اوحد الدین مرزا خان البرکی ثم جالندھری، (شیرانی ۱: ۲۴)

۱۲۸۔ نخبۃ الاخبار

از: ابو محمد عنایت اللہ حسینی حنفی بن سید محمد عارف، در ۱۰۶۴ھ / ۱۶۵۴م، (آذر: ۴۲۲)

۱۲۹۔ نزھۃ الابرار و نخبۃ الاخبار فی سیرۃ النبی المختار؛ سیرۃ النبی ﷺ

از: محمود بن محمد بن اسماعیل لاری، در ۸۷۱ھ / ۱۴۶۶م، (مشترک ۲۲۱:۱۰)

۱۳۰۔ نظم الشمایل؛ ترجمۂ منظوم شمایل النبی (ترمذی)

از: محمد حسین حافظ بن باقر ھروی، در ۹۷۸ھ / ۱۵۷۰م۔ (موزہ: ۷۵۸)

۱۳۱۔ نور الانوار

از: ناشناس۔ در شمایل پیامبر اسلام ﷺ، (مشترک ۳۸۲:۱۰)

۱۳۲۔ نور الایمان

از: مولوی عبد الرحیم بن عبد الکریم صفی پوری، (مشترک ۳۳۵:۱۰)

۱۳۳۔ نور معرفت؛ شرح شمایل النبی ﷺ

از: تاشکندی نقشبندی، (مشترک ۲۰۲:۱۰)

۱۳۴۔ نور نامہ؛ مولود نامہ

از: ناشناس۔ در بارۂ آفرینش نور حضرت محمد ﷺ، (موزہ: ۶۲:۷)

۱۳۵۔ نہایت المسؤل فی درایۃ الرسول: ترجمۂ مولد النبی ﷺ، ترجمۂ المنتقی فی سیرۃ المصطفیٰ ﷺ

از: عبد السلام بن علی بن حسین ابرقوھی، (مشترک ۲۱۵:۱۰)

۱۳۶۔ وسیلۃ الحیات و طریقۃ النجات

از: شیر محمد خان بن مہر داد خان کلاچوی، (مشترک ۳۴۱:۱۰)

۱۳۷۔ وسیلۃ الغریب الیٰ جناب الحبیب

از: مخدوم محمد ہاشم تتوی۔ در ۱۱۶۴ھ، (مشترک ۲۹۶:۱۰)

۱۳۸۔ وسیلۃ الفقیر فی شرح اسماء الرسول البشیر

از: مخدوم محمد ہاشم تتوی، (مشترک ۲۹۶:۱۰)

۱۳۹۔ وسیلۃ الوصول الیٰ دیار الرسول ﷺ؛ اعظم الوسایل

از: خواجہ محمد اعظم دیدہ مری کشمیری متخلص بہ اعظم در ۱۱۴۹ھ، (مشترک ۳۰۱:۱۰)

۱۴۰۔ وفات نامۂ پیامبر ﷺ

از: المنصور بن ناصر دمشقی، (مشترک ۳۸۳:۱۰)

۱۴۱۔ وفات نامہ

از: میرزا جان بیگ بدخشانی ابن سعید بیگ، (مشترک ۳۱۴:۱۰)

۱۴۲۔ وفات نامہ پیامبر ﷺ

از: نامعلوم، (مشترک ۳۸۳:۱۰)

۱۴۳۔ وفات نامہ حضرت رسالت پناہ صلعم و تولد نامہ حضرت رسالت پناہ صلعم

از: ناشناس: مکتوبہ محمد عالمگیر در سنہ جلوس اکبر شاہ ثانی (شیرانی ۲۴:۱)

مطبوعات

۱۔ آبِ حیات: گزری کوتاہ بر داستان پیامبران
از آدم تا خاتم (بہ ضمیمہ زندگی خلفاء راشدین و چہار امام اہل سنت)۔
از: عبدالکریم مدرس، جلال فاروقی انتشاراتِ کردستان، ۱۳۸۳خ

۲۔ آثارِ احمدی: تاریخ زندگانی پیامبر اسلام وائمہ اطہار
از :احمد بن تاج الدین استر آبادی تہران، ۱۳۷۴خ

۳۔ آخرینِ دیدار با حضرت رسول اکرم ﷺ
از: مہدی شمس الدین ناشر: قیام (ایران)، ۱۳۸۱خ

۴۔ آداب پیامبر ﷺ در معاشرت باھم نوعان۔ ا(محمد ﷺ پیامبر و خلق وخوی آنحضرت ﷺ)
از: محمد رضا رضوانی قم، ۱۳۸۰خ

۵۔ آوای محمد ﷺ: فرازھایی از سخنانِ گہر بار رسول خدا ﷺ
از: محمد کاظم نیکنام انتشارات آشیانہ کتاب (ایران)، ۱۳۵۵خ

۶۔ آئینِ محمدی
از: حمد فالی قم، ۱۳۷۲خ

۷۔ آئینہ در آئینہ: آخرین پیامبر در نگاہِ اولین امام
از: زہرا ایزدی نژاد تہران، ۱۳۸۳خ

۸:۔ رسول اکرم ﷺ
از: سید حسن ابطحی ناشر: ندائی مصلح (ایران)، ۱۳۸۳خ

۹۔ آموزہ ہائ محمد ﷺ: گزیدہ ای از سخنان رسول اکرم ﷺ
از: آزیتا عظیمی ناشر: غیوری ۱۳۸۷خ

۱۰۔ ابعاد زندگانی: اُسوہ بشریت حضرت رسول اکرم ﷺ
از: جمعی نویسندگان ایران، ۱۳۶۶خ

۱۱۔ احادیثی دربارۂ احکام حقوق، اخلاقی واجتماعی از رسول اکرم ﷺ

از: فہمید ملک زادہ ناشر: اقرا، ۱۳۸۷خ

۱۲۔ اخلاق تبلیغ در سیرہ رسول اللہ ﷺ

از: سید مرتضیٰ حسینی قُم (ایران) ۱۳۸۳خ

۱۳۔ اخلاق محمدی ﷺ؛ جلوہ ھایی، از اخلاق فردی اجتماعی و عبادی رسول اکرم ﷺ

از: سید حسین تقوی ناشر: نور الاصفیاء ۱۳۸۲خ

۱۴۔ اخلاق ورفتار پیامبر برگزیدہ از حیات القلوب علامہ مجلسی (اخلاقِ پیمبر اعظم ﷺ)

از: ولی، فاطمی تہران، ۱۳۷۷خ

۱۵۔ از ھجرت تا رحلت

از: علی اکبر قریشی تہران، ۱۳۸۰خ

۱۶۔ اسرار مباھلہ

از: محمد رضا انصاری ناشر: دلیل ما، ۱۳۸۲خ

۱۷۔ اسرار معراج پیامبر اسلام حضرت محمد ﷺ

از: علی قرنی گلپایگانی تہران، ۱۳۸۱خ

۱۸۔ اسوۂ حسنہ

از: مولانا شیخ محمد علی حبیب نعمت حسن ابوالنصر قادری متخلص بہ نصر بن شاہ محمد ابوالحسن بن محمد نعمت اللہ پھلواری

ناشر: ھند۔ مطبع احمدی، ۱۲۹۲ھ۔ (چاپی: ۸۶۹)

۱۹۔ الحدیث: رھنمائے انسانیت (نداء خطرہ) کلمات قصار حضرت رسول اکرم ﷺ (سیری دیگر در نھج الفصاحہ)

از: مرتضیٰ فرید تنکابنی ناشر: دفتر نشر فرھنگِ اسلامی، ۱۳۸۶خ

۲۰۔ انوارِ درخشاں: چہل حدیث معتبر بہ انضمام خطبہ شعبانیہ رسول اکرم ﷺ و خطبہ امیر المؤمنین علیہ السلام پیرامون روزہ وماہ رمضان، ایران، ۱۳۸۵خ

۲۱۔ الگوی کامل: نگاھی بہ سیرہ اخلاقی پیامبر اکرم ﷺ

از: سھراب پور ناشر: حوزہ علمیہ قُم (ایران)، ۱۳۷۸خ

۲۲۔ ای رسول خدا: رمان زندگی پیامبر ﷺ

از: رضا شیرازی تہران، ۱۳۷۹

۲۳۔ برگزیدگان: سیری کوتاہ در زندگی چہاردہ معصوم حضرت پیامبر اکرم ﷺ بیاد بعثت؛ تہران، ۱۳۷۳خ

۲۴۔ برنامہ ریزی سیاسی در سیرہ نبوی ﷺ

از: محمد مہدی آصفی ناشر: نشر توحید، ایران، ۱۳۶۷خ

۲۵۔ بزرگ ترین مردِ تاریخ یا نجات دھندۂ بشر

از: سید غلام رضا سعیدی تہران، ۱۳۹۷خ

۲۶۔ بشاراتِ عہدین: در آنچہ پیمبران الٰہی راجع بہ پیمبر اسلام پیش گوئی کردہ اند۔

از: محمد صادقی طھران، ۱۳۶۲خ

۲۷۔ بیکران رسالت: برگزیدگان وحی ؛شرح حال پیمبران عظیم الشان از آدم تا خاتم ﷺ اقتباس از قرآن کریم

از: میرزا محمد علی ریاحی فرد ناشر: فیض کاشانی، ۱۳۸۵خ

۲۸۔ پرتویِ از معراج

از: عبد العلی محمدی شاہرور دی ناشر: اسوہ، ۱۳۷۹خ

۲۹۔ پرتیان ملکوت از یادِ رفتہ

از: محمد حسن مومنی تنکابنی ناشر: مولودِ کعبہ، ۱۳۷۹خ

۳۰۔ پژوھشی در سیرہ نبوی

از: رسول جعفریان تہران، ۱۳۸۲ خ

۳۱۔ پیامبر ﷺ از میثاقِ امیر فجر

(این کتاب در بیست جلد است۔ تفصیلِ عنوانِ جلدھا)

۱۔ نامعلوم، ۲۔ پیامبر ﷺ از کودکی و نوجوانی تا حرا، ۳۔ پیامبر ﷺ قلمرو ہای بعثت، ۴۔ پیامبر ﷺ رساخیز جانہا، ۵۔ پیامبر ﷺ شہریار محبت ۶۔ پیامبر ﷺ طائف، سفر طائف، ۷۔ پیامبر ﷺ معراج، ۸۔ پیامبر آفاقِ ہجرت، ۹۔ علی در معنای محمد، ۱۰۔ پیامبر ﷺ طلیعہ ہای بدر، ۱۱۔ فروغ ایزدی، ۱۲۔ پیامبر ﷺ کیمیای معنا، ۱۳۔ پیامبر ﷺ قلہ ہائے احد، ۱۴۔ پیامبر ﷺ جاذبہ ھای عشق، ۱۵۔ پیامبر ﷺ خندق۔ حماسۂ جاودانۂ حق، ۱۶۔ پیامبر ﷺ اسطورۂ حُسن، ۱۷۔ پیامبر ﷺ خیبر، جلوۂ اعجاز حیدر، ۱۸۔ پیامبر ﷺ فتح مبارک (فتح مکہ)، ۱۹۔ پیامبر ﷺ بادشاہ فقر، ۲۰۔ پیامبر ﷺ خاموشی کہکشان۔

ناشر: موسسۂ مہد قرآن کریم۔ تہران، ۱۳۸۵ خ

۳۲۔ پیامبر آگاھی

از: محمد ملکی ناشر: انتشار شرکت سہامی، ۱۳۶۷ خ

۳۳۔ پیامبر رحمت ﷺ

از: آیۃ اللہ جوادی آملی ایران، ۱۳۸۵ خ

۳۴۔ پیامبر رحمت ﷺ

از: صدر بلاغی ناشر: حسینیہ ارشاد، ۱۳۵۹ خ

۳۵۔ پیامبر: زندگانی حضرت رسول اکرم ﷺ

از: آقای زین العابدین رھنما تہران، ۱۳۳۰ خ۔ ج ۱

۳۶۔ پیامبر ویہود حجاز

از: مصطفیٰ صادقی قُم، ۱۳۸۲ خ

۳۷۔ پیامبری وانقلاب

از: جلال الدین فارسی تہران: چاپ سوم

۳۸۔ پیامبری وپیام

از: حسین درگاھی تہران، ۱۳۸۳خ

۳۹۔ پیامبری وپیام بر اسلام

از: امینی قُم، ۱۳۸۴خ

۴۰۔ پیامبری وجہاد

از: جلال الدین فارسی تہران، چاپ دوم

۴۱۔ پیام پیامبر ﷺ

از: سید محمد تقی حکیم تہران، ۱۳۶۰خ

۴۲۔ پیام ھائ رسول اکرم ﷺ

از: محمد رسول عاصمی ناشر: قلم علم، ۱۳۸۷خ

۴۳۔ تاریخ آل امجاد

از۔ ابوالفضل محمد عباس رفعت شروانی در ۱۲۹۱ھ دھلی، مطبع انصاری، ۱۳۱۲ھ دھلی، مطبع مجتبائی، ۱۳۳۵ھ

۴۴۔ تاریخ اسلام از میلاد پیامبر ﷺ تا سال ۴۱ ھجری

از: اصغر قائدان ناشر: دانش گاہ، پیام نور ۱۳۸۶خ

۴۵۔ تاریخ اسلام رسول اکرم از ھجرت تا رحلت

از: علی نظری منفرد ناشر: جلوہ کمال، ۱۳۸۷خ

۴۶۔ تاریخ اسلامی در آئینہ قرآن بخش اول: حاوی زندگانی مبارک رسول اکرم ﷺ از آغاز سفر تا حجۃ الوداع

از: مہدی کامران ناشر: کلہ بستی، ۱۳۸۳خ

۴۷۔ تاریخ روضہ الصفا سیرہ انبیاء والملوک والخلفاء: در شرح حال پیمبر ﷺ تا سال ھفتم ھجرت

از: محمد بن خاوند شاہ، میر خواند مصحح: کیان فرجمشید ناشر: اساطیر، تہران، ۱۳۸۰

۴۸۔ تاریخ و تحلیل پنج سال از ھجرت پیامبر ﷺ

از: حسین ایرانی تہران، ۱۳۶۲خ

۴۹۔ تحفہ رسولیہ (منظوم)

از: غلام محی الدین قصوری۔ در ۱۳۳۴ھ

لاہور۔ مطبع نیر اعظم، ۱۲۸۲ھ، لاہور۔ شیخ برکت علی و شوکت علی۔ ت،ن۔ لاہور، مبطع مجتبائی، ت،ن۔ لاہور۔ مطبع مجیدی، ت،ن۔

گجرات۔ مطبع عطائی الٰہی۔ ت،ن۔ (چاپی : ۸۷۲)

۵۰۔ تربیت نبوی ﷺ؛ سیرہ و سخنان برگزیدہ

از: ذبیح اللہ اسماعیلی ایران ۱۳۸۰خ

۵۱۔ جستار پژوھشی دربارۂ زندگانی پیامبر اسلام ﷺ؛

از: مہرو (شہید زادہ) امام زادہ ناشر: تاباں، خاقانی، ۱۳۷۹خ

۵۲۔ چراغ راہ

از: علی نقی اصفہانی (فیض السلام) ناشر: ۱۳۲۰خ

۵۳۔ چہاردہ تصویر داستانی کوتاہ و درخشان از زندگانی حضرت محمد ﷺ

از: سید جمال حیدر ناشر: مؤسسہ فرھنگی ھنری پویا نقش ۱۳۸۵خ

۵۴۔ چہاردہ نور پاک علیہم السلام: زندگی پیامبر عالی قدر اسلام

از: عبد الرحیم، عقیقی بخشایشی ناشر: نوید اسلام، قُم ۱۳۸۱خ

۵۵۔ چہرہ تابناک: یک بحث تحقیقی و تحلیلی دربارہ ایں کہ چرا پیغمبر در سن ۶۳ سالگی از دنیا رفت۔

از: حسین عمارزادہ ناشر: سھامی۔ ایران، ۱۳۴۹خ

۵۶۔ چہل چراغ: روایت حفظ، ۴۰ حدیث از زبان رسول اکرم و اھل بیت نبوت

از : عباسی قمی ناشر : سعید خراطھا و فرید فتحی ۱۳۸۳خ

۵۷۔ حزن المتقین

از: آقا میرزا محمد شیرازی بمبئی، خود مؤلف، ب ت۔ (چاپی، ۸۷۴)

۵۸۔ حضرت محمد ﷺ: آخرین پیامبر از ولادت تا بعثت

از: عبد الرشید تریز ناشر : احسان، ۱۳۸۲خ

۵۹۔ حضرت محمد ﷺ رسول اعظم و نبی اکرم

از: سید حسین ہاشمی ناشر : نو النور ۱۳۸۶خ

۶۰۔ حقایق ناصری (منظوم)

از: ناصری۔ در، ۱۲۷۰ھ ناشر : نامعلوم، بخط ابو القاسم ابن علی اکبر ۱۲۸۶ھ۔(چاپی:۸۷۵)

۶۱۔ حملۂ حیدری (منظوم)

از: میرزا محمد رفیع باذل دھلوی (ھند) مطبع سلطان المطابع، ۱۲۶۷ھ۔(چاپی:۸۷۵)

۶۲۔ حیات القلوب (۳ج)

از: محمد باقر مجلسی طھران۔ حاجی محمد اسمٰعیل، ۱۲۶۱ھ۔ج الکھنؤ مطبع نولکشور، ۱۳۳۳ھ۔ (چاپی:۸۷۷)

۶۳۔ حیٰوۃ القلوب: تاریخ پیمبر اسلام ﷺ مدینہ

از: محمد باقر بن محمد تقی مجلسی، بہ اھتمام: سید علی امامیان قُم: ۱۳۷۶خ

۶۴۔ حیاتِ جاودان (منظوم)

از: دکتر احمد حسن احمد قریشی قلعہ داری۔ در سال ۱۳۹۶ھ گجرات۔ مسجد و مرکز تحقیق اسلامیہ زمیندارہ کالج گجرات، ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۱ء۔(چاپی : ۸۷۵)

۶۵۔ خطبہ غدیر: خطبہ حضرت رسول اکرم ﷺ در غدیر خم بہ انضمام زیارت (حضرت امیر المومنین در روز غدیر)

از: سید حسین سیدی ایران : ۱۳۸۶خ

٦٦۔ خورشید اسلام چگونہ درخشید: بررسی عوامل پیش رفت اسلام در تاریخ پیامبر اکرم ﷺ

از: محمد باقر علم الھدیٰ تہران، ۱۳۸۳خ

٦٧۔ داستان ھایی اززندگانی پیامبر اسلام

از: محمد حسین حائری یزدی مشہد، ۱۳۸۰خ

٦٨۔ داستان ھائی از سیرہ نبوی واخلاقی رسول اکرم ﷺ

از: معصومہ فشنگی ایران ،۱۳۸۵خ

٦٩۔ داستان ھایی شیریں وخواندنی اززندگانی رسول اکرم ﷺ

از: حسن شامی وحمید حسن زادہ ناشر: میراث ماندگار، ۱۳۸۳خ

٧٠۔ درسایہ سار سیرہ رسول اللہ ﷺ واھل بیتِؑ حضرت رسول اکرم ﷺ

از: گروہ نگارش موسسۂ البلاغ ناشر: فرھنگ مشرق زمین، ایران ۱۳۸٦خ

٧١۔ دوازدہ گونہ ستائش حضرت علیؑ اززبانِ رسول اکرم ﷺ؛ ویکصد ودَہ حدیث علوی

از: محمد حسین مجاھد ایران، ۱۳۸۴خ

٧٢۔ راہِ محمد ﷺ

از: آیت اللہ سید رضا صدر باھتمام: سید باقر خسروشاھی، تہران، ۱۳۸٦خ

٧٣۔ رسول اکرم ﷺ ازولادت تاھجرت

از: سید علی اکبر قرشی ناشر: نوید اسلام، ۱۳۸۵خ

٧٤۔ رفتار پیامبر باکودکان وجوانان

از: محمد علی چنارانی ویراستار، جعفر شریعتمداری مشہد، ۱۳۸۱ح

٧٥۔ روشن تراز خورشید، آبی تراز دریا: زندگی حضرت رسول اکرم ﷺ

از: مظفر سربازی ایران، ۱۳۸٦ھ

٧٦۔ روضۃ الصفا (رک: تاریخ روضۃ الصفا)

٧٧۔ رویکرد الصحیح بہ سیرہ رسول خدا ﷺ

(مقالات کنگرہ؛ جعفر مرتضی العاملی) زیرِ نظر رسول جعفریان قُم، ۱۳۸۲خ

۷۸۔رہ گشائی انسانیت (نہج الفصاحہ) سخنان گہربار حضرت رسول اکرم ﷺ

از: ابراھیم احمدیان ناشر: گلستانِ ادب، ۱۳۸۵خ

۷۹۔زلالِ زندگی: سیری در سیرہ نبوی ﷺ

از: حسین سیدی ساروی ایران، ۱۳۸۶خ

۸۰۔زندگانی پیامبر اکرم ﷺ، در قرآن؛ اعراب پیش از اسلام، نیاکانِ محمد ﷺ، میلادِ محمد ﷺ

فروزندہ و سعادت مند و سمیع عاطف زین ناشر: ذکر، ۱۳۸۳خ

۸۱۔زندگانی حضرت محمد ﷺ

از: غلام رضا سعیدی ناشر: دارالتبلیغ، قُم، ۱۳۳۹خ

۸۲۔زندگانی حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ

از: سید ھاشم رسولی محلاتی ایران، چاپ دوم، ج۳، ۱۳۶۴خ

۸۳:زندگانی محمد ﷺ، پیشوای اسلام

از: حسین عماد زادہ تہران، چاپ سوم، ۱۳۳۶خ

۸۴:زندگی پیامبر ﷺ: برای کودکان و نوجوانان؛ میلاد پیامبر از دیدہ گل اہلِ سنت

از: اسحاق محمدی ناشر: احسان، ۱۳۸۵خ

۸۵۔زندگی و آئینِ محمد ﷺ

از: خراسانی ناشر: حافظ، ۱۳۳۶خ

۸۶۔زیارت حضرت رسولِ اکرم ﷺ

از: راہ دور، سعید ھمایوں ناشر: راہ سبز، ۱۳۸۵خ

۸۷۔زیباترین سرمشق: سیری کوتاہ و نو در سیرۂ خاتم الانبیاء ﷺ

از: سید اسماعیل حسینی قُم، ۱۳۸۷خ

۸۸۔زیستن: با پیامبرِ اسلام محمد ﷺ موریابی سخنان حضرت رسول ﷺ

از: مہدی رضائی قُم؛ مرکز پژوھش ہاي اسلامی صدا و سیما، ۱۳۸۳خ

۸۹۔ سبز تراز سبز؛ گزیدہ ای از سخنان حضرت رسولِ اکرم برای نوجوانان

از: اکرم السادات قاری قرآن برومند، ۱۳۸۱خ

۹۰۔ سخنان حضرت: درجِ گہر

از: سید علی اکبر برقعی قمی ناشر: انتشارات حافظ، ۱۳۶۶خ

۹۱۔ سفر السعادت: صراطِ مستقیم

از: مجد الدین فیروز آبادی (م ۸۱۷ھ) لاہور۔ مطبع محمدی، ۱۲۸۶ھ (چاپی: ۸۸۱)

۹۲۔ سفر ھائ پیامبر ﷺ: آخرین سفر

از: علی معصومی تہران، ۱۳۸۰خ

۹۳۔ سیاست خارجی پیامبر اسلام

از: علی فائزی ناشر: زائر، ۱۳۷۸خ

۹۴۔ سلام بر خورشید: داستان درخشاں زندگانی خاتم پیمبران ﷺ

از عشقِ مقدس تا سر آغازِ ھجرت

از: سید علی حسینی ناشر: اطلاعات ۱۳۸۷خ

۹۵۔ سلسلہ درس ہائ اخلاقی برای کودکان و نوجوانان: از سفارشات رسول اکرم ﷺ

از: حامد احمد طاہر، عبد اللہ تیموری ناشر: دامینہ، ۱۳۸۷ھ

۹۶۔ سیرہ اجتماعی پیامبر اعظم ﷺ

از: محمد جواد بُرہانی ناشر: بوستانِ کتاب، ۱۳۸۶خ

۹۷۔ سیرہ پیامبر اعظم ﷺ: نگاہی بہ اخلاقی و اجتماعی خاتم پیغمبران ﷺ

از: محمد علی کریمی نیا ناشر: کوثر ادب، ۱۳۸۷خ

۹۸۔ سیرہ پیامبر اعظم ﷺ

از: دکتر نجف لک زایی قُم، (ایران) ۱۳۸۶خ

۹۹۔ سیرۂ رسول اللہ؛ بخش اول از آغاز تا ھجرت

از: دکتر عباس زریاب تہران۔ ۱۳۷۰خ چاپ اول

۱۰۰۔ سیرہ رسول اکرم در قرآن

از: عبد اللہ جوادی آملی، حسن واعظی محمدی ناشر: اسراء ۱۳۸۶خ

۱۰۱۔ سیمای رسول اکرم ﷺ در آئینہ شعر فارسی ھمراہ باز ندگی نامہ آنحضرت ﷺ

از: علی عسکری ناشر: شلفین ۱۳۸۵خ

۱۰۲۔ شخصیتِ محمد ﷺ در سخنانِ علی

از: منصور پویا ایران، ت ن

۱۰۳۔ شخصیت وسیرہ معصومین ؑ در نگاہ رھبر معظم انقلاب اسلامی: شخصیت وسیرہ رسول اکرم ﷺ موسسہ فرھنگی قدر ولایت ایران، ۱۳۸۵خ

۱۰۴۔ شرح سفر السعادت: طریق القویم

از: شیخ عبد الحق محدث دھلوی در ۱۰۱۶ھ کلکتہ، افضل المطابع، ۱۲۵۲ھ۔(چاپی:۱۸۸)

۱۰۵۔ شعلہ جاوید: داستان زندگی پیامبر اکرم ﷺ

از: سعید آل رسول ناشر: کتاب ھائی نرگس، ۱۳۸۵خ

۱۰۶۔ شیوہ ھم سرداری پیامبر ﷺ بہ گذارش قرآن وسنت

از: احمد عابدینی تھران، ۱۳۸۱خ

۱۰۷۔ علیؑ وپیامبران: پیش گویی پیمبران گذشتہ دربارہ خاتم انبیاء واھل بیت (گرامیش وتوسلشان بہ این بزرگواران)

از: محمود سیالکوٹی، سید محمد مختاری ناشر: بنیاد بعثت، ۱۳۸۷خ

۱۰۸۔ فتح مبین (منظوم) (واقعات غزوات وسرایا در عہد نبوی ﷺ)

از: محمد عزیز اللہ معروف بہ محمد ولایت علی بن منشی محمد یحی علی خان۔ در ۱۲۹۸ھ ناشر: محمد صفی، ۱۳۳۴ھ۔(چاپی:۸۸۳)

۱۰۹۔ فرازھای از تاریخ پیامبر اسلام ﷺ

از: استاد جعفر سبحانی تھران، ۱۳۷۱خ

۱۱۰۔ فرازھایي از تاریخ پیامبر اسلام ﷺ

از: جعفر سبحانی تبریزی تہران، ۱۳۷۱خ

۱۱۱۔ قصیدۂ عظمی (مشتمل بر آغاز حال مولد نبی و معجزات و غزوات و وقایع دیگر)

از: امین اللہ متخلص بہ امین بن سلیم اللہ بن علیم اللہ انصاری عظیم آبادی چچرہ۔ مطبع مظہری، ۱۲۵۷ھ / ۱۸۴۲ء دھلی۔ مطبع انصاری، ۱۳۰۳ھ (چاپی: ۸۸۵)

۱۱۲۔ قندیلِ حرم

از: نواب محمد کلب علی خان مصطفی آبادی۔ وی در سال ۱۲۸۹ھ بہ حج بیت اللہ رفت، در راہ این نثر در مدح حضرت رسول کریم ﷺ نوشت۔

رامپور۔ رئیس المطابع، ۱۲۹۰ھ (چاپی : ۸۸۵)

۱۱۳۔ کلمات قصار رسول اکرم ﷺ

از: حسین ردائی آملی، نسیم حیات نسیم حیات، ۱۳۸۶خ

۱۱۴۔ لبخند شیریں پیامبر ﷺ: قصہ ھایي نماز از زندگی رسول اکرم ﷺ

از: محمد ناصری ایران، ۱۳۸۵خ

۱۱۵۔ ماخذ شناسی رسول اعظم، در تفاسیر قرآن

از: مرکز فرھنگ و معارف قرآن ناشر: بوستان کتاب، ۱۳۸۶خ

۱۱۶۔ متن کامل خطبہ شعبانیہ حضرت رسول اکرم ﷺ

از: عباس عباس زادہ ناشر: شاکر ۱۳۸۱خ

۱۱۷۔ محمد ﷺ: خاتم پیامبران، مقالات

ناشر: انتشارات حسینیہ ارشاد، (ایران) ۱۳۴۹خ

۱۱۸۔ محمد ﷺ خاتم پیمبران

از: حسینیہ ارشاد ایران، ۱۳۴۷خ

۱۱۹۔ محمد رسول اللہ ﷺ آخری پیامبر خدا:

گزیدہ ای از قصص، زندگی و معجزات پیامبر اکرم ﷺ از: زھراء مومنی (ظھور) ایران، ۱۳۸۵خ

۱۲۰۔ محمد فرستادہ خدا

از: مولانا محمد علی انتشارات پدیدہ (ایران) ۱۳۴۴خ

۱۲۱۔ مدارج النبوۃ

از: شیخ عبدالحق محدث دھلوی کانپور، مطبع منشی نولکشور، ۱۸۹۴ء۔(در چاپی ۸۹۱، چہار اشاعت ذکر شدہ)

۱۲۲۔ مرآت السعادت

از: سید وزیر علی عبرتی عظیم آبادی (در بیان عقد رسول اکرم ﷺ با خدیجۃ الکبریٰؓ) عظیم آباد (پٹنہ) مطبع گلشن بہار۔ ۱۲۹۷ھ / ۱۸۸۰ء۔(چاپی: ۸۹۱)

۱۲۳۔ مستشرقان و نبی اعظم ﷺ

از: محمود مطہری نیا تہران، ۱۳۸۹خ (آرمسٹرانگ، بروکلمان، شیمل، واٹ اور ولھاوزن کی سیرت سے متعلق آراء اور افکار پر نقد و تبصرہ)

۱۲۴۔ مشی و سیاستِ محمد ﷺ

از: دکتر علی قائمی تہران، ربیع الاول ۱۴۰۲ھ میلادِ پیامبر اسلام کے موقع پر

۱۲۵۔ معارج النبوۃ فی مدارج الفتوۃ

از: معین الدین فراھی لکھنؤ، مطبع منشی نولکشور، ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۵ء لاہور، میاں الٰہی بخش، مطبع مطلعِ نور، ۱۸۸۷ء (چاپی : ۸۹۳)

۱۲۶۔ مغازی النبی ﷺ: فتوح العرب

از: مولانا یعقوب صرفی کشمیری (م ۱۰۰۳ھ) لاہور، مطبع محمدی، ۱۳۱۷ھ۔(چاپی: ۸۹۴)

۱۲۷۔ منتہی الآمال فی تواریخ النبی والآل

از: حاج شیخ عباس قمی ابن محمد رضا در ۱۳۵۰ھ۔ (از تاریخ حالات حضرت رسول کریم ﷺ تا حضرت خامس و آل عباس سید الشہداء)

ایران، مطبع علمی۔ ۱۳۵۵ھ۔ ج ۱ ایران، چانچانۂ علمی۔ ۱۳۵۷ھ۔ ج ۱ (چاپی: ۸۹۴)

۱۲۸۔ منظومہ محمد: ازولادت تانبوت

از : علی اصغر کریمی ناشر : فراشناختی اندیشہ، ۱۳۸۲خ

۱۲۹۔ میلاد پیامبر ﷺ

از: اسحاق محمدی ناشر : اسحاق محمدی ۱۳۸۲خ

۱۳۰۔ میلادِ نور: پیامبر ﷺ از نولد تا بعثت

از: نجف علی مہاجر ناشر: دفتر نشر فرہنگ اسلامی، ۱۳۸۵خ

۱۳۱۔ نادر المعراج و بحر الاسرار

از: شیخ العالم اکبر آبادی در ۱۰۴۴ھ (دربارۂ معراج النبی ﷺ) لکھنوَ، مطبع منشی نولکشور، ۱۳۳۳ھ / ۱۹۱۵ء پشاور فقیر محمد مالک نورانی کتب خانہ، ۱۳۷۵ھ (چاپی:۸۹۵)

۱۳۲۔ ناسخ التواریخ: زندگانی پیامبر ﷺ ج ا

از: محمد تقی لسان الملک سپہر تہران، ۱۳۸۵خ بارِ دوم

۱۳۳۔ نسب نامۂ سرور انبیاء علیہ السلام و علیہ الثناء

از: ناشناس لکھنوء، مطبع مصطفائی، ۱۲۶۳ھ لکھنوَ، مطبع علوی، ت ن (چاپی:۸٦۷)

۱۳۴۔ نگاھی بہ مدیریت اسلامی بہ انضمام نمونہ ھای از مدیریت پیامبر اسلام

از: مہدی نایہ ناشہر ایران، ۱۳۸۲خ

۱۳۵۔ نودو چہار گوھر درون چہل صدف از رسول اکرم ﷺ

از: محمد علی اکبری آھنگری ناشر: سبحان، ۱۳۸۴خ

۱۳٦۔ نہج العدالہ: خطبہ ھا، نامہ ھا و کلمات قصار رسولِ اکرم ﷺ

از: کریم فیضی ایران، ۱۳۸۵خ

تراجم

(از زبان های دیگر به زبانِ فارسی)

۱۔ ارمغانِ رسالت: برای انسان ها

از:سید محمود طالقانی/مترجم: سید محمد مہدی جعفری،ناشر:انتشاراتِ محمدی (ایران) ۱۳۶۸خ

۲۔ ای بوذر: پندھای گرانمایہ پیامبر اکرم بہ ابوذر غفاری

از: حسن بن فضل طوسی / مترجم: تحلیل تریزی، ابوطالب تہران، ۱۳۷۸خ

۳۔ ای علی: پندھائ گرانمایہ پیامبر اکرم ﷺ بہ امام علی

از: حسن بن فضل طوسی / مترجم: میر باقری، ابراھیم تہران، ۱۳۷۰خ

۴۔ با پیامبر ﷺ

از: عائشہ بنت الشاطی / مترجم:سید محمد راد منش ناشر: جامی، ۱۳۷۷خ

۵۔ ترجمۂ بحار الانوار: جلد سیز دھم

متن عربی از محمد باقر مجلسی (م ۱۱۱۰ھ)/ترجمۂ فارسی از:حسن بن محمد ولی ارومیہ در حدود ۱۲۶۰ھ انجام داد۔

ناشر:(ایران) بہ اھتمام الحاج محمد تقی خوانساری ت۔ن (چاپی:۸۶۹)

۶۔ پیامبر و آئین نبرد

از: جنرل مصطفیٰ طلاس وزیر دفاع جمہوری عربی سوریہ / ترجمہ: حسن اکبری مرزناک تہران: ت.ن

۷۔ تاریخ منظوم زندگانی پیامبر اسلام: از ولادت تا رحلت

از: علی دعوتی (داعی) / مترجم: شہاب الدین، مرعشی نجفی ایران، ۱۳۵۱خ

۸۔ تصویر حضرت محمد ﷺ و حضرت زھراؑ: در دائرۃ المعارف اسلام

زیرِ نظر: محمود تقی زادہ داوری / ناقد: دکتر طاقمہ جان احمدی ایران، ۱۳۸۸خ

۹۔ توتیان دیدگان: زندگانی خاتم پیامبران (عنوان اصلی: کمال البصر فی سیرۃ سید البشر ﷺ؛ترجمہ: مختصر شمایل المحمدیہ)

از: حاج شیخ عباس قمی / نظر ثانی؛ہوشنگ اجاقی،جواد قیومی تہران،۱۳۷۵خ

۱۰۔ حکمت نامۂ پیامبر اعظم ﷺ

از: محمدی ری شہری، باھمکاری جمعی از پژوھشگران ایران،۱۳۸٦خ،۱۴ج

۱۱۔ حیات فخر کائنات (زندگی نامۂ حضرت محمد ﷺ در سہ جلد)

از: لطف اللہ احمد (احمدی) / ترجمہ از: سید رضا علی زادہ لاہور،۱۳۴۵ھ۔(چاپی:۸۷٦)

۱۲۔ حیاۃ محمد ﷺ

از: محمد حسین ھیکل / تعلیق و تحقیق : سید عبد الرحیم الحصینی ایران،۱۴۲۸خ

۱۳۔ خلاصہ سیرتِ رسول اللہ ﷺ

از: شرف الدین محمد بن عبد اللہ بن عمر / مترجمان : اصغر مہدوی، مہدی قمی نژاد ناشر : انتشارات علمی و فرھنگی، تہران، ۱۳۸۲خ

۱۴۔ راہِ ما، راہ وروش پیامبر ماست

از: علامہ امینی، حاج شیخ عبد الحسین امینی نجفی در سوریہ/ترجمہ: محمد باقر شریف موسوی ھمدانی تہران،۱۳۹۴ھ /۱۹۷۴م

۱۵۔ راہِ محمد ﷺ

از: عباس محمود العقاد / ترجمہ: از دکتر اشدع اللہ مبشری تہران: ۱۳٦۱خ

۱٦۔ زنان پیغمبر ﷺ

از: بنت الشاطی / مترجمان: علی اصغر عبد اللھی، محمد علی خلیلی ناشر: دنیای کتات، تہران،۱۳۸۳خ

۱۷۔ زندگانی پیامبر اکرم ﷺ در قرآن

از: سمیع عاطف الزین / ترجمہ: علی چراغی و دیگران ناشر: ذکر، تہران، ۱۳۸۰خ

۱۸۔زندگانی پیامبر اکرم ﷺ در قرآن؛ تاسیس دولت اسلامی، زندگی در مدینہ، غزوۂ بدر۔

(مھم ترین آثاری کہ تاکنون دربارہ پیمبر اکرم ﷺ منتشر شدہ اند، عبارتند از...)

از: سمیح عاطف الزین / مترجم: محمد باقر محبوب القلوب

۱۹۔زندگانی پیامبر اکرم ﷺ در قرآن: تحریم و محاصرہ در طائف، دعوت بہ اسلام، ہجرت بہ یثرب

از: سمیح عاطف الزین / مترجم: علی چراغی ایران، ۱۳۸۱خ

۲۰۔زندگانی پیامبر اکرم ﷺ در قرآن: غزوۂ احد سرکوبی فتنہ ھا، غزوۂ احزاب

از: سمیح عاطف الزین / مترجم: علی چراغی ایران، ۱۳۸۱خ

۲۱۔زندگی نامہ پیامبر اسلام محمد ﷺ

از: کال آر مسترانگ / مترجم: کیانوش حشمتی ایران، ۱۳۸۳خ

۲۲۔زندگانی محمد ﷺ: پیامبر اسلام / سیرۃ النبویہ

از: ابنِ ہشام / مترجم: حاج سید ہاشم رسولی ایران۔ ۱۳۸۵خ چاپ دوم۔

۲۳۔سراج احمدیہ ترجمۂ فارسی سیرۃ احمدیہ

از: عبداللہ بن سردستانی ھراتی در عہد امان اللہ خان والیِ افغانستان، ۱۲۹۹ھ لاہور، شیخ الٰہی بخش و محمد جلال الدین تاجر کتب۔ ۱۳۴۱ھ (چاپی : ۸۷۹)

۲۴۔سرچشمہ ھای نور: فرازاھای زندگانی حضرت رسول اکرم ﷺ و حضرت فاطمہ الزھراء۔

تہیہ و تدوین۔ موسسۂ البلاغ / ترجمہ: مسلم صباحی و محمود شریفی تہران، ۱۳۷۸خ، چاپ دوم، ۱۳۸۵خ

۲۵۔سرور المحزون (ترجمۂ نور العیون وسیرۃ الامین المأمون)

متن عربی از: ابن سید الناس۔ (م ۷۳۴ ھ) / ترجمۂ فارسی از شاہ والی اللہ محدث دہلوی کانپور۔ مطبع مصطفائی، ۱۲۶۷ھ۔ (چاپی: ۸۸۰)

۲۶۔ سنن النبی ﷺ

از: علامہ محمد حسین طباطبائی تہران، ۱۳۸۵خ

(مقدمہ، شمایل پیامبر ﷺ، آدابِ معاشرت، ملحقات، آداب معاشرت، آدابِ پیامبر ﷺ در نظافت و آرایش، آداب سفر، آداب لباس پوشیدن، پیامبر در مسکن، آداب خوابیدن و بستر، آداب خوردن، آشامیدن، بیت الخلا و غیرھم)

۲۷۔ سیرتِ جاودانہ: ترجمہ تلخیص کتاب الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم ﷺ

از: علامہ سید جعفر مرتضیٰ عاملی / مترجم: دکتر محمد سپہری تہران، ۱۳۸۴خ، ۲ج

۲۸۔ سیرت رسول اللہ ﷺ

ترجمہ و انشاء: رفیع الدین اسحٰق بن محمد ھمدانی / تصحیح و مقدمہ: دکتر اصغر مہدوی تہران، ۱۳۶۵خ، ۲ج

۲۹۔ سیرہ تبلیغی پیامبر اکرم ﷺ: در آمدی بر سیاست تبلیغی اسلام در عصر از تباطات

مترجم: اصغر افتخاری ایران، ۱۳۷۷خ

۳۰۔ سیرہ تربیتی پیامبر ﷺ و اھل بیت

از: علی حسینی زادہ قُم، ایران، ۱۳۸۰خ

۳۱۔ سیری در سیرۂ پیامبر ﷺ:(۵۰۰ سوال و جواب)

از: محی الدین مستو / مترجم: عبد العزیز تلیمی تہران، ۱۳۷۷خ

۳۲۔ سیمای محمد ﷺ

از: علی شریعتی / ترجمۂ انگلیسی بوسیلۂ عبد الحسین ساشادین تہران، ۱۳۵۸خ

۳۳۔ طبقات محمد بن کاتب الواقدی

متن عربی از محمد عمر بن واقدی (م ۲۰۷) / ترجمۂ فارسی پارہ از آن مولوی عبد الحمید اعظم گڑھی آگرہ۔ مطبع مفیدِ عام۔ ۱۸۹۱ء۔

۳۴۔ **غدیر زلال وحی:** خطبہ غرا و جاودانہ حضرت رسول اکرم ﷺ در غدیر خم

مترجم: امور فرہنگی عشقان بقیع ایران، ۱۳۸۳خ

۳۵۔ **محمد ﷺ؛** پیام آور آزادی ترجمۂ ''محمد رسول الحریۃ''

از: عبدالرحمن شرقادی / مترجم؛ حسن اکبری مرزناک (عربی متن دریک جلد اماترجمہ در ۲ جلد)

۳۶۔ **محمد ﷺ:** پیغمبری کہ از نو باید شناخت (کونستان ویژریل گیورکیو)

مترجم: ذبیح اللہ منصوری ناشر: امیر کبیر ۱۳۴۳خ

۳۷۔ **محمد ﷺ در تورات وانجیل**

از: پرفسور عبدالاحد داود / ترجمہ: فضل اللہ نیک آئین تہران، ۱۳۶۱خ

۳۸۔ **محمد رسول اللہ ﷺ**

از: عقیقی بخشایشی ایران، ت.ن

۳۹۔ **مغازی:** تاریخ جنگہای پیامبر ﷺ

از: محمد عمرواقدی / ترجمہ: دکتر محمودی وافغانی تہران، ۱۳۶۲ھ، ۲ج

۴۰۔ **نثر الدرر:** مجموعہ مغازی الرسول و فتوح العجم والعراق و فتوح الشام والمصر (ترجمۂ ''کتاب المغازی'' واقدی)

ترجمہ و شرح فارسی از ملا عبدالل خطیب سروستانی لاہور، گزار محمدی سٹیم پریش۔ ۱۳۳۷ھ (چاپی : ۸۹۶)

۴۱۔ **ندای وحدت:** ترجمۂ الرسول یدعوکم

از: شیخ حسن سعید / مترجم: محمود ناطقی

۴۲۔ **نہج الفصاحہ:** سخنان و خطبہ ھائے حضرت رسول اکرم ﷺ

از: ابوالقاسم پائندہ (باتنظیم موضوعی وترجمہ فارسی) ایران، ۱۳۸۶خ

۴۳۔ **ھدایت گران راہ نور:** زندگانی پیامبر گرامی اسلام حضرت محمد مصطفی ﷺ

از: سید محمد تقی مدرسی / مترجم: محمد صادق شریعت تہران، ۱۳۸۰

مخففات و مآخذ

مقالہ میں بہ تکرار آنے والے الفاظ یا کتب کو بطورِ رموز و اشارات اور مخففات تحریر کیا گیا ہے۔ اُن کی وضاحت اور مآخذ کی تفصیل درج ذیل ہے۔

آذر: فہرست نسخہ ہای خطی فارسی کتاب خانہ دانشگاہِ پنجاب لاہور ''گنجینۂ آذر''

از: سید خضر عباسی نوشاہی / ناشر: مرکز تحقیقاتِ فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد؛ ۱۹۸۸م

آرکائیوز: فہرست مخطوطات سندھ آرکائیوز (حصہ اول) خزانۂ ڈاکٹر نبی بخش بلوچ

مرتبہ: مولانا سومرو محمد ادریس سندھی / ناشر: انفارمیشن اینڈ آرکائیوز ڈیپارٹمنٹ گورنمنٹ آف سندھ؛ ۲۰۱۲ء

انجمن: فہرست نسخہ ہای خطی فارسی انجمن ترقی اردو کراچی۔

از: سید عارف نوشاہی / ناشر: مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد / ادارہ معارف نوشاہیہ۔ ساہن پال شریف، ضلع گجرات؛ ۱۹۸۴م

ت ن: تاریخ ندارد

ج: جلد

چاپی: فہرست کتابہای فارسی چاپ سنگ و کمیاب کتابخانہ گنج بخش مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد

از: عارف نوشاہی / ناشر: مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد؛ ۱۹۸۶م

خ: سالِ ایرانی ''خورشیدی'' یعنی ھجری شمسی

شیرانی: فہرست مخطوطاتِ شیرانی

از: دکتر محمد بشیر حسین / ناشر ادارہ تحقیقات پاکستان، دانشگاہِ پنجاب، لاہور؛ ۱۹۶۹ء۔ (جلد یکم و دوم)

ص: صفحات

گنجینہ: گنجینۂ شوق؛ فہرست نسخہ ھای خطی فارسی کتابخانہ دکتر نواز علی شوق

از: سید خضر نوشاہی / ناشر: کافی پبلیکیشن کراچی؛ ۱۹۹۳ء

م: قبل از اعداد ''متوفی''۔ بعد از اعداد ''میلادی'' یعنی سال عیسوی

مشترک: فہرست مشترک نسخہ ھای خطی فارسی پاکستان

از: احمد منزوی / مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد؛ ۱۹۸۸ء (جلد ۸ و جلد ۱۰)

موزہ: فہرست نسخہ ھای خطی فارسی موزۂ ملی پاکستان کراچی

از: سید عارف نوشاہی / مرکز تحقیقاتِ فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد؛ ۱۹۸۳ء

ھ: ھجری۔

پائیدار مفاہمتی عمل کے لیے پائیدار حکمتِ عملی کی تشکیل تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں

پروفیسر ڈاکٹر دلاور خاں
پرنسپل گورنمنٹ ریجنل ایجوکیشن ایکسٹینشن سینٹر، شاہ فیصل کالونی، کراچی

ABSTRACT:

Allah created all creatures but his beloved is human being and the best, in among them is the pious one. Man depends on others to fulfill his need. This need develops interaction. And there are four types of interaction as,(i) Co-operation (ii) Conflict (iii) Competition (iv) The Reconciliation. All aspects of interaction are guided and reformed by the Holly Prophet (S.A.W). The Sirah of Holly Prophet (صلی اللہ علیہ وسلم) shows reconciliation with the man and the different groups of society for the peace development and the welfare of the society. Reconciliation insures national and international peace. Factor of reconciliation are tolerance and sacrifice. Not only it can be avoided the world war but also the religious, political, socio economical issues and conflicts can be resolved by reconciliation. Reconciliation policy should be based on sincerity from both sides. History of human being tells that group of man desire for conciliation, while the history of the Holly Prophet (صلی اللہ علیہ وسلم) shows this important part of his sirah that the Holly Prophet (صلی اللہ علیہ وسلم) adopted the reconciliation policy as a role of Makkha. We should follow the reconciliation policy of the Holly Prophet (صلی اللہ علیہ وسلم) for the stability of the society and the world peace

Keywords: Creature, Interaction, Reconciliation, Stability, Tolerance, Sincerity.

انسان کی فضیلت کی اصل اس کے خلیفہ فی الارض کی وجہ سے ہے اللہ تعالیٰ نے اس شان کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا تو فرشتوں کے اعتراض پر حضرت آدم علیہ السلام کی حمایت میں فرمایا: انی اعلم مالا تعلمون۔ کائنات کی کوئی اور مخلوق اس فضیلت میں انسان کی شریک نہیں

اور نہ ہی خلافت ارضی کی اہل ہے عظمت انسان کا حقیقی تصور گوشت، پوست، یا نسل وخون سے وابستہ نہیں بلکہ عظمت کا صحیح مدار تقویٰ اور دین داری ہے اگر انسان اپنے مرتبے کی پہچان، اور اس پر قائم رہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی اعلیٰ ترین مخلوق ہے جس طرح انسان اور خدا، انسان اور کائنات کے تعلق کے حوالے سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ وہ مہذب اور محترم ہے۔ کائنات کے گلِ سر سبد اور اللہ کا عظیم اور عدیم المثال شاہکار ہے۔ انسانی ضمیر کے اندر اللہ تعالیٰ نے اپنی فطرت یعنی پاکی، خلوص، محبت، دوستی، رحم، عدل، سچائی، اور بے نیازی جیسی عظیم صفات کو شامل فرمایا ہے اگر انسان مذکورہ صفات کو اپنی عملی زندگی میں اپنالے تو کچھ شک نہیں کہ دنیا فانی جنت بن سکتی ہے اور دنیا میں عدل وانصاف اورامن وسلامتی رائج کر کے اشرف المخلوقات ہونے کا ثبوت دے سکتا ہے۔

دین اسلام ابتداء سے انتہا تک روشنی ہے جس کو اپنانے سے انسانیت کے درمیان، جہالت، وحشت، تعصب، نفرت، دشمنی، جنگ، خون ریزی اور تجاوز کا خاتمہ سو فیصد ممکن ہے۔ دین اسلام مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ ملک و قوم، رنگ و نسل اور لسان سے بالا تر ہو کر ساری انسانیت کے حقوق کے محافظ بن جاؤ جس طرح اپنی ذات کے خیر خواہ اور محافظ ہو۔ اسلام سراپا محبت اور ابتداء سے انتہا تک پاکی ہے اور دوسروں کے ساتھ عملی زندگی میں رحم، خلوص اور ہمدردی کا درس دیتا ہے۔ متعصب، ذات پرست اور خودی کے شکار لوگوں کی اسلام بھرپور مذمت کرتا ہے۔ جس انسان نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کی گئی صلاحیتوں کو استعمال کیا اور دین فطرت یعنی، محبت، دوستی، عدل وانصاف، سچائی، صبر، رحم، عفوو درگزر کو اپنایا، وہ انسانیت کی معراج کو پہنچ گیا مگر دوسری طرف جس نے منشائے خداوندی کو نظر انداز کر دیا، اس نے اللہ تعالیٰ کی امانت میں خیانت کی ہے اور یہ خیانت بغاوت کا وہ راستہ ہے، جس پر چلنے والا انسان نہ صرف بذات خود برباد ہو جاتا ہے بلکہ معاشرے کے لئے بھی مضر ثابت ہوتا ہے۔

انسان اور معاشرت:

اسلام انسان اور انسان کے تعلق کو بھی مثبت انداز سے دیکھتاہے انسان کی ابتداء ایک انسان سے ہوئی اور اس کے بعد وہ برادریوں، قبیلوں، نسلوں، قوموں میں پھلا پھولا لہٰذا ایک انسان دوسرے انسان کے لیے بھیڑیا اور درندہ نہیں بلکہ رشتہ اخوت سے منسلک ہے قرآن نے انسانیت کو وحدت اخوت کی بنیاد قرار دیا۔

اسلامی نکتہ نظر سے انسان سے انسان کا تعلق تین اصولوں پر مبنی ہے۔

(الف) انسان کی بنیاد ایک فرد اور ایک عورت۔

(ب) قومیں اور قبیلے تعارف کا ذریعہ ہیں۔

(ج) انسان کی اصل عظمت، اس کا تقویٰ۔

حضور اکرم ﷺ نے جس جاہل معاشرے میں رشد وہدایت کا فریضہ سرانجام دیا۔ وہاں نسلی امتیازات کا تصور ایک مسلمہ عقیدہ تھا انسان کی عزت وعظمت اس کے خاندانی حسب نسب سے متعین ہوتی تھی۔ آپ نے سب سے پہلے ان خود کاشتہ امتیازات کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ نسل پرستی کی وجہ سے انسان ہی انسان کی تذلیل کرتا اور انسانوں کے ہاتھوں انسانیت کا وقار مجروح ہوتا حضور اکرم ﷺ نے انسانی شرف کے لحاظ سے سب کو مساوی قرار دیا کسی شخص کو اظہار فضیلت کا ایسا کوئی حق نہیں جس سے فساد بپا ہوتا ہو۔ حضور اکرم ﷺ نے خود مباحات اور عصبیت پر خط تنسیخ پھیر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حاکم ومحکوم، آقا و غلام کی تمیز اٹھ گئی انسان اپنے اصل مقام پر گامزن ہو گیا مصنوعی حد بندیاں جنہیں وضع کیا گیا تھا زمین بوس ہو گئیں اور انسان ہر انسانی شرافت کا متحمل اور عظمتِ آدمیت کا رفیق ہو گیا۔

معاشرہ انسانی فطرت کی ضرورت ہے خالق انسان نے اسے محض ایک فرد کی حیثیت سے تخلیق نہیں کیا بلکہ انفرادی اور اجتماعی زندگی میں ایک بامقصد کردار ادا کرنے کے لئے پیدا کیا بلا شبہ وہ اپنے عمل کا انفرادی طور پر ذمہ دار ہے لیکن اسے ایک خاندانی، قبائلی، تمدنی زندگی کا الہامی

شعور ودیعت کیا۔ معاشرتی یا اجتماعیت کی تشکیل، قوموں کا وجود، معاشروں اور سلطنتوں کی تنظیم اسی فکری شعور کا حصہ ہیں جو اسے اللہ نے عطا کیا ہے۔ انسان کی تمنائیں اور آرزوئیں اس کی شخصیت کے اہم پہلو ہیں۔ اجتماعی زندگی اس کی فطری آواز ہے۔ قرآن نے رشتوں، جماعتوں اور قبیلوں کے تشخص وشناخت کو حکمت خداوندی کہا جس کا بین ثبوت یہ ہے کہ انسان خاندان کے ادارے کی تنظیم کرے، گروہوں، قبیلوں، قوموں، کی ایک منظم شکل اختیار کرتے ہوئے پر امن عالم گیر معاشرے کی تنظیم سازی کرے۔

اجتماعیت کی پہلی اکائی، میاں بیوی کے تعلق کا شعور بخشا پھر خاندان کی وحدت کے مختلف اجزا کی اہمیت کا ادراک عطا کیا اور ان اجزا کو منظم رکھنے کے لیے احکامات دیے۔ کنارہ کشی، ترکِ دنیا اور لاتعلقی اجتماعیت کے دشمن رویے ہیں بد قسمتی سے بعض مذاہب نے اس رویے کو مزین کر کے پیش کیا لیکن اس کے باوجود بہت ہی کم نفوسِ انسانی اس طرف گئے۔ اور جنہوں نے اسے اختیار کیا انہوں نے انسانیت پر ظلم کیا کیوں کہ نیک اور شائستہ لوگ ترکِ دنیا کر گئے اور کاروبارِ زندگی پر بد کردار اور اوچھے لوگوں کا قبضہ ہو گیا۔ تو انسانیت اجتماعیت، فساد، استحصال اور ظلم کا شکار ہو گئی۔ اجتماعیت کے فقدان سے مقصد تخلیق معدوم ہو جاتا ہے۔ اسلامی نکتہ نظر سے اجتماعیت انسان کی فطری ضرورت ہے انسان اپنی طبیعت، اپنے ماحول، اپنی خواہشات اور دیگر عوامل کی وجہ سے معاشرے کی تشکیل کے لیے مجبور ہے۔ اسلامی نکتہ نگاہ سے مشیتِ ایزدی کے منصوبے کے مطابق اس نے اجتماعیت اختیار کی۔

بہر کیف انسان مدنیت پسند ہے۔ اُس کے اِس احساس نے انسانی زندگی کو رنگین بنایا اور آئے دن اس کو نئے روپ دیے۔ انسانی خواہشات کا اگر تجزیہ کیا جائے تو اس سے یہ بات ضرور ثابت ہوتی ہے کہ مل جل کر رہنا اور اشتراکِ عمل انسانی شخصیت کی اندرونی آواز ہے۔ جسے حیاتیاتی خواہشات کا نام دیا جائے یا ارتقائی کیفیات کا نتیجہ، بات ایک ہی ہے کہ انسان معاشرت پسند ہے۔ اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ موجودہ انسانی معاشرے میں بھی قدیم تہذیب

کے آثار ملتے ہیں۔انسان کی حد سے بڑھی ہوئی خواہشات اور ہوس نے قتل وغارت گری، لوٹ مار، خوں خواری اور درندگی کا مظاہرہ بھی کیا۔ بستیاں اجاڑیں، کھیتیاں جلائیں، پانی کو زہر آلود کیا ہلاکتوں کے انبار لگائے لیکن انہیں اجتماعیت ہی کی طرف لوٹنا پڑا اس کی وجہ یہ ہے کہ اپنے ظلم اور فساد، خوں خواری کے باوجود انسان کے لئے اجتماعیت کے بغیر زندگی گزارنا ممکن ہی نہیں بلکہ یہ اس کی شخصیت کا مثبت پہلو ہے جس میں تخریب کے بعد تعمیر اور ہر فساد کے بعد امن کی صورت پیدا ہوتی ہے۔

اسلام دین فطرت ہے۔ اس نے انسان کے اجتماعی شعور کو ملحوظ رکھا اسلام انسانوں کے باہمی میل جول سے پیدا ہونے والی اجتماعیت کی نہ صرف تعلیم دیتا ہے بلکہ اس اجتماعیت کی نشوونما میں معاونت کرتا ہے۔ جس سے اجتماعیت کو تقویت ملتی ہے وہ اس کے لیے صالح بنیاد فراہم کرتا ہے اور ایسے عوامل کا قلع قمع کرتا ہے جو اسے بگاڑ دیں یا محدود و مقید کریں فرد اجتماعی زندگی کے لئے جو مثبت اشتراکِ عمل اختیار کرتا ہے اسلام اس کی حوصلہ افزائی کرتا ہے ان کے لئے قوانین واصول فراہم کرتا ہے۔ تاکہ معاشرتی زندگی پرامن اور خوشحال ہو وہ کسی ایسی معاشرت کی کبھی حوصلہ افزائی نہیں کرتا جو باہمی اشتراکِ عمل میں تفریق پر منتج ہو جیسے رنگ و نسل، زبان ولباس اور قبیلہ و وطن۔ معاشرتی زندگی میں مجموعی طور پر انہی بنیادوں پر قومیں اور معاشرے وجود میں آتے ہیں وہ صرف وقتی اور امکانی مصلحتوں کے لئے ہیں۔ انسان کے وسیع تر مفاد کے لئے مضر ہیں۔

انسان اور اشتراکِ عمل:

یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ انسان معاشرت پسند اور اسلام معاشرے میں استحکام و اتحاد کو فرض قرار دیتا ہے جب انسان اپنی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے انفرادی یا اجتماعی طور پر سماجی کردار ادا کرتا ہے تو اسے سماجی عمل کہتے ہیں سماجی بین عمل سے مراد وہ طریق ہے جس سے افراد اور گروہ کے تعلقات سے دوسرے افراد کے عمل میں تبدیلی نظر آئے۔ اس کی کئی سطحیں ہیں مثلاً۔

ا۔ فرد سے فرد کا سماجی بین عمل:

ایک فرد جب دوسرے فرد سے تعلق قائم کرتا ہے تو فرد کا فرد سے سماجی بین عمل کہلاتا ہے مثلاً ایک دوست کا دوسرے دوست سے، گاہک کا دکاندار سے، وکیل کا اپنے موکل سے، امام کا اپنے مقتدی سے، میاں کا بیوی سے، شاگرد کا استاد سے علیٰ ھٰذ القیاس جب کوئی اس طرح کا سماجی عمل ہو تو یہ فرد کا فرد کے ساتھ سماجی بین العمل کہلاتا ہے۔ یہ بالواسطہ یا بلاواسطہ ہوتا ہے۔

۲۔ فرد کا گروہ سے سماجی بین عمل:

معلم کا کلاس میں لیکچر دینا، لیڈر کا عوام سے خطاب کرنا، امام کا مقتدیوں کو نماز پڑھانا، افسر کا ماتحتوں کے اجلاس میں ہدایت دینا، ڈرائیور کا سواریوں کو منزل مقصود تک پہنچانا، پولیس کا عوام کو تحفظ فراہم کرنا، میزبان کا مہمانوں کی ضیافت کرنا، کوچ کا کھلاڑیوں کو سکھانا فرد کا گروہ سے سماجی بین عمل ہے۔

۳۔ گروہ کا گروہ سے سماجی بین عمل:

جب ایک گروہ دوسرے گروہ سے تعلق قائم کرے تو یہ گروہ کا گروہ سے سماجی بین عمل ہے مثلاً ایک کھیل کی ٹیم کا دوسری کھیل کی ٹیم سے مقابلہ، دو سیاسی جماعتوں کا آپس میں تصادم، دو کاروباری جماعتوں کا آپس میں معاہدہ، دو خاندانوں کا آپس میں سمجھوتا کرنا، گروہ کا گروہ سے سماجی بین عمل ہے۔

مفاہمت ایک سماجی عمل ہے:

سماجی بین عمل کی یہ صورتیں ہیں:

ا۔ تعاون

۲۔ مسابقت

۳۔ تعارض

۴۔ مفاہمت

تعاون:

دو یا دو سے زیادہ افراد کے مشترکہ اور مطلوبہ مقاصد کے حصول کے لئے کسی عمل کی انجام دہی کے لئے مسلسل کوشش کرنے کا نام ہے تعاون سے معاشرے میں گروہ، ادارے اور طبقات وجود میں آتے ہیں ان تمام کی بقاء کا انحصار تعاون کے استحکام پر ہے۔اس سے معاشرے کی سیاسی، معاشی، مذہبی، نسلی اور ثقافتی ضروریات کی تکمیل ہوتی ہے۔ اس سے ایک انسان دوسرے انسان کی مدد کرتا ہے اس کے کام آتا ہے۔تعاون سے معاشرے کے افراد اور اداروں کو تحفظ، امن اور تربیت ملتی ہے اور اسی کی بدولت افراد کے درمیان ربط وضبط قائم رہتا ہے محبت واخوت کے رشتے مضبوط بنیادوں پر استوار ہوتے ہیں۔

مسابقت:

یہ ایک اہم سماجی بین عمل ہے جو افراد اور گروہ کے درمیان پایا جاتا ہے۔جب افراد کے درمیان کسی محدود شے کے حصول کے لئے مقابلہ ہو تو اسے مسابقت کہتے ہیں یہ کوشش پرامن ہوتی ہے اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ معاشرہ جمود کا شکار ہونے کی بجائے متحرک ہو جاتا ہے۔صحت مند اور پرامن مسابقت سے معاشرہ ترقی کرتا ہے اور جمہوری عمل کو فروغ ملتا ہے۔

تعارض:

یہ تعاون کی ضد ہے جب دو افراد اور گروہوں کے درمیان کسی بات پر اختلافات بڑھ جائیں تو تعارض شروع ہو جاتا ہے ۔جس کی ابتداء تند و تیز جملوں، مغلظات اور انتہا لڑائی جھگڑے، قتل وغارت پر ہوتی ہے۔تعارض اختلاف سے جنم لیتا ہے اختلاف کی نوعیت نظریاتی، مذہبی، سیاسی، معاشی، ثقافتی، لسانی اور گروہی بھی ہو سکتی ہے۔تعارض ایک منفی عمل ہے جس سے انتشار اور نفرت جنم لیتی ہے۔اس سے دوستیوں، رشتہ داریوں اور تعلقات میں کشیدگی کی صورت پیدا ہوتی ہے جس سے معاشرہ عدم استحکام کا شکار ہو جاتا ہے۔منفی سوچ وفکر کی وجہ سے مخالفین کی عزت و آبرو، جان ومال کو خطرات لاحق ہو جاتے ہیں۔مذہبی وسیاسی تعارض سے ملک

دشمن قوتوں کو پورا پورا فائدہ اٹھانے کا موقع ملتا ہے۔خانہ جنگی کی صورت میں سماجی اور معاشی ترقی کا پہیہ جام ہو جاتا ہے اور یہ گروہوں کے درمیان ہو تو افراد عدم تحفظ کا شکار ہو جاتے ہیں اور معاشرے کا امن و سکون تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔

مفاہمت:

یہ سماجی بین عمل کی ایک شکل ہے جس میں افراد اپنے ماحول سے ہم آہنگی پیدا کرنے کوشش کرتے ہیں ایک فرد جس ماحول میں زندگی گزارتا ہے جب وہ اس کے مزاج کے خلاف ہو تو اسے ماحول سے مفاہمت اختیار کرنی پڑتی ہے اور اپنے سماجی تعلقات برقرار رکھنے کے لئے دوست، احباب، رشتے دار، گروہوں، قوموں، فرقوں، سیاسی جماعتوں سے مفاہمت کر کے ماحول سے مطابقت پیدا کرتا ہے۔

معمولی معمولی اختلافات یا بڑی بڑی جنگیں مفاہمت ہی سے ختم ہوتی ہیں۔جب دو افراد یا گروہوں میں تعارض پیدا ہو جائے تو ایک گروہ یا فرد خود مفاہمت کر کے اپنے آپ کو جنگ و جدل سے بچالیتا ہے۔جیل، ہسپتال اور عدالت میں پیسہ اور وقت اور اعصابی بیماریوں سے بچا جاسکتا ہے مفاہمت سے تعلقات برقرار، معاشرے میں امن، استحکام اور خوشحالی کی راہیں استوار کی جاسکتی ہیں۔

انسانی تہذیب وارتقاء پر مفاہمت کا کردار:

۱۔مفاہمت سے افراد نقصان سے بچ جاتے ہیں۔کیوں کہ لڑائی جھگڑے کی صورت میں جانی و مالی نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے۔

۲۔مفاہمت سے سماجی حیثیت میں اضافہ ہوتا ہے۔ایسے افراد مہذب و معزز تصور کئے جاتے ہیں۔

۳۔مفاہمت سے تنازعات ختم ہو جاتے ہیں۔

۴۔مفاہمت سے فرد کو سماجی مطابقت پیدا کرنے میں آسانی پیدا ہوتی ہے۔

۵۔مفاہمت سے اپنے آپ کو جسمانی اور ذہنی بیماریوں، عارضۂ قلب، فشار خون اور اضطراب سے بچایا جاسکتا ہے۔

۶۔ مفاہمت سے مسائل حل کرنے میں مدد ملتی ہے۔

۷۔ مفاہمت اگر دو ملکوں کے درمیان ہو تو ملک کے افراد بڑی جنگ سے بچ جاتے ہیں اور عوام میں سکون برقرار رہتا ہے۔

۸۔ مفاہمت انسانی کردار کی مثبت تشکیل میں نمایاں کردار ادا کرتی ہے۔

۹۔ مفاہمت دہشت گردی کی روک تھام میں مدد کرتی ہے۔

۱۰۔ مفاہمت سماجی استحکام کے معاملات میں مثبت حدود کی تشکیل میں معاون ثابت ہوتی ہے۔

حضورِ اکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ اور عالمگیر مفاہمت کے چند البیلے مظاہر

مفاہمت کی برتر پالیسی کائنات کو حضور سرور کونین ﷺ نے عطا فرمائی:

رسول کریم ﷺ کی بعثت سے قبل اہل عرب قبائلی زندگی بسر کر رہے تھے۔ ہر قبیلہ اپنے سردار کے احکام کو بجالانے میں سعادت مندی سمجھتا تھا۔ اجتماعی نظم وضبط کے فقدان سے ان میں خون ریزی اور لوٹ مار کا جذبہ عروج پر پہنچ چکا تھا۔ صدیوں تک شمشیر زنی و مردم کشی کے کھیل میں مشغول رہنے کی وجہ سے ان کو خون خواری کا ایسا چسکا لگ گیا تھا کہ خون ریزی کسی غرض کے لئے نہیں بلکہ مقصود بالذات بن گئی احترام انسانیت کی قدر و قیمت کا کوئی پیمانہ نہیں تھا۔ ہر قبیلہ دوسرے قبیلے پر اپنی بزرگی و شرافت اور بہادری و شجاعت کی دھاک بٹھانے کے لیے اپنے آپ کو طاقتور، ممتاز اور معزز ثابت کرنے کے لیے وہ ہر قسم کے خطرات برداشت کرنے پر آمادہ ہو جاتا۔ اسی تفاخر کے جذبے سے قبائل میں قتل وغارت کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا۔ اگر کوئی قبیلہ اپنے آدمی کا خون کا بدلہ لینے میں کوتاہی کرتا تو اسے بڑی ذلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور اس بزدلی سے اس کی شرافت کو بٹہ لگ جاتا تھا۔

رسول کریم ﷺ نے اس عرب معاشرے کے افراد کی سوچ، شعور، طرزِ فکر، طرزِ احساس، جذبات، طبیعت کی اندرونی ساخت کو بدل کر دنیا میں ایک عظیم انقلاب برپا کر دیا۔

کردار سازی، تعمیر شخصیت، محبت و اخوت، امن و سکون، عدل و انصاف، خوشحالی اور سیاسی، سماجی، مذہبی مفاہمت کے تمام چشمے سیرۃ النبی ﷺ سے پھوٹتے ہیں۔

آپ کی مفاہمتی حکمت عملی کا نتیجہ تھا کہ جو قبائل عصبیت کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے انہیں آفاقی تمدن کی لامحدود وسعتوں سے ہم کنار کیا وہ جو کسی قانون سے آگاہ نہ تھے انہیں شریعت سے فیض یاب کیا۔ وہ جو اجتماعی زندگی کے سلیقے سے محروم تھے انہیں پاکیزہ معاشرت کی اعلیٰ اقدار کا امین بنادیا۔ وہ جو گھوڑوں کو پانی پلانے کی باری پر جھگڑتے تھے اور نسلوں جھگڑتے رہتے تھے۔ بقول الطاف حسین حالی

کہیں پانی پینے پلانے پہ جھگڑا کہیں گھوڑا آگے بڑھانے پہ جھگڑا

انہیں خدائے واحد کے نام پہ جہاد کی عظمت سے روشناس کرایا وہ جو انسان کو کیڑے مکوڑے کی طرح بے وقعت جانتے تھے اور حقیر جانتے تھے انہیں عظمت آدم اور تکریم انسانیت کا پیامی بنادیا۔ وہ جو شتر بے مہار کی طرح ہر سو لپکتے اور بے ضبط جیتے تھے انہیں اطاعت و فرماں بردار بنا دیا وہ جو خود غرضی، مفاد پرستی اور نفسانیت کی دلدل میں ڈوبے ہوئے تھے انہیں خدمت، محبت اور ایثار کا پیکر بنادیا وہ جو ظلم و بربریت اور فتنہ و فساد کی علامت تھے انہیں امن، انصاف اور شائستگی کی تصویر بنادیا۔

حلف الفضول قیام امن کے لیے مستقل مفاہمت کا پیماں:

حرب فجار کے کچھ عرصے کے بعد حلف الفضول کا واقعہ پیش آیا یہ ایک مفاہمتی معاہدہ تھا۔ جس میں بنو ہاشم، بنی زہرہ اور بنی تمیم کے علاوہ دیگر قبائل بھی شامل تھے سب نے ملکر عہد کیا کہ ہم مظلوموں کا ساتھ دیں گے خواہ وہ کسی قبیلے کے ہوں یہاں تک کہ اس کا حق ادا کیا جائے۔ اور ملک میں ہر طرح کا امن قائم کریں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاہدے میں شرکت کی کیوں کہ یہ امن وامان کا معاہدہ تھا۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بہت پسند فرماتے تھے۔ آپ کے نزدیک اس معاہدے کی اتنی اہمیت تھی کہ زمانۂ رسالت میں بھی اس کا تذکرہ کرتے ہوئے فخر سے فرماتے کہ اس معاہدے کے مقابلے میں مجھے سرخ اونٹ بھی دیے جاتے تو میں نہ لیتا اور اب بھی شرکت کے لیے بلایا جائے تو میں اسے قبول کروں گا۔(۱)

حجرِ اسود کی تنصیب حسنِ مفاہمت کا شاہکار:

آپ کی عمر کا پینتیسواں سال تھا کہ قریش نے نئے سرے سے کعبہ کی تعمیر کی۔ وجہ یہ تھی کہ کعبہ قد سے کچھ اونچی چہار دیواری کی شکل میں تھا حضرت اسماعیل علیہ السلام کے زمانے میں اس کی بلندی ۹ ہاتھ تھی اور اس پر چھت نہ تھی اس کیفیت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے کچھ چوروں نے اس کے اندر رکھا ہوا خزانہ چرا لیا۔۔۔ اس کے علاوہ اس کی تعمیر پر ایک طویل زمانہ گزر چکا تھا۔ عمارت خستگی کا شکار ہو چکی تھی اور دیواریں پھٹ چکی تھیں۔ ادھر اسی سال ایک زور دار سیلاب آیا جس کے بہاؤ کا رخ خانہ کعبہ کی طرف تھا اس نتیجے میں کعبہ کسی بھی لمحے گر سکتا تھا۔ اس لئے قریش مجبور ہو گئے کہ اس کا مرتبہ و مقام بر قرار رکھنے کے لئے اسے از سرِ نو تعمیر کریں۔

اس مرحلے پر قریش نے یہ متفقہ فیصلہ کیا کہ خانہ کعبہ کی تعمیر میں صرف حلال رقم ہی استعمال کریں۔۔۔ لیکن کسی میں اسے گرانے کی جرأت نہیں ہوتی تھی بالآخر ولید بن مغیرہ مخزومی نے ابتدا کی جب لوگوں نے دیکھا کہ اس پر کوئی آفت نہیں ٹوٹی تو باقی لوگوں نے بھی اسے گرانا شروع کیا اور جب قواعد ابراہیم تک پہنچے تو اس کے بعد تعمیر کا آغاز کیا۔ تعمیر کے لئے الگ الگ ہر قبیلے کا حصہ مقرر تھا اور ہر قبیلے نے علیٰحدہ علیٰحدہ پتھر کے ڈھیر لگا رکھے تھے تعمیر شروع ہوئی جب عمارت حجرِ اسود تک بلند ہو چکی تو یہ جھگڑا کھڑا ہو گیا کہ حجرِ اسود کو اس کی جگہ رکھنے کا شرف و امتیاز کس کو حاصل ہو۔ یہ جھگڑا چار پانچ روز جاری رہا اور رفتہ رفتہ اس قدر شدت اختیار کر گیا کہ معلوم ہوتا تھا کہ سر زمینِ حرم میں سخت خون خرابہ ہو جائے گا۔ لیکن ابو امیہ مخزومی نے یہ کہہ کر فیصلے کی صورت پیدا کر دی کہ مسجد حرام کے دروازے پر دوسرے دن جو شخص سب سے پہلے داخل ہوا اسے اپنے جھگڑے کا حکم مان لیں۔ لوگوں نے یہ تجویز منظور کر لی اللہ تعالیٰ کی مشیت کہ اس کے بعد سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ لوگوں نے آپ کو دیکھا تو پکار اٹھے کہ :ھذا الامین رضیناہ ھذا محمد۔ "یہ امین ہیں، ہم ان سے راضی ہیں یہ محمد ہیں" پھر جب آپ ان کے قریب پہنچے اور انہوں نے آپ کو معاملے کی تفصیل بتائی تو آپ نے ایک چادر طلب کی بیچ میں حجرِ اسود رکھا اور متنازعہ قبائل کے سرداروں سے کہا کہ آپ سب حضرات چادر کے کنارے پکڑ کر اوپر اٹھائیں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا، جب چادر حجر اسود کے

مقام پر پہنچ گئی تو آپ نے اپنے دست مبارک سے حجرِ اسود کو اس کی مقررہ جگہ پر رکھ دیا۔ یہ بڑا معقول فیصلہ تھا۔ اس سے ساری قوم راضی ہو گئی۔(۲)

عظیم مفاہمتی معاہدہ:

ذی قعدہ ۶ھ میں آنحضرت ﷺ چودہ سو مسلمانوں کے ہمراہ زیارت کعبہ (عمرہ) کے ارادے سے مدینہ سے روانہ ہوئے۔ مکہ سے دس میل کے فاصلے پر حدیبیہ نامی مقام پر قیام فرمایا آپ نے قریش کو اطلاع دی کہ ہمارا مقصود عمرہ ہے جنگ نہیں۔ قریش کی ہم سے ایک معینہ مدت کے لئے معاہدہ کر لینے ہی میں بہتری ہے۔ اور انکار کا نتیجہ جنگ کے سوا کچھ نہیں۔۔۔ قریش نے سہیل بن عمرو العامری کو مختیار کل بنا کر بھیجا۔ دیر تک ردوقدح کے بعد ایک عظیم مفاہمتی معاہدہ تحریر ہوا۔(۳)

شرائط معاہدہ برائے امن و آشتی:

۱۔ مشرکین میں سے جو کوئی آپ کے پاس آئے گا وہ واپس کیا جائے گا۔

۲۔ مسلمانوں میں سے جو ان کے پاس آئے گا وہ واپس نہیں کریں گے۔

۳۔ آپ مکے میں آئندہ سال داخل ہوں گے۔ اور تین دن قیام کریں گے۔(۴)

۴۔ مسلمان کو اپنے ساتھ سامان حرب لانے کی اجازت نہیں ہو گی وہ صرف ایک تلوار لاسکتے ہیں جو نیام اور غلافوں میں بند ہو گی۔

۵۔ ہر دو فریق معاہدے کے درمیان دس سال لڑائی موقوف رہے گی۔

۶۔ قبائل عرب میں سے جو بھی قبیلہ اس معاہدے کے جس فریق کا حلیف بن کر اس معاہدے میں شامل ہونا چاہے گا اس کو مکمل اختیار ہو گا ہر دو فریق میں سے کوئی اس پر دباؤ یا اثر نہیں ڈالے گا۔(۵)

اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا کہ تحریر لکھ دیں اور یہ املا کرایا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اس پر سہیل نے کہا کہ ہم نہیں جانتے رحمٰن کیا ہے؟ آپ یوں لکھیے باسمك اللھم (اے اللہ تیرے نام سے) نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ایسا ہی لکھو۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے یہ املا کرایا، یہ وہ بات ہے جس پر محمد رسول اللہ ﷺ نے مصالحت کی۔

اس پر سہیل نے کہا اگر ہم جانتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو پھر نہ تو آپ کو بیت اللہ سے روکتے اور نہ جنگ کرتے۔ لہذا آپ محمد بن عبد اللہ لکھوایئے آپ نے فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں اگرچہ تم لوگ جھٹلاؤ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ محمد بن عبد اللہ لکھیں اور لفظ "رسول اللہ" مٹادیں لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے گوارا نہ کیا لہذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ہاتھ سے مٹا دیا اس کے بعد پوری دستاویز لکھی گئی۔(۶)

عرب کے بنجر ماحول پر پیغمبرانہ مفاہمت کے لازوال اثرات:

اس صلح کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکمل یک سُو ہو کر اپنی دعوتی سرگرمیوں پر توجہ دینے کا موقع مل گیا۔ یہی وہ زمانہ ہے کہ اصحابِ صفہ کی جو جماعت تیار ہو رہی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے وفود بنا بنا کر مختلف قبائل کی طرف بھیجنے شروع فرمائے۔ مزید برآں اب تک مسلمانوں اور مشرکین کا آپس میں کسی قسم کا کوئی رابطہ نہیں تھا۔ اس صلح کے بعد یہ روک ٹوک اٹھ گئی۔ آمدورفت شروع ہوئی۔ خاندانی اور تجارتی تعلقات وروابط کی وجہ سے کفار مکہ سے مدینہ منورہ میں آتے۔ طویل عرصہ تک قیام کرتے، مسلمانوں سے میل جول رہتا تھا باتوں باتوں میں اسلام کی دعوت، توحید اور مسائل کا تذکرہ اور ان پر تبادلہ خیال ہوتا رہتا تھا۔ ہر مسلمان اخلاص اور حسن عمل کا پیکر، نیکوکاری، حسن معاملات اور پاکیزہ اخلاق کی زندہ تصویر تھا جو مسلمان مکے جاتے تھے ان کی صورتیں ان کے اعمال، ان کے اخلاق، ان کے معاملات یہی مناظر پیش کرتے۔ ان اوصاف کی وجہ سے مشرکین مکہ کے دل خود بخود اسلام کی طرف کھچے چلے آئے۔ الغرض اس صلح کے نتیجہ میں اسلام جنگل میں آگ میں طرح پھیلنے لگا۔ مورخین اور سیرت نگاروں کا بیان ہے کہ اس صلح سے لے کر فتح مکہ تک اس قدر کثرت سے لوگ اسلام لائے کہ اس سے قبل نہیں لائے تھے۔(۷)

مفاہمت برائے امن و دوستی:

ہجرت کے بارہ ماہ بعد سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ صفر میں ابوا کی جانب پہلا سفر جہاد اختیار کیا اس لشکر کا علَم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ جب یہ لشکر ابوا کے مقام پر پہنچا اس علاقے میں بنو ضمرہ قبیلہ آباد تھا اس زمانے اس قبیلے کا سردار مخشی بن عمرو الضمری تھا اس کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ہوئی اور باہمی دوستی کا یہ معاہدہ طے پایا۔

"اللہ کے نام جو بہت رحم کرنے والا اور ہمیشہ مہربانی کرنے والا ہے یہ تحریر محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بنی ضمرہ کے لئے لکھی گئی ہے یعنی وہ امن میں رہیں گے ان کے جان ومال کو امن ہو گا اور جو آدمی ان پر حملہ کرنے کا ارادہ کرے گا انہیں اس کے مقابلے میں مدد دی جائے گی بجز اس کے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین میں لڑائی کرے۔ یہ معاہدہ باقی رہے گا جب تک سمندر کا پانی اون کو گیلا کرتا رہے گا اور نبی کریم ﷺ جب اپنی مدد کے لئے ان کو دعوت دیں گے تو وہ اس دعوت پر لبیک کہیں گے۔ اللہ اور اس کا رسول اس بات کا ذمہ دار ہے اور ان کی مدد کی جائے گی جو ان پر حملہ کرے گا خواہ نیک اور متقی ہو"(۸)

اس معاہدے کی اہمیت اور اس کی قدر و منزلت کا صحیح اندازہ صرف جنگ اور سیاست کے میدانوں کے ماہرین ہی لگاسکتے ہیں۔ بنو ضمرہ اگرچہ ابھی تک اپنے مشرکانہ عقائد پر قائم تھے لیکن اب وہ اپنے ہم عقیدہ اہل مکہ کی انگیخت پر مسلمانوں کے خلاف ان کی کوئی مدد نہیں کرسکتے تھے اس طرح یہ معاہدہ ایک بڑی کامیابی تھی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو مرحمت فرمائی۔

قیدیوں کے ساتھ حسنِ مفاہمت کا برتاؤ اور اس کے غیر معمولی اثرات:

غزوہ بدر کی عظیم فتح کے بعد سرکار دو عالم ﷺ جب واپس مدینہ منورہ تشریف لائے تو سب سے پہلے آپ نے جنگی قیدیوں کے قیام و طعام کا انتظام فرمایا دو دو چار چار قیدی حسبِ حیثیت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تقسیم کر دیئے گئے اور ارشاد فرمایا کہ ان کے آرام و آسائش کا پورا خیال رکھا جائے۔ خون کے پیاسوں کو قبائیں دی جارہی تھیں جان کے دشمنوں کے آرام وآسائش کا خیال رکھنے کی تلقین کی جارہی تھی صحابہ کرام نے اپنے آقا ﷺ کے ارشاد گرامی کو حرزِ جاں بنایا قیدیوں کا اس قدر خیال رکھا کہ خود بھوکے اور پیاسے رہے مگر اپنے قیدیوں کو کھلایا پلایا، دنیا کا کوئی متمدن معاشرہ جنگی قیدیوں سے حسن سلوک کی ایسی مثال پیش نہیں کرسکتا۔(۹)

انسانیت کی آفاقی تاریخ میں پیغمبرانہ مفاہمت کا لازوال شاہکار:

فتح مکہ کے بعد آپ نے دین و ایمان کے دشمنوں اور نخوت و رعونت کے پیکروں سے ایک سوال پوچھا جس نے ان پر لرزہ طاری کر دیا۔ فرمایا، اے قریش. !تمہارا کیا خیال ہے میں تم سے

کیسا سلوک کرنے والا ہوں؟ انہوں نے بیم ورجا میں ڈوبے ہوئے لہجے میں عرض کی۔ ظن خیراً۔ ہم حضور سے خیر کی امید رکھتے ہیں۔ "نبی کریم و اخ کریم و ابن اخ کریم وقد قدرت" آپ کریم نبی ہیں، کریم النفس بھائی ہیں اور ہمارے کریم و شفیق بھائی کے فرزند ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آج آپ کو قدرت و اختیار بھی عطا فرمایا ہے۔

فقال رسول اللہ ﷺ اقول کما قال اخی یوسف لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم و ھو أرحم الرحمین و اذھبوا انتم الطلقآء۔

"رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں آج تمہیں وہی بات کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہی تھی کہ آج میری طرف سے تم پر کوئی گرفت نہیں، اللہ تعالیٰ تمہارے سارے گناہوں کو معاف فرمائے اور وہ سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے"

عفوو درگزر، جود و کرم کا جو بے مثال مظاہرہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا انسانی تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ اس کی بلندی، اس کی پاکیزگی او راس کی عظمت، عدیم المثال ہے۔ کسی بادشاہ نے، کسی سیاسی راہنما نے، کسی فوجی جرنیل نے اس قسم کے کریمانہ اخلاق کا کبھی بھی مظاہرہ نہیں کیا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ کے بھیجے ہوئے نبی مرسل، جس کی رحمت اللہ کی حکمت اور جس کا عفوو درگزر اللہ تعالیٰ کی شان عفوودرگزر کا آئینہ دار ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے رحمت و حکمت سے لبریز جن کلمات سے اپنے دشمنوں کو عفو و حلم کا مژدہ سنایا تھا، یہ مژدہ جان فزا سن کر ان پر شادیٔ مرگ کی کیفیت طاری ہو گئی۔ گویا انہیں قبروں سے زندہ اُٹھایا گیا۔ وہ اس شان رحمت کو دیکھ کر جوق در جوق آگے بڑھ کر حضور کے دست مبارک پر اسلام کی بیعت کرنے لگے۔ اس فاتح اعظم نے اپنے خون کے دشمنوں کے سامنے اس عظیم فتح کے موقع پر جو خطبہ ارشاد فرمایا اس میں سب فاتحوں کے لئے رشد و ہدایت کا وہ دل کش درس ہے جس سے ہر کوئی مستفید ہو سکتا ہے۔(۱۰)

کمالِ مفاہمت کا لازوال نبوی ارمغان:

حضرت عثمان بن طلحہ بیان فرماتے ہیں کہ ہجرت مکہ سے پہلے ایک روز نبی کریم ﷺ سے میری ملاقات ہوئی۔ حضور ﷺ نے مجھے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ میں نے کہا

یا محمد! آپ کیسی عجیب وغریب باتیں کررہے ہیں؟ آپ مجھ سے توقع رکھتے ہیں کہ میں آپ کا پیرو کار بن جاؤں گا حالانکہ آپ نے اپنی قوم کے دین کو ترک کر دیا اور ایک نیا دین لے آئے ہیں؟ طلحہ بن عثمان کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں ہمارا یہ دستور تھا کہ ہم زائرین کے لئے سوموار اور جمعرات کو کعبہ شریف کا دروازہ کھولا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ تشریف لائے تاکہ دوسرے لوگوں کی معیت میں داخل ہوں۔ میں نے آپ کے ساتھ بڑی بدخلقی کا مظاہرہ کیا اور نہایت ناشائستہ انداز میں گفتگو کی۔ لیکن حضور ﷺ نے کسی قسم کی برہمی کا اظہار نہ کیا بلکہ بڑے حلم وبردباری سے میری بدکلامی کو برداشت کیا۔ البتہ بڑی نرمی سے مجھے فرمایا:

یا عثمان لعلك سترى هذا المفتاح يوما بيدى أضعه حيث ئت

اے عثمان! یاد رکھو ایک دن آنے والا ہے جب تو دیکھے گا کہ یہ کنجی میرے ہاتھ میں ہو گی اور جس کو چاہوں گا عطا کروں گا۔

میں یہ سن کر بوکھلا گیا اور میں نے کہا، کیا اس روز قریش کی عزت وآبرو خاک میں مل چکی ہو گی تبھی تو یہ انقلاب رونما ہو سکتا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا اے عثمان! جس دن یہ کنجی میرے ہاتھ میں ہو گی اُس روز قریش ذلیل و خوار نہیں ہوں گے بلکہ اُن کی عزت و شوکت کا آفتاب نصف النہار پر چمک رہا ہو گا۔

عثمان بن طلحہ نے کہا کہ حضور ﷺ کا یہ ارشاد میری لوحِ قلب پر نقش ہو گیا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ ایسا ہی ہو گا۔ اُن کی پاک زبان سے جو بات نکلتی ہے وہ لامحالہ ہو کر رہتی ہے۔ میں نے سوچا کہ میں مسلمان ہو جاؤں لیکن میری قوم کو میرے اس ارادے کی کہیں بھنک پڑ گئی، اُنہوں نے مجھے سختی سے جھڑکا، اس لئے میں نے ایمان لانے کا ارادہ ترک کر دیا۔

جس روز مکہ فتح ہوا تو حضور ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ کعبہ کی کلید پیش کرو۔ میری کیا مجال تھی کہ انکار کرتا۔ فوراً گھر سے چابی لے آیا اور بصد ادب، بارگاہ رسالت میں پیش کر دی۔ حضور ﷺ نے فرمایا، اے عثمان! تمہیں وہ دن یاد ہے جب میں نے تمہیں کہا تھا کہ ایک روز یہ میرے ہاتھ میں ہو گی اور میں جسے چاہوں گا عطا کر دوں گا۔ میں نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! بے شک

آپ نے ایسا ہی فرمایا تھا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ حضور اللہ کے رسول ہیں۔ سرکار دوعالم ﷺ نے وہ چابی مجھے عطا فرمائی۔ اور ساتھ ہی فرمایا، یہ چابی لے لو اور میں یہ تمہیں ابد تک کے لئے دے رہا ہوں اور تم سے جو یہ کلید چھینے گا وہ ظالم ہو گا۔(۱۱)

نپولین بوناپارٹ (Napoleon Bonaparte) آپ ﷺ کے مفاہمتی کردار کے دور رس نتائج کا اعتراف ان الفاظ میں کرتا ہے۔

"Mohammad,in reality, was a great leader of mankind. He preached UNITY among Arabs who were till then, torn as under to interncine quarrels, sometime resulting in bloody warferes. He brought them out of the depth of degradation and taught them the way in which they should live as human beings. His follower's conqured half of the world in a short time and the discipline which they maintained under his leadership was simply marvelous, and so was their bravery, courage and devotion to the cause which they loved and cherished. This, coupled with the contempt for death as taught by their leader, made them great soldiers and fighters like of whom history rarely produces. I simply marvel at the achievements of this Son of the Desert within a period of 15 years only a thing which Moses and Christ could not do in fifteen hundred years".

"I salute this great-man; I salute his qualities of head and heart."

"محمد ﷺ در حقیقت بنی نوع انسان کے ایک عظیم راہنما تھے۔ انہوں نے عربوں میں اتحاد و یکجہتی کا پرچار کیا جو اس وقت باہمی جھگڑوں اور مفسدہ پردازیوں کے باعث انتشار اور نا اتفاقی کا شکار تھے جس کا نتیجہ بعض اوقات خونی جنگوں کی صورت میں نکلتا تھا۔ آپ ﷺ نے ان کو ذلت و رسوائی کی پستی سے باہر نکالا اور انہیں انسانوں کی طرح زندگی گزارنے کا قرینہ سکھایا۔ آپ کے پیروکاروں نے مختصر عرصے میں آدھی دنیا کو فتح کر لیا اور وہ نظم اور پابندی قانون جس کو انہوں نے آپ ﷺ کی راہنمائی میں برقرار رکھا حیران کن تھی جس طرح ان کی جرات و بہادری اور مقصد سے لگن تھی جس کو وہ دل و جان سے عزیز رکھتے۔ ان کے اس شعار اور اور موت کو حقیر سمجھنے کے عمل نے جس کی تعلیم ان کے ہادی نے انہیں دی تھی ان کو عظیم

سپاہی اور مجاہد بنا دیا جن کی نظیر تاریخ شاذ ہی پیش کر سکتی ہے۔ میں پندرہ سال کے محدود عرصے میں فرزند صحرا کی نمایاں کامیابیوں پر انگشت بدنداں ہوں۔ یہ ایسا کارنامہ ہے جو موسیٰ (علیہ السلام) اور عیسی (علیہ السلام) پندرہ سو سالوں میں بھی انجام نہ دے سکے۔ میں اس عظیم انسان کو سلام پیش کرتا ہوں۔ میں ان کے دل و دماغ کی صفات حمیدہ کو سلام کرتا ہوں" ۔(۱۲)

مفاہمت سے عاری جدید معاشرے کی فتوحات:

خاندان کی تباہی، اخلاقی قدروں کی پامالی، عریانی، فحاشی کا فروغ، خود غرضی، تکبر، غرور، مفاد پرستی کا راج، قوم پرستی، احساس برتری، اسلحہ کی فراوانی، مذہبی، سیاسی، معاشرتی، معاشی سطح کی کش مکش، دہشت گردی، بربریت، درندگی، کنارہ کشی، لاتعلقی، ضد، ہٹ دھرمی، خودکشی، ڈاکہ زنی، دہشت گردی، مسجدوں، عبادت گاہوں پر حملے، سیاسی اور قبائلی انتقام کی آگ کا سمندر، نفرت و کدورت کا دریا، تعصب کے اندھیرے، تخریب کاری کے ڈیرے، خونی مقابلے، جبر و تشدد، انا پرستی، حرص و طمع اور لالچ نے جدید معاشرے کے انسان کو خواہشات کا غلام بنا دیا وہ اپنی ناجائز سیاسی، معاشی، معاشرتی، خواہشات کی تکمیل کے لئے اور دولت کی محبت نے اسے مجرمانہ ذہنیت کی دہلیز پر کھڑا کر دیا۔ تعیش پسندی کی تسکین کے لئے دھوکہ، فریب بد دیانتی، غبن، اس کی عادت ثانیہ بن چکی ہے۔ خوش حالی کی آرزو خود غرضی کے اندھیروں میں دھکیل رہی ہے اور معاشرہ افراتفری کا شکار دکھائی دیتا ہے خود غرضی انسان کو خود فریبی میں مبتلا کر رہی ہے۔ جو معاشرے کو دیمک کی طرح چاٹ رہا ہے۔ جدید معاشرے کا فرد امن و سکون، قلبی و روحانی تسکین کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ جس کا کامل حل سیرۃ النبی ﷺ میں مضمر ہے

؎ جس دین نے غیروں کے تھے دل آ کے ملائے
اس دین میں خود بھائی سے اب بھائی جدا ہے
دولت ہے نہ عزت نہ فضیلت نہ ہنر ہے
اک دین باقی ہے سو وہ بے برگ و نوا ہے

نبوی ﷺ مفاہمت حکمتِ عملی کے چند درخشاں اصول:

پیغمبر مفاہمت ﷺ نے انسانی جنگ و جدل ، ظلم و زیادتی کے شعور کو تبدیل کر کے مفاہمت کی شاہ راہ پر گامزن کر دیا جو عرب معاشرے میں خوش گوار تبدیلی کا باعث بنا جس کے فیض و کرم کے دھاروں سے بنی نوع انسان کی بنجر زمین میں امن ،چین ،سکون، محبت و مودت، عدل و انصاف اور باہمی رواداری کے دریا بہنے لگے۔ بے سکون اور مضطرب انسانیت کو امن، عافیت،اور سلامتی کی دہلیز پر کھڑا کر دیا آپ ﷺ کی ذات مقدسہ سراپا امن و سلامتی، سراپا رحمت، اور سراپا مفاہمت کا عظیم شاہ کار ہے آج ہم حضور اکرم ﷺ کی مفاہمت کی حکمت عملی پر عمل پیرا ہو کر معاشرے کو مذہبی، سیاسی، معاشرتی طور پر امن و سلامتی محبت و اخوت اور خوش حالی کا گہوارہ بنا سکتے ہیں آپ کی مفاہمتی حکمت عملی کے چند اصول ملاحظہ ہوں۔

حلال و حرام:

حضرت عمر بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمانوں کے درمیان صلح کے عہد و پیمان جائز ہیں۔ہاں ایسی صلح جائز نہیں جو حرام کو حلال یا حلال کو حرام بنادے۔ مسلمان اپنے طے کردہ شرائط کے پابند ہوں گے ،الاّ یہ کہ کوئی ایسی شرط جو حلال کو حرام یا حرام کو حلال میں تبدیل کر دے۔''(ترمذی، کتاب الاحکام)

شفقت:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ نرم (مہربان) ہے۔ وہ ہر معاملے میں نرمی کو پسند کرتے ہیں(مسلم: کتاب البر والصلۃ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک اللہ مہربان ہے۔ مہربانی کو پسند کرتا ہے اور وہ نرمی پر وہ چیز عطا فرماتا ہے جو (بے جا) سختی پر اور اس کے علاوہ کسی چیز پر عطا نہیں فرماتا (مسلم: کتاب البر وصلۃ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی نے مسجد میں پیشاب کر دیا، لوگ اسے مارنے کو دوڑے تو نبی ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو اور پیشاب پر پانی کا ایک ڈول بہادو۔ کیوں کہ تم آسانی کے لئے بھیجے گئے ہو۔ مشکل پیدا کرنے کے لئے نہیں بھیجے گئے۔ (بخاری: کتاب الصلوٰۃ)

صداقت:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک نیکی جنت کی طرف راہ نمائی کرتی ہے اور بلاشبہ آدمی سچ بولتا رہتا ہے اور راست بازی سے زندگی گزارتا ہے حتٰی کہ اللہ کے ہاں اسے صدیق لکھ دیا جاتا ہے۔ اور بے شک جھوٹ نافرمانی کی طرف راہ نمائی کرتا ہے اور یقیناً نافرمانی جہنم کی طرف راہ نمائی کرتی ہے اور بتحقیق آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اسے کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔'' (بخاری: کتاب الادب)

ضبطِ نفس:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پہلوان وہ نہیں ہے جو (حریف کو میدان) میں پچھاڑ دے بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس کو قابو میں رکھے،، (مسلم: باب الغضب الکبر)

انکساری:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''صدقہ کسی مال کو گھٹاتا نہیں ہے اور جو بندہ درگزر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی عزت میں اضافہ فرماتے ہیں اور جو کوئی اللہ کے لئے عاجزی اختیار کرتا ہے تو اللہ اسے بلند فرماتے ہیں،، (مسلم: کتاب البر)

عفوودرگزر:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ''نجد'' کی طرف ایک جنگ میں شرکت کے لئے گئے۔ ہم نے نبی ﷺ کو ایسی وادی میں موجود پایا جہاں درخت بہت تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک درخت کے نیچے پڑاؤ کیا اور اپنی تلوار اس درخت کی

ایک ٹہنی سے لٹکادی۔ لوگ وادی میں بکھر گئے تاکہ درختوں کے سائے میں بیٹھ جائیں (بعد میں) نبی اکرم ﷺ نے بتایا جب میں سو رہا تھا تو ایک شخص میرے پاس آیا اس نے میری تلوار پکڑی۔ میری آنکھ کھلی تو وہ میرے پاس کھڑا تھا اس وقت صرف یہی خیال آیا کہ اس کے ہاتھ میں ننگی تلوار ہے اس نے مجھ سے دریافت کیا تمہیں مجھ سے کون بچائے گا ؟ میں نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ، پھر اس نے دوسری مرتبہ دریافت کیا تمہیں مجھ سے کوئی بچائے گا؟ میں نے جواب دیا اللہ تعالیٰ، تو اس شخص نے تلوار نیام میں ڈال لی۔ وہ شخص بیٹھا ہوا ہے (راوی کہتے) نبی اکرم ﷺ نے اس شخص کو سزا نہیں دی۔ (مسلم: کتاب الفضائل، باب، توکل)

سخاوت:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: بھلائی کے کاموں میں نبی اکرم ﷺ سب سے زیادہ سخی تھے اور آپ کی سخاوت کا سب سے زیادہ اظہار رمضان کے مہینے میں ہوتا تھا۔ حضرت جبرائیل ہر سال رمضان کے پورے مہینے میں روزانہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ قرآن کا دور کیا کرتے تھے۔ جب جبرائیل آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تو نبی اکرم ﷺ بارانی ہواؤں سے زیادہ سخاوت کا اظہار فرماتے۔ (مسلم: باب حسن خلقہ)

حسنِ اخلاق:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ سب سے زیادہ اچھے اخلاق کے مالک تھے۔ (مسلم: باب حسن خلقہ)

حسنِ ظن:

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کوفہ آئے تو ہم لوگ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے ہاں گئے تو انہوں نے نبی اکرم ﷺ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ بدگمانی کا مظاہرہ نہیں کرتے تھے۔ (مسلم: باب حیاء)

آسانی پیدا کرنا:

سیدہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، نبی اکرم ﷺ کو جب بھی کسی ایسی دو چیزوں کا اختیار دیا گیا جن میں ایک دوسری سے آسان تھی تو آپ اسے اختیار کرتے جو زیادہ آسان ہوتی بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہوا گر ہوتا تو آپ سب سے زیادہ اس سے دور رہتے۔(مسلم: ترک الانتقام)

محبت:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اہلِ ایمان کی باہمی محبت، رحمت اور شفقت کی مثال ایک جسم کی طرح ہے کہ جب اس کا عضو بیمار ہو جائے تو اس کا پورا جسم بے خوابی اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔(مسلم: باب تراحم المومنین)

عیب پوشی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا بیان نقل کرتے ہیں کہ جو بندہ دنیا میں کسی بندے کی پردہ پوشی کرے گا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کرے گا۔
(مسلم: کتاب البر وصلۃ والادب)

صبر:

حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے اور حقیقت میں اس کی تو ہر حالت اچھی ہے، مومن کے لیے ہی یہ بات ہے اگر اسے خوشحالی نصیب ہو پھر وہ شکر کرے تو یہ بھی اس کے لیے بہتر ہے اور اگر اسے نقصان دہ معاملہ پیش آئے تو بھی اس کے لیے بہتر ہے۔(مسلم: کتاب الزھد)

شکر:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو تم میں سے بالا تر ہیں ان کو نہ دیکھو جو تم سے فروتر ہیں ان کو دیکھو اس طرح تم میں یہ صلاحیت پیدا ہو سکے گی کہ تم اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو حقیر نہیں سمجھو گے۔(مسلم: کتاب الزھد)

مرکزِ تقویٰ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرے، نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑے، نہ اس کو حقیر سمجھے۔ تقویٰ یہاں ہے (تین بار آپ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ فرمایا)۔ مزید آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا انسان کے لیے اتنا شر کافی ہے کہ وہ مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ ہر مسلمان کا خون، مال اور آبرو تمام مسلمانوں پر حرام ہیں۔(مشکوٰۃ باب الشفقۃ)

میانہ روی:

عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "حسنِ سیرت بردباری اور میانہ روی نبوت کے اجزاء میں سے چوبیسواں حصہ ہے(ترمذی: کتاب الادب)

توکل:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا" اگر تم اللہ پر اس طرح توکل کرو جس طرح توکل کرنے کا حق ہے تو وہ تم کو اس طرح روزی دے جس طرح پرندوں کو روزی دی جاتی ہے صبح سویرے خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو آسودہ ہو کر پلٹتے ہیں"۔(مشکوۃ باب التوکل)

خلاصۂ بحث:

انسان مسجودِ ملائکہ ہے اللہ تعالیٰ نے اسے ارضی خلافت سے سرفراز فرمایا اس کی رہبری و رہنمائی کے لئے انبیاء کا سلسلہ شروع کیا اسے بصیر و بصارت سے نوازا حضرت انسان کی مادی ضروریات کی تکمیل کے لئے دنیا کو اس کے لئے مسخر کر دیا تاکہ وہ دنیا میں اپنی زندگی عیش و عشرت سے گزار سکے۔ اس کی عظمت و شرف کا پیمانہ اس کا تقویٰ اور دین داری ہے وہ کائنات میں گل سرسبد اور اللہ تعالیٰ کا عدیم المثال شاہ کار ہے۔ اسلام انسانی تعلقات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے ان کی حدود کا تعین کیا تاکہ وہ رشتہ اخوت و محبت سے منسلک ہو جائیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے جس جاہل معاشرے میں رشد و ہدایت کا فریضہ سر انجام دیا وہاں نسلی امتیازات کا تصور ایک عقیدہ تھا انسانی عظمت و عزت اس کے نسب سے متعین ہوتی تھی۔ نسل پرستی کی وجہ سے انسان، انسان ہی کے ہاتھوں ذلیل و خوار تھا حضور ﷺ نے مساوات کا درس دیا۔ شخصی فضیلت کے اظہار کا ہر وہ دروازہ بند کر دیا جس سے فساد بپا ہوتا ہو۔ عصبیت پر ہمیشہ کے لئے خطِ تنسیخ پھیر دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ انسان اپنی اصل شاہ راہ پر گام زن ہو گیا مصنوعی حد بندیاں جنہیں وضع کیا گیا تھا وہ زمین بوس ہو گئیں انسان پھر شرافت کا متحمل اور عظمتِ آدمیت کا رفیق بن گیا۔

انسان معاشرت پسند ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ قدیم انسانی تہذیب کے آثار ہمیں ملتے ہیں جس سے انسان کی معاشرت پسندی کا ثبوت ملتا ہے۔ انسان کی بڑھتی ہوئی خواہشات نے قتل و غارت گری، لوٹ مار، خوں خواری اور درندگی کے مظاہرے بھی کئے اس کے بعد بھی انسان اجتماعیت کی طرف لوٹا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اپنے ظلم اور فساد کے باوجود انسان کے لئے اجتماعیت کے بغیر زندگی گزارنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے اسلام انسانوں کے باہمی میل و جول سے پیدا ہونے والی اجتماعیت کے استحکام کی تعلیم دیتا ہے۔ جب انسان اپنی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے اجتماعی یا انفرادی طور پر کردار ادا کرتا ہے تو اس کی یہ صورتیں بنتی ہیں، تعاون، مسابقت، تعارض اور مفاہمت ۔ انسان سماجی تعلقات قائم رکھنے کے لئے دوست، احباب، رشتے داروں، طبقوں اور جماعتوں سے مفاہمت کرکے ماحول سے مطابقت پیدا کرتا ہے۔ معمولی اختلاف یا بڑی بڑی جنگیں مفاہمت پر ہی ختم ہوتی ہیں۔

رسول اکرم ﷺ نے قیام امن و سلامتی اور حرمت انسان کے تحفظ کی خاطر بقائے باہمی کے اصول پر کاربند رہتے ہوئے مفاہمت کی حکمت عملی اپنائی جس کے لئے آپ ﷺ نے بڑی سے بڑی قربانی دینے سے گریز نہیں کیا۔ اسلامی تاریخ شاہد ہے کہ آپ کی سیاسی، معاشرتی مفاہمت سے ہمیشہ مثبت نتائج برآمد ہوئے۔ اس طرح آپ نے مسلمانوں کو بغیر جنگ و جدل سے امن و سکون اور سلامتی و چین کے اسباب مہیا کیے۔ آپ ﷺ نے اپنے عمل سے ثابت کیا کہ امن و سلامتی، طاقت اور جنگ و جدل سے نہیں مفاہمت سے قائم ہوتی ہے۔

موجودہ تناظر میں جب ہر طرف افراتفری اور بدامنی کا رواج ہے تو یہ تمام کیفیات سیرۃ النبی ﷺ سے دوری کا مظاہر ہیں۔ اگر آج سچے دل سے سیرۃ النبی ﷺ پر عمل کیا جائے یعنی سچائی، امانت، عفوودرگزر، عدل و انصاف، ایثارو قربانی، خدمت اور مفاہمت کے ذریعے معاشرے کو امن، ترقی اور خوشحالی کی طرف گامزن کیا جاسکتا ہے۔

نتائج کی بحث:

حضورِاکرم ﷺ کی پائیدار مفاہمت کی حکمت عملی کے مطالعے سے درج ذیل نتائج حاصل ہوتے ہیں:

۱۔ امن وسلامتی اسلامی معاشرے کا حسن ہے۔

۲۔ مفاہمت ملکی اور عالمگیر امن کی ضمانت ہے۔

۳۔ مفاہمت ایثار و قربانی اور رواداری کے ذریعے ہی ممکن ہے۔

۴۔ جنگ وجدل کے خطرات کو مفاہمت سے دور کیا جاسکتا ہے۔

۵۔ سیاسی ومذہبی تصادم کو مفاہمت کے ذریعے ختم کیا جاسکتا ہے۔

۶۔ مفاہمتی عمل خلوص پر مبنی ہو تو اس کے نتائج ہمیشہ مثبت برآمد ہوتے ہیں۔

۷۔ اکثر مفاہمت کمزور لوگ کرتے ہیں لیکن سیرۃ النبی ﷺ کے مطالعے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آپ نے بطور حاکم مکہ اپنے دشمنوں سے مفاہمت کر کے انہیں جان کی امان دی۔

۸۔ آپ ﷺ نے معاشرے کو امن کا گہوارہ بنانے کے لیے بڑی سے بڑی قربانی دینے سے بھی گریز نہیں کیا۔

۹۔ مفاہمت سے انتقام اور حسد کی آگ کو ٹھنڈا کیا جاسکتا ہے۔

۱۰۔ مذہبی وسیاسی انتہاپسندی کا خاتمہ مفاہمت ہی میں مضمر ہے۔

۱۱۔ مفاہمت فاتح عالم ہے۔

۱۲۔ طاقت سے نہیں بلکہ مفاہمت کی پالیسی اپنا کر دہشت گردی کا خاتمہ کیا جاسکتا ہے۔

۱۳۔ مفاہمت سے معاشرے کے افراد کو نفسیاتی امراض سے بچایا جاسکتا ہے۔

۱۴۔ مفاہمت کے ذریعے ملک کے دفاعی اخراجات میں کمی واقع ہو سکتی ہے۔

۱۵۔ جبر و تشدّد کے ذریعے سیاسی و مذہبی نظریات مت مسلط کیے جائیں۔

۱۶۔ مفاہمت اور منافقت دو الگ اور متضاد راہیں ہیں۔

سفارشات:

رسول اکرم ﷺ کی مفاہمتی حکمت عملی سے فیضیاب ہونے کے لیے درج ذیل سفارشات تجویز کی جاتی ہیں۔

۱۔ سیاست دان اور مذہبی رہنما مفاہمت کا عملی مظاہرہ کریں۔

۲۔ دوسروں پر صرف الزامات لگانے سے گریز کیا جائے۔

۳۔ نصاب میں مفاہمت کے عنوان کو شامل کیا جائے۔

۴۔ مفاہمت بطور مضمون میٹرک سے ایم۔ اے تک کے نصاب میں بطور مضمون شامل کیا جائے۔

۵۔ محراب و منبر سے مفاہمت کے عمل کو فروغ دیا جائے۔

۶۔ حضور ﷺ کی ہمہ جہت مفاہمتی پالیسی کے فروغ کے لیے تحقیقی مراکز قائم کیے جائیں۔

۷۔ دینی مدارس کے نصاب میں مفاہمت کے مضمون کو شامل کیا جائے۔

۸۔ مفاہمت کے فروغ میں حائل رکاوٹوں کا ہر سطح پر سدّباب کیا جائے۔

۹۔ میڈیا ایسے عناصر کا سدّباب کرے جو معاشرے میں مفاہمت کے عمل کو خطرات سے دوچار کر دیتے ہیں۔

۱۰۔ حضور ﷺ کی مفاہمتی حکمت عملی کو فروغ دینے کے لیے کانفرنسز منعقد کی جائیں۔

۱۱۔ مفاہمت پر عامل افراد کی حوصلہ افزائی کی جائے اور انہیں انعامات سے نوازا جائے۔

۱۲۔ مفاہمتی حکمت عملی کو مختلف الخیال مذاہب، فرقوں، سیاسی جماعتوں اور قبائل کے درمیان معاہدات کیے جائیں۔

ماخذومراجع:

۱۔امتیاز احمد پراچہ، تاریخ اسلام، صفحہ نمبر ۱۳۰، رہبر پبلشر کراچی۔
۲۔ صفی الرحمن مبارک پوری، الرحیق المختوم، صفحہ نمبر ۹۳۔۹۲، المکتبۃ السلفیہ لاہور۔
۳۔ علی محمد شاہین، تاریخ اسلام، ص ۱۵۲، مکتبہ فریدی، کراچی۔
۴۔ محمد بن سعد، طبقات ابن سعد، حصہ اول، صفحہ نمبر ۴۴۴، نفیس اکیڈمی کراچی۔
۵۔عبدالعزیز عرفی، جمال مصطفی، جلد چہارم، صفحہ نمبر ۱۸۰، ۱۸۲، گیلانی پبلشر کراچی۔
۶۔ صفی الرحمن مبارک پوری، الرحیق المختوم، صفحہ نمبر ۴۲۶، المکتبۃ السلفیہ لاہور۔
۷۔اسرار احمد ڈاکٹر، منہج انقلاب نبوی، صفحہ نمبر ۲۲۴۔
۸۔ محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء النبی، جلد سوم، صفحہ نمبر ۲۷۰، ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور۔
۹۔ محمد طاہر القادری ڈاکٹر، سیرۃ الرسول، جلد ہشتم، صفحہ نمبر ۲۸۲، منہاج القرآن پبلیکیشنز لاہور۔
۱۰۔ محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء النبی، جلد چہارم، صفحہ نمبر ۴۴۶، ۴۴۵، ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور۔
۱۱۔ محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء النبی، جلد چہارم، صفحہ نمبر ۴۷۰، ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور۔
۱۲۔ محمد طاہر القادری ڈاکٹر، سیرۃ الرسول، جلد ہفتم، صفحہ نمبر ۵۸۹، منہاج القرآن پبلیکیشنز لاہو۔

عہدِ نبوی میں خواتین کی معاشی سرگرمیاں

(عصرِ حاضر میں استفادہ کی صورتیں)

صومیہ محبوب ☆ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس (ڈین عربی وعلومِ اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی فیصل آباد)

Abstract:

"In the reign of Hazrat Mohammad (ﷺ) the best practical pattern of Muslim women appears before and it is proved that like other fields of life women also participated in the economic field according to the urgency of time By using the different proper means of attainment of economy they tried to having legitimate subsistence by this two important advantages to be obtained first is providing honorable life for herself and for the family in the absence of guardian or in the time of poverty and second is attainment of high position by giving charity in the way of Allah through own economic trade the pattern of that Muslim women is a guideline for this age of women"

Keywords: Economy, Legitimate, Charity, Attainment, Trade.

اسلام ایک عالمگیر اور ہمہ گیر دستور حیات ہے انسان کا کوئی پہلو ایسا نہیں خواہ وہ انفرادی ہو یا اجتماعی، سیاسی ہو یا اخلاقی، معاشرتی ہو یا معاشی جس کے متعلق دینِ اسلام میں اصولِ رہنمائی موجود نہ ہوں۔ انسان کی زندگی میں معاشی معاملات کی اہمیت کی وجہ سے دینِ اسلام نے مضبوط بنیادوں پر استوار نظامِ معیشت متعارف کروایا اور معیشت کے بارے میں اولین بنیادی حقیقت، جسے قرآن نے بار بار بیان کیا، یہ ہے کہ وہ تمام ذرائع ووسائل جن پر انسان کی معاش کا انحصار ہے، اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے ہیں اور وہ تمام ذرائع وسائل انسان کے لیے نافع ہیں۔

ارشادِ خداوندی ہے:

"هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ"(۱)

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر کسبِ معاش کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے اور انسان کو حصولِ رزق کی تاکید فرمائی گئی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ" (۲)

(اور ہم نے تمہارے لیے زمین میں معیشت کے سامان بنائے۔)

ارشادِ ربانی ہے:

"فَاذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ" (۳)

(پس جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل (رزق) تلاش کرو۔)

اسی طرح رسول اکرم ﷺ کا اسوہ، آپ ﷺ کی تعلیمات ہمیں بھرپور معاشی جدوجہد کی ترغیب دیتی ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

" ان اطیب مااکل الرجل من کسبه" (۴)

(بے شک سب سے عمدہ کھانا وہ ہے جو انسان اپنی کمائی سے کھائے۔)

حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ:

"سئل النبی ﷺ ای کسب الرجل اطیب ؟ قل: عمل الرجل بیده وکل بیع مبرور "(۵)

(نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ آدمی کی سب سے پاکیزہ کمائی کون سی ہے؟)

فرمایا: "آدمی کا اپنے ہاتھ سے کمانا اور ہر وہ تجارت جو نیکی اور بھلائی پر مشتمل ہو۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لأن یحتزم احد کم حزمة من خطب فیحملها علی ظهره فیبیعها خیرله من ان یسأل اجلاً یعطیه او ر یمنغه" (۶)

(اگر کوئی لکڑی کا گٹھا باندھے پھر اسے اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے اور اسے بیچ دے تو یہ اس کا یعنی انسان کا کسبِ معاش کے لیے کوشش کرنا اس کی عزت نفس کی حفاظت ہے حضرت مقدام سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مااکل احد طعام خیر من ان یاکل من عمل یدہ وان نبی اللہ داؤد علیہ السلام کان یاکل من عمل ھدہ" (۷)

(کسی شخص نے اس شخص سے بہتر کمائی نہیں کھائی ہو گی جو خود اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتا ہو۔ اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام بھی اپنے ہاتھ سے کام کر کے روزی حاصل کرتے تھے۔)

اسی طرح آپ ﷺ نے اپنے عمل کے ذریعہ بھی کسبِ معاش کی ترغیب دلائی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مابعث اللہ بنیا الا رعی فقال اصحابہ وانت فقال نعم کنت ارعھا علی قرا ربط لاھل مکۃ"(۸)

(اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں اس پر آپ ﷺ کے صحابہ نے پوچھا اور آپ ﷺ نے بھی؟ فرمایا: کہ ہاں، میں بھی مکہ والوں کی بکریاں چند قیراط کی اجرت پر چرایا کرتا تھا۔)

آپ ﷺ کے عمل اور ارشادات سے واضح ہوتا ہے کہ حصولِ رزق کے لیے پوری جدوجہد کرنی چاہیے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

"وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِى الْاَرْضِ وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ؕ قَلِيْلاً مَّا تَشْكُرُوْن" (۹)

(اور البتہ تحقیق ہم نے تم کو زمین میں رہنے کی جگہ دی اور ہم نے تمہارے لیے اس میں سامانِ معیشت پیدا کیے۔ تم میں سے کم لوگ شکر ادا کرتے ہیں۔)

یہ آیت ثابت کرتی ہے کہ دینِ اسلام نے وسائل رزق صرف مردوں کے لیے مخصوص نہیں کیے۔ یہی وجہ ہے کہ عہد نبوی ﷺ میں مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین نے بھی کسبِ معاش کی کوششیں کی اور معاشی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیا۔ اگرچہ دین اسلام نے کسبِ معاش کے لیے دوڑ دھوپ اور تگ و دو مرد کے ذمہ عائد کی ہے اور عورت کو گھر کے اندرونی نظام کی ذمہ داری سونپی ہے۔ تاہم کسبِ معاش عورت پر حرام نہیں بشرطیکہ وہ ضابطے کی پابندی کرے۔

مطالعہ عہدِ نبوی ﷺ سے بہت سے ایسے شواہد ملتے ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خواتین مختلف معاشی سرگرمیوں میں حصہ لیتی تھیں اور ان کا طرزِ عمل آج کی مسلمان خواتین کے لیے نمونہ عمل ہے۔

خواتینِ عہد نبوی ﷺ کی معاشی سرگرمیوں کا جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے درج ذیل مبادین معیشت میں حصہ لیا۔

ا۔ تجارت (Trading):

وسائل معیشت میں سب سے اہم وسیلہ تجارت ہے۔ اقتصادی نظام کی ترقی کا دارو مدار تجارت پر موقوف ہے۔ عہد نبوی ﷺ میں بھی لوگ تجارت کے پیشے سے منسلک تھے اور مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین نے بھی تجارتی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیا۔

اس حوالے سے سرفہرست حضرت خدیجہ بنت خویلہ کا نام آتا ہے۔

''الطبقات الکبری'' میں مذکور ہے کہ:

''آپ مردوں سے تجارت کرایا کرتی تھیں سرمایہ آپ کا ہوتا تھا اور نفع میں آپ اور آپ کا شریک مرد دونوں برابر کے حصہ دار ہوتے تھے'' (۱۰)

ان کے علاوہ بھی بہت سی دوسری خواتین تھیں جو مختلف اشیاء کی تجارت کرتی تھیں۔

ا۔ کھال کی تجارت:

ا۔ حضرت ہالہ بنت خویلد:

''حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں اور چمڑے کی کھال کی تجارت کرتی تھیں۔'' (۱۱)

ب۔ مختلف اشیا کی تجارت:

ا۔ حضرت قیلہ انماریہ:

یہ نہایت مشہور تاجرہ تھیں۔ خود بیان کرتی ہیں کہ:

''انی امرأۃ اشتری وابیع...'' (۱۲)

(اور انہوں نے آپ ﷺ سے باقاعدہ خرید و فروخت کے اصول وضوابط سیکھے۔)

ج۔ عطر کی تجارت:

عہد نبوی ﷺ میں خواتین کا ایک اہم پیشہ عطر فروشی تھا۔

ا۔ سید ملیکہ ام سائب:

یہ سائب بن اقرع کی والدہ تھیں اور عطر بیچا کرتی تھیں۔ ان کے فرزند کا بیان ہے کہ:

" ان امہ ملیکۃ دخلت تبیع العطر من النبی ﷺ "(۱۳)

(میری والدہ ملیکہ حضور ﷺ کی خدمت میں عطر بیچنے کے لیے حاضر ہوئیں۔)

۲۔ حولاٗ بنت تویت:

یہ خاتون ایسی عطر فروش تھیں کہ وہ "العطارہ" کے نام سے مشہور ہو گئی تھی۔ حضرت حولاٗ بنت تویت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اپنے خاوند کا مسئلہ لے کر حاضر ہوئیں اور جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو فرمایا:

" انی لاجد ریح الحولاٗ فھل اتتکم وھل ابتعتم منھا شیأ "

(مجھے حولاٗ کی خوشبو آرہی ہے کیا وہ تمہارے پاس آئی ہے؟ کیا تم نے اس سے کچھ خریدا ہے۔)

۳۔ اسماء بنت مخربہ:

مشہور سردار مکہ ابو جہل مخزومی کی ماں تھیں۔ ان کے فرزند عبد اللہ بن ابی ربیعہ یمن سے عمدہ عطر ان کے پاس بھیجا کرتے تھے۔ جسے وہ فروخت کرتی تھیں اور بالعموم خواتین خانہ ان ہی سے عطر خریدتی تھیں۔(۱۴)

خواتین کا تجارتی طریقہ کار(Ways of Trading):

خواتین کی تجارتی سرگرمیوں کا جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ مختلف طریقوں کے ذریعہ انہوں نے تجارت میں حصہ لیا۔ مثلاً

ا۔ ملازمین سے کام لینا:

ایک طریقہ کار یہ تھا کہ وہ اپنے غلاموں یا منتخب لوگوں کے ذریعہ تجارت کرتی تھیں۔

حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے حوالے سے مذکور ہے کہ:

"کانت خدیجۃ امرأۃ تاجرۃ ذات شرف ومال تستأجر الرجال فی مالھا" (۱۵)

(خدیجہ ایک تجارت پیشہ اور معزز خاتون تھیں وہ اپنے مالِ تجارت کی خرید وفروخت کے لیے مردوں کو اجرت پر رکھ لیتی تھیں۔)

بسرہ بنت غزوان کے حوالے سے روایت ہے کہ:

"بسرہ بنت غزوان انی کان ابوھریرہ اجیرھافی العھد البنوی ﷺ" (۱۶)

(نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں حضرت ابوہریرہ نے بسرہ بنت غزوان کی مزدوری کی۔)

صحیح بخاری میں ایک انصاری خاتون کا ذکر ہے جس نے اپنے بڑھئی غلام سے آپ ﷺ کے لیے منبر تیار کروایا۔ اس عورت نے عرض کی:

"فان لی غلاما تجارا قال ان شئت قال فعملت له المنبر" (۱۷)

۲۔ کتاباتی طریقہ تجارت:

اسمأ مخربہ کے حوالے سے جو روایت بیان کی گئی ہے اس سے خواتین کا یہ تجارتی طریقہ کار واضح ہوتا ہے:

"اسماء بنت مخربہ خریداروں سے تب قیمت وصول کرتی جب ان کو حاکم وقت کی طرف سے عطیات وصول ہو جاتے تب تک وہ لکھ لیا کرتی تھیں کہ خریداروں کے ذمہ کتنی رقم ہے۔" (۱۸)

۳۔ مقرر مقام پر تجارت کرنا(Trading at specific place) :

"ام معبد خزاعیہ کے حوالہ سے روایت بیان کی جاتی ہے کہ انہوں نے اشیاء فروخت کرنے کے لیے اپنا خیمہ مقرر کیا ہوا تھا۔"(۱۹)

۴۔ گھر گھر جا کر اشیاء فروخت کرنا(House Marketing):

عہد نبوی ﷺ میں خواتین کا ایک معروف تجارتی طریقہ گھر گھر جا کر اشیاء فروخت کرنا تھا۔ جیسا کہ حضرت حولأ کے متعلق مذکور روایت سے واضح ہوتا ہے کہ وہ گھر گھر جا کر فروخت کرتی تھیں۔

الغرض تاریخی واقعات و شواہد ثابت کرتے ہیں کہ خواتین نے کسبِ معاش کے لیے مختلف طریقوں کو اپناتے ہوئے تجارتی سرگرمیوں میں بھرپور شرکت کی اور ان کو مختلف تجارتی مواقع بھی حاصل تھے۔

۲/ کھیتی باڑی اور باغبانی:

ذرائع کسبِ معاش میں ایک اہم ذریعہ زراعت ہے۔ عہدِ نبوی ﷺ کے حالات و واقعات یہ ثابت کرتے ہیں کہ مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین نے بھی اس میں مختلف انداز سے حصہ لیا۔

ا۔ کاشتکاری:

بخاری میں ایک ایسی خاتون کا ذکر ملتا ہے جو سبزیوں کی کاشت کیا کرتی تھی۔ حضرت سہل بن سعد بیان کرتے ہیں کہ:

"كانت فينا امرأة تجعل على اربعأ في مزاعة لها سلقا" (۲۰)

(ہمارے یہاں ایک خاتون تھیں جن کی اپنی کھیتی تھی وہ نالیوں کے اطراف میں چقندر کی کاشت کیا کرتی تھیں۔)

۲۔ کھیتی و شجرکاری:

عہد نبوی میں خواتین شجرکاری تھی کرتی تھیں۔

حضرت جابر بن عبد اللہ کی خالہ نے دورانِ عدت اپنے کھجور کے درخت کاٹنے کی اجازت لی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"بلى فجدى نخلك" (۲۱)

(کیوں نہیں! کھیت جاؤ اور اپنے کھجور کے درخت کاٹو۔۔۔)

"ام مبشر انصاریہ کے کھجور کے باغ تھے اور وہ شجرکاری کرتی تھیں۔ آپ ﷺ ان کے باغ میں تشریف لے گئے اور ان کی حوصلہ افزائی فرمائی۔" (۲۲)

۳۔ باغبانی:

عہد نبوی میں خواتین کے اپنے باغات تھے جو ان کے لیے حصول آمدنی کا ذریعہ

تھے۔ابوحمید سامری نے طویل روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہم وادی قریٰ سے گزرے تو ایک عورت پر نظر پڑی جو اپنے باغ میں باغبانی کر رہی تھی۔۔۔(۲۴)

اس کی علاوہ متعدد خواتین کے نام ملتے ہیں جو دوسروں کے باغات میں باغبانی کرتی تھیں۔

۴۔کھیتوں میں کام:

زراعتی حوالے سے ایک اہم پہلو یہ ہے کہ خواتین کھیتوں میں کام کرتی تھیں کھیتوں میں مختلف نوعیت کے کام کرتی تھیں مثلاً گٹھلیاں چنتی اور مزدوری کرتی تھیں۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے اپنی شادی کے متعلق طویل روایت ذکر کی ہے جس میں مذکور ہے کہ:

"کنت انقل النویٰ من ارض الزبیر...." (۲۵)

(میں زبیر کی زمین سے اپنے سر پر کھجور کی گٹھلیاں لایا کرتی تھی۔۔۔)

"حرقا" نامی عورت کے حوالے سے مذکور ہے کہ:

"کانت امرأۃ حبشیۃ تلقط النوی...."(۲۶)

(وہ حبشیہ عورت تھی جو گٹھلیاں چنتی تھی۔۔۔۔)

یعنی خواتین کھیتوں میں کام کرنے کا کافی رجحان پایا جاتا تھا۔اگر خواتین کی اپنی ذاتی زرعی زمینیں اور کھیت وغیرہ نہ ہوتے تو وہ دوسروں کے کھیتوں میں کام کر کے کماتی تھیں۔

۵۔ٹھیکے پر زمین لینا:

ابوداؤد میں ایک روایت ذکر کی گئی کہ عمران بن سہل نے اپنی زمین ایک عورت کو دوسو درہم کے بدلے ٹھیکے پر دی تھی۔

"فقال: اکرینا ارضنا فلانۃ بمائتی درھم" (۲۷)

گویا کہ خواتین کسبِ معاش کے لیے کھیتی باڑی اور باغبانی وغیرہ بھی کرتی تھیں اگرچہ یہ محنت طلب کام تھا لیکن حالات وواقعات ثابت کرتے ہیں کہ مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین بھی اس میں سرگرم تھیں۔

۳۔ خواتین کی جنگی سرگرمیوں کی نوعیت:

یہ امر تو طے شدہ ہے کہ شریعت نے دفاع ریاست کی ذمہ داری حکومت پر ڈالی ہے کیونکہ جنگ ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں کا بھرپور اظہار ہے۔ لیکن روایات، سوانح، آثارِ سیرت اور احادیثِ نبوی بتاتی ہیں کہ اول روزِ جہاد سے مسلم خواتین اور صحابیات میں روحِ جہاد موجود تھی۔ اگرچہ میدان جنگ میں جانا ان کے لیے فرض نہ تھا لیکن اس کے باوجود رسول اکرم ﷺ نے متعدد خواتینِ اسلام کو مختلف غزوات و مہمات میں شرکت کی اجازت مرحمت فرمائی۔

معاشی نقطۂ نظر سے ان خواتین کی جنگی سرگرمیوں کا جائزہ لیا جائے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ خواتین کسب معاش کے لئے جنگ میں حصہ نہیں لیتی تھیں بلکہ کلمۂ الٰہی کی سربلندی کی خواہش اور مختلف رفاہی خدمات سرانجام دینے کے لیے جنگی سرگرمیوں میں شامل ہوتی تھیں لیکن اگر عصرِ حاضر میں خواتین کی معاشی سرگرمیوں کا جائزہ لیا جائے تو جنگی سرگرمی ایک اہم اور قابل عزت معاشی سرگرمی کے طور پر سامنے آتی ہے۔ آج خواتین کی ایک کثیر تعداد دفاع ریاست کے مختلف شعبوں سے منسلک ہیں اور اس کے ذریعہ باعزت طریقے سے کمارہی ہیں۔

عہد نبوی میں خواتین مجاہدین کے ساتھ جنگوں میں شریک ہوتی تھیں اور مختلف قسم کے کام سرانجام دیتی تھیں جن سے ان کی مختلف صلاحیتوں کا اظہار ہوتا تھا۔

عصرِ حاضر کے نامور سیرت نگار ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی لکھتے ہیں کہ:

''بہت سی خواتین اسلام نے متعدد غزوات نبوی ﷺ میں بھرپور حصہ لیا تھا ان میں سے کئی تو مشکل مجاہدات کے زمرے میں شمار کیے جانے کے لائق ہیں کہ بیشتر غزوات میں انہوں نے رفاہی خدمات کے ساتھ ساتھ فوجی اور جنگی خدمات بھی انجام دیں۔''(۲۸)

خواتینِ عہد نبوی کی جنگوں میں شرکت درج ذیل نوعیت کی ہوتی تھی:

ا۔ فوجیوں کی حوصلہ افزائی:

''ام زیاد اشجعیہ بیان کرتی ہیں کہ وہ غزوہ خیبر میں شامل ہونے والی چھ میں چھٹی عورت تھیں اور ان کو اس بات پر شامل لشکر ہونے کی اجازت ملی کہ وہ سپاہ کو جوش دلانے کے لیے رجزخوانی کریں گی۔''(۲۹)

"غزوہ احد میں قریشی خواتین میں گانے بجانے والیوں اور رجز پڑھنے والیوں نے شرکت کی تھی۔"(۳۰)

۲۔امدادی کاروائیاں:

خواتین جنگوں میں مختلف امدادی کام سرانجام دیتی تھیں۔ خواتین کی امدادی کاروائیاں درج ذیل نوعیت کی تھیں۔

ا۔زخمیوں کا علاج معالجہ:

خواتین جنگوں میں جو سب سے اہم کام سرانجام دیتی تھیں وہ زخمیوں کی دیکھ بھال اور ان کا علاج کرنا تھا۔اس سلسلے میں اہم خواتین کے نام درج ذیل ہیں:

ا۔ربیع بنت معوذ:

"غزوات میں شامل ہوتی تھیں۔ زخمیوں کا علاج کرتیں اور مقتولین کو اٹھا کر مدنیہ لاتی تھیں۔"(۳۱)

۲۔ام سیلم:

"زخمیوں کا علاج کرتی تھیں۔"(۳۲)

۳۔لیلیٰ الغفاریہ:

"طب اور جراحی میں مہارت رکھتی تھیں۔ زخمیوں کا علاج کرتیں اور مریضوں کے پاس ٹھہرتی تھیں۔"(۳۳)

۴۔حمنہ بنت جحش:

"زخمیوں کو اٹھاتی اور ان کا علاج معالجہ کرتی تھیں۔"(۳۴)

۵۔ام سنان اسلیمہ:

"طبیب وجراح تھیں اور اس حیثیت سے جنگوں میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔"(۳۵)

٦۔ام عمارہ:

"ان کے پاس پٹیاں تھیں جو زخمیوں کی مرہم پٹی کے لیے تیار کر رکھی تھیں۔"(۳٦)

ب۔ کھانا فراہم کرنا:

خواتین میدان جنگ میں لڑنے والے سپاہیوں کے لیے کھانے کا انتظام بھی کرتی تھیں۔

"حضرت ام عطیہ انصاریہ کا بیان ہے کہ غزوات میں رسول ﷺ کے ساتھ ہوتی تھیں۔۔۔

فاصنع لھم الطعام۔"(۳۷)

ج۔زخمیوں کو پانی پلانا:

خواتین میدان جنگ میں زخمی ہونے والوں کو پانی پلاتی تھیں تاکہ وہ تازہ دم ہو کر راہِ خدا میں لڑیں۔

ا۔عائشہ بنت ابی بکرؓ اور ام سلیم: غزوہ احد میں دونوں خواتین مشکیں اپنی پشت پر لاد کر لاتی تھیں اور لوگوں کے منہ میں ڈالتی۔(۳۸)

۲۔ام سلیط: حضرت عمر کا بیان ہے کہ فانھا کانت تزفر لنا القرب یوم احد۔(۳۹)

۳۔جدہ ضمرہ بن سعیب: کانت قد شھدت احد التسقی الماً۔(۴۰)

غزوۂ احد میں شریک تھیں اور پانی پلانے کی خدمت انجام دیتی تھیں۔

۴۔ام ایمن: حضرت ام یمن احد و کانت تسقی الماً۔(۴۱)

غزوۂ احد میں حاضر تھیں اور پانی پلاتی تھیں۔

د۔سامان رسد کی فراہمی:

خواتین کی امدادی کاروائیوں میں ایک کاروائی یہ بھی تھی کہ وہ میدان جنگ میں لڑنے والے جنگجوؤں کو سامان رسد فراہم کرتی تھیں۔

"ام زیاد اشجعیہ کا بیان ہے کہ ہمیں اس بات پر شرکت جنگ کی اجات ملی کہ ہم تیر اندازوں کو تیر اٹھا اٹھا کر دیں گی۔"(۴۲)

۳۔ میدان جنگ میں عملی شرکت:

ایک طرف خواتین کی جنگ میں شرکت بطور معاونات کے تھی تو دوسری طرف خواتین میں اس قدر جوش وجذبہ موجود تھا کہ حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے وہ لڑنے کے لیے میدانِ جنگ میں اتر جاتی تھیں۔ اس سلسلے میں درج ذیل خواتین کے نام سامنے آتے ہیں:

۱۔ نسیبہ بنت کعب: ان کی کنیت ام عمارہ ہے اور کنیت سے مشہور ہیں۔ غزوہ احد میں شریک ہوئیں اور آپ ﷺ کے دفاع میں تیر اندازی کی۔ (۴۳)

۲۔ ام سلیم بنت ملحان: جنگوں میں عملی طور پر شامل ہوتی تھیں اور ان کے پاس باقاعدہ جنگی ہتھیار تھے۔ (۴۴)

۳۔ احرام بنت ملحان: نہایت بہادر خاتون تھیں اور متعدد غزوات میں عملی طور پر شرکت کی۔ (۴۵)

۴۔ ام حکیم بنت حارث: نہایت باہمت اور بہادر خاتون تھیں اور بوقت ضرورت بلاخوف و خطر میدانِ جنگ میں اپنی بہادری کے جوہر دکھاتی تھیں۔ (۴۶)

گویا خواتین نے میدان جنگ میں امدادی کاروائیوں کے ساتھ ساتھ عملی طور پر بھرپور شرکت کی۔ خواتین کے لیے۔

۴۔ مال غنیمت میں سے عطایا:

آپ ﷺ جنگ میں شرکت کرنے والی خواتین کو مالِ غنیمت میں سے عطیہ دیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کا خواتین کو مالِ غنیمت میں سے عطیہ دینا ثابت کرتا ہے کہ جنگ میں خواتین کو شرکت Considerable تھی۔

روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ درج ذیل خواتین کو مالِ غنیمت میں سے عطیہ دیا گیا:

نمبر شمار	خاتون کا نام	جس غزوہ میں شامل ہوئیں	حصے کی مقدار
۱۔	ام الضحاکہ بنت مسعود	غزوۂ خیبر	مرد کے برابر حصہ (۴۷)

۲۔	حمنہ بنت جحش	غزوۂ احد اور خیبر	تیس وسق کھجوریں (۴۷)
۳۔	ام العلاءٔ انصاری	غزوۂ احد اور خیبر	تین بار (۴۹)
۴۔	ام مطاع اسلیمہ	غزوۂ خیبر	مرد کے برابر حصہ (۵۰)
۵۔	ام رمشہ	غزوۂ خیبر	چالیس وسق (۵۱)
۶۔	ام سنان اسلیمہ	غزوۂ خیبر	غنیمت میں سے کچھ حصہ (۵۲)
۷۔	امیہ بنت قیس	غزوۂ خیبر	غنیمت میں سے کچھ حصہ (۵۳)
۸۔	کعیبہ بنت سعید	غزوۂ احد اور خیبر	مرد کے برابر حصہ (۵۴)
۹۔	ام زیاد اشجعیہ	غزوۂ احد اور خیبر	مرد کے برابر حصہ (۵۵)

گویا کہ آپ ﷺ نے خواتین کی جنگ میں شریک کو اور ان کی جنگی خدمات کو سراہتے ہوئے ان کو مال غنیمت میں سے حصہ دیا اور ان کی حوصلہ افزائی کے لیے ان کو مردوں کے برابر حصہ دیا۔ چنانچہ عہدِ نبوی ﷺ میں خواتین نے جنگی سرگرمیوں کے حوالے سے جو کام رضاکارانہ طور پر کیے آج خواتین وہ کام کسبِ معاش کے لیے کر رہی ہیں۔ لہٰذا اگر خواتین حدود و قیود کا خیال کرتے ہوئے وہی کام اجرت وصول کرتے ہوئے سرانجام دیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۴۔ کتابت وخیاطت (Writing and Stitiching) :

عہد نبوی میں خواتین مختلف فنون میں مہارت رکھتی تھیں اور اس کے ذریعہ کسبِ معاش کرتی تھیں اور مختلف کاموں میں اپنے فن اور صلاحیتوں کا اظہار کرتی تھیں۔ مثلاً:

"حضرت شفاء بنت عبداللہ: کتابت کے فن میں بہت مہارت رکھتی تھیں اور دوسری خواتین کو بھی سکھاتی تھیں۔" (۵۶)

"سیدہ ام درداؔ: تختی پر لکھنے کی مشق کیا کرتی تھیں اور طلباء کو تختی پر لکھنا سکھایا کرتی تھیں۔" (۵۷)

اسی طرح عہد نبوی میں کپڑے سلائی کرنے کا رواج بھی تھا اور خواتین نے اس کو بطور ذریعہ کسبِ معاش اپنایا ہوا تھا۔ البتہ عصرِ حاضر میں ایک کثیر تعداد خواتین خیاطت (سلائی) کے ذریعہ باعزت طریقے سے کما رہی ہیں۔

۵۔ کشیدہ کاری و دستکاری:

عہدِ نبوی میں خواتین کشیدہ کاری اور دستکاری میں مہارت رکھتی تھیں۔

''ایک خاتون آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے پاس ایک چادر لے کر آئی اور عرض کی یا رسول اللہ انی نسجت هذہ۔۔(کہ یا رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ میں نے اپنے ہاتھوں سے اس پر کشیدہ کاری کی ہے۔۔۔''(۵۸)

حضرت زینب زوجہ ابن مسعود کشیدہ کاری اور دستکاری میں بہت مہارت رکھتی تھیں۔

''کانت امرأۃ صناعا، ویس لعبداللہ بن مسعود مال، فکانت تنفق علیه وعلی ولدہ من ثمن صنعنها''(۵۹)

(وہ ایک کاریگر خاتون تھیں اور ابن مسعود بالکل مفلس تھے ان کی زوجہ اپنی صفت سے جو کچھ کماتی وہ شوہر اور بیٹے پر خرچ کرتی تھیں۔)

٦۔ دباغت (چمڑے کا کام):

عہد نبوی میں خواتین کے لیے ایک اہم ذریعہ معاش دباغت تھا۔ خواتین کھال کو دباغت دے کر چمڑا بناتی تھیں پھر اس کی مختلف اشیاء بنا کر فروخت کرتی تھیں۔

حضرت زینب بنت جحش زوجہ رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اس کام میں بہت مہارت رکھتی تھیں۔ مذکور ہے کہ:

''**ان رسول اللہ رأی امرأۃ فانی امراته زینب ولهی تمعس منیئه لها**''(٦۰)

(رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ایک عورت کو دیکھا تو آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اپنی بیوی زینب کے پاس گئے تو وہ اس وقت کھال کو دباغت دے رہی تھیں۔)

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا زوجہ رسول صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بھی اس صنعت میں مہارت رکھتی تھیں۔ ان کے بارے میں روایت ہے کہ:

''وکانتمن احسهن حالا کانت تعمل الادهم الطائفی''(٦١)

(وہ (سودہ رضی اللہ عنہا) ان میں سب سے زیادہ اچھے حال والی تھیں وہ طائفی چمڑہ بناتی تھیں۔)

۷۔ چرخہ کاتنا اور کپڑا بننا:

عہدِ نبوی ﷺ میں خواتین سوت کات کر اور پھر اس کی بُنائی کرکے کپڑا تیار کرکے بیچتی تھیں اور اس کے ذریعہ رزق حلال کماتی تھیں۔

"شعیزہ نامی خاتون اون اور کھجور کے درخت کی چھال جمع کیا کرتی تھیں جسے کات کر گولہ وغیرہ بناتی تھیں۔"(۶۲)

فاطمہ بنت ولید خود بیان کرتی ہیں کہ کانت فی الشام تلبس الجباب من ثباب الخز(۶۳)

(کہ جب میں شام میں تھی تو اپنے خیمے ریشمی کپڑے سے بناتی تھی۔)

امام بخاری نے کتاب اللباس کے باب "لبس القسی" کے ترجمہ الباب میں لکھا ہے کہ:

قسیۃ/قسی ریشمی کپڑا شام یا مصر سے آتا تھا و کانت النسأ تصفہ لبعولتھن مثل القطائف یصفونھا۔(۶۴)

(اور عورتیں اس کو اپنے شوہروں کے لیے قطائف (چادروں) کی مانند پھیلا کر بنا کرتی تھیں۔)

۸۔ رنگ سازی:

عہدِ نبوی میں خواتین رنگ سازی میں بھی مہارت رکھتی تھیں اور بعض خواتین نے اس کو بطور پیشہ اختیار کیا ہوا تھا۔

بنو اسد کی ایک خاتون کا بیان ہے کہ: کنت یوم عند زینب امرأۃ رسول اللہ ﷺ ونحن تصبغ ثیابھا لھا بمغرۃ۔(۶۵)

(میں ایک دن زوجہ رسول اللہ ﷺ حضرت زینب کے پاس تھی اور ہم ان کے کپڑوں کو نرم سرخ رنگ رہے تھے۔)

ام لیلیٰ کے حوالے سے مذکور ہے کہ کانت ام لیلی تصبغ لھا درعھا خمارھا و ملحفتھا کل شھر، وتختغب غمساً(۶۶)

(ام لیلی اپنی (بھتیجی کے لیے) قمیض، چادر اور اوڑھنی ہر مہینے رنگا کرتی تھیں اور اسی طرح کپڑوں کو رنگ دار پانی میں ڈبوتی تھیں۔)

گویا عہدِ نبوی میں خواتین مختلف ہنر و فن جانتی تھیں اور انہوں نے اپنی ان صلاحیتوں کو ضائع نہیں کیا بلکہ حالات کے مطابق ان کا بھرپور استعمال کیا۔

۹۔ چرواہی:

عہدِ نبوی میں خواتین کی ایک اہم سرگرمی بکریاں چرانا تھا اور خواتین کے لیے چراہی کا پیشہ معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا۔

''حضرت معاویہ بن حکم بیان کرتے ہیں کہ میرے پاس ایک لونڈی تھی جو احد اور جوانیہ کے علاقوں میں میری بکریاں چراتی تھیں۔''(۶۷)

''سلامیہ الغیبہ اپنے گھر والوں کی بکریاں چرایاں کرتی تھیں۔''(۶۸)

''انسیہ بنت خبیت اپنے قبیلے کی بچیوں کے ساتھ بکریاں چرایا کرتی تھیں۔''(۶۹)

''سلامہ بنت حر الازدیہ بیان کرتی ہیں کہ کنت ارعی غنما فی بدالاسلام۔''(۷۰)

(میں ابتدائے اسلام میں بکریاں چرایا کرتی تھی۔)

''کعب بن مالک کی لونڈی سلع پہاڑ کے قریب بکریاں چرایا کرتی تھی''(۷۱)

چرواہی کا پیشہ زیادہ تر لونڈیوں اور باندیوں سے متعلق تھا۔

۱۰۔ پیشۂ خدمت گزاری:

یہ اصلاً خاتونی پیشہ تھا۔ عرب میں باندیاں یا خدمت گزار خواتین رکھنے کا عام رواج تھا۔ عہدِ نبوی میں متعدد خواتین کے نام سامنے آتے ہیں جو گھروں میں خادمہ کا کام سرانجام دیتی تھیں۔ ان خواتین کے نام درج ذیل ہیں:

نمبر شمار	خادمہ کا نام	جس کا خدمت گزاری کرتی
۱۔	ام سیلم بنت ملحان	خادمہ رسول ﷺ (۷۲)
۲۔	ام مسلم	حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا (۷۳)
۳۔	ام مہاجر رومیہ	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (۷۴)
۴۔	سلمٰی ام رافع	حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اور خادمہ رسول ﷺ (۷۵)

۵۔	صفیہ	خادمہ رسول ﷺ (۷۶)
۶۔	فضۃ النوبیۃ	حضرت فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا (۷۷)
۷۔	خضرہ	خادمہ رسول ﷺ (۷۸)
۸۔	سیدہ برکہ بنت تعلبہ	خادمہ رسول ﷺ (۷۹)
۹۔	سیدہ زمنوی	خادمہ رسول ﷺ (۸۰)
۱۰۔	سیدہ ماریہ	خادمہ رسول ﷺ (۸۱)
۱۱۔	ازینہ	خادمہ رسول ﷺ (۸۲)
۱۲۔	برہ	خادمہ رسول ﷺ (۸۳)
۱۳۔	برکۃ الحبشیۃ	حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا (۸۴)
۱۴۔	ام عباس	خادمہ رسول ﷺ (۸۵)
۱۵۔	امیمہ	خادمہ رسول ﷺ (۸۶)
۱۶۔	میمونہ بنت سعد	خادمہ رسول ﷺ (۸۷)
۱۷۔	حضرت خولہ	خادمہ رسول ﷺ (۸۸)
۱۸۔	ام محجن	خادمہ رسول ﷺ (۸۹)
۱۹۔	سیدہ روضہ	مدنی خاتون کی خدمت گزار (۹۰)
۲۰۔	ابریہ	نجاشی کی خدمت گزار (۹۱)

گویا کہ عہدِ نبوی ﷺ میں خواتین کی ایک کثیر تعداد اس پیشہ سے وابستہ تھی اور دورِ حاضر میں بھی معاشی طور پر کمزور متعدد خواتین گھروں میں کام کر کے کماتی ہیں۔ لیکن عصرِ حاضر میں اس پیشہ کو عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا حالانکہ محنت کرنے میں کوئی عار نہیں۔

۱۱۔ مشاطگی (سجانے اور سنوارنے کا کام) Beauty Parloring:

اسلام دینِ حسن و جمال ہے اور خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے۔ عہدِ نبوی میں بھی خواتین میں زیب و زینت اور آرائش و زیبائش کا رجحان موجود تھا بلکہ متعدد خواتین ایسی تھیں جو اس فن میں مہارت رکھتی تھیں اور دوسری خواتین کو سجاتی سنوارتی تھیں۔ مثلاً:

حدیث سے ثابت ہے کہ چند انصاری خواتین نے حضرت عائشہ کو دلہن بنایا فرماتی ہیں:

"فاسلمتنی البهن، فاصلخن من شأنی" (۹۲)

(میری والدہ نے مجھے ان (انصاری خواتین) کے سپرد کر دیا اور انہوں نے مجھے سنوارا۔)

اسماء بنت یزید اشلیہ مشاطگی میں مہارت رکھتی تھیں اور انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مشاطگی کی تھی۔ (۹۳)

بسرہ بنت صفوان کے متعلق مذکور ہے کہ: انها كانت ما شطة نقين النسأ بمكة (۹۴)

(وہ کنگھی کرنے والی خاتون تھیں اور مکہ کی عورتوں کو سجاتی سنوارتی تھیں۔)

ام غیلان دوسیہ: ان کا تعلق قبیلہ دوس سے تھا کانت تمشط النسأ (۹۵)

ام سنان اسلیمہ بیان کرتی ہیں کہ: کنت فیمن حضر عرس صفیة فشطناها (۹۶)

(ہم میں حضرت صفیہ کی شادی میں موجود تھی ہم نے ان کو بنایا سنوارا۔)

ام رعلہ: یہ خاتون پیشہ ور مشاطہ تھیں انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے باقاعدہ اس پیشہ کو اختیار کرنے کی اجازت لی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یاام رعله قینهن و زینتهن اذا کسدن" (۹۷)

(اے ام رعلہ! انہیں (خواتین) زیب وزینت سے آراستہ کر دیا کرو جب وہ ماند پڑھ جائیں۔)

یعنی عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس فن میں مہارت رکھنے والی خواتین نے اس کو اپنے لیے آمدنی کا ذریعہ بنایا ہوا تھا۔ دورِ حاضر میں بھی خواتین کی کثیر تعداد اس شعبہ سے وابستہ ہے اور اس کو (Beauty Parlor) کا نام دے دیا گیا ہے۔

الغرض احادیث وروایات اور مختلف شواہد واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ عہدِ نبوی میں خواتین نے حصولِ رزق حلال کے لیے مختلف معاشی سرگرمیوں میں حصہ لیا۔

حالات کے پیشِ نظر انہوں نے اپنی اور اپنے گھر والوں کی معاشی ضروریات کو پوار کیا اور اپنے وقت اور ہنر وفن کا درست استعمال کر کے اسلامی معاشرہ میں فعال اور مثبت کردار ادا کیا۔ لہٰذا دورِ حاضر میں بھی مسلمان خواتین ان کے نقشِ قدم پر عمل پیرا ہو کر حدود قیود کا خیال رکھتے ہوئے حالات وضروریات کے تقاضوں کے مطابق اپنی معاشی ضروریات کی خود کفیل ہو سکتی ہیں۔

حوالہ جات:

۱۔ الملک:۱۵۔

۲۔ الحجر:۲۰۔

۳۔ الجمعۃ:۱۰۔

۴۔ احمد بن حنبل، امام المسند، بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، ۲۰۰۱ء، حدیث نمبر: ۲۶۴۸۵۔

۵۔ بیہقی، احمد بن حسین، امام، السنن الکبریٰ، بیروت: دارالمعرفہ۔۱۳۴۴ھ، کتاب البیوع، باب: اباحۃ التجارۃ، حدیث نمبر:۱۰۳۹۸۔

۶۔ قشیری، مسلم بن حجاج، امام۔۔۔ بیروت: دارالکتب العلمیۃ،۱۹۹۱ء، کتاب الزکوۃ، باب: النھی عن المسألۃ، حدیث نمبر:۳۳۰۱۔

۷۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، امام، الجامع الصحیح المسند المختصر من امور رسول ﷺ وسننہ وایامہ، بیروت: دار بن کثیر، ۲۰۰۲ء، کتاب البیوع، باب: کسب الرجل وعمل بیدہ، حدیث نمبر:۲۰۷۲۔

۸۔ ایضاً، کتاب الاجارۃ، باب: رعی الغنم علیٰ قراریط، حدیث نمبر:۲۲۶۲۔

۹۔ الاعراف:۱۰۔

۱۰۔ محمد بن سعد، امام، الطبقات االکبریٰ، بیروت: دار صادر، ۱۹۸۸ھ، ج:۸، ص:۳۱۔

۱۱۔ ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، ابوالفدأ، البدایۃ والنھایۃ، لاھور: المکتبۃ القدوسیہ، ۱۹۸۴ء، ج:۸، ص:۲۶۶۔

۱۲۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، امام، سنن ابن ماجہ، کراچی: مطبوعہ نور محمد، س۔ن، کتاب التجارات، باب: السوم، حدیث نمبر:۲۲۰۴۔

۱۳۔ ابن اثیر، محمد بن محمد بن عبدالکریم، اسدالغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، سیروت: دارالکتب العلمیۃ، س۔ن، ج:۷، ص:۲۶۰۔

۱۴۔ ایضاً، ص:۱۰۸۔

۱۵۔ ایضاً، ص:۸۱۔

۱۶۔ ابن، حجر، احمد بن علی، عسقلانی، الاصابۃفی، تمھیزالصحابۃ، مصر: دار صادر، ۱۳۲۸ھ، ج:۴، ص:۲۵۲۔

۱۷۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، امام، الصحیح البخاری، کتاب البیوع، باب: البخار، حدیث نمبر:۱۹۵۵۔

۱۸۔ ابن اثیر، محمد بن محمد عبدالکریم، اسدالغابۃفی معرفۃ الصحابۃ، ج:۷، ص:۱۰۸۔

۱۹۔ ابن حجر، احمد بن علی عسقلانی، الاصابۃفی تمییزالصحابۃ، ج:۴، ص:۴۹۷۔

۲۰۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، امام، الصحیح بخاری، کتاب الجمعۃ، باب: قول اللہ تعالیٰ فاذاقضیت الصلوٰۃ۔۔۔، حدیث نمبر:۹۳۸۔

۲۱۔ قشیری، مسلم بن حجاج، امام، الجامع الصحیح، کتاب الطلاق، باب: جواز خروج المعتدۃ البائن المتوفی عنہا روجہا فی النہار الحاجتہا، حدیث نمبر: ۱۴۸۳۔

۲۲۔ ایضاً، کتاب المسافاۃ والمزارعۃ، باب: فضل العروس والزرع، حدیث نمبر: ۱۵۵۲۔

۲۳۔ ایضاً، کتاب الجہاد والسیر، باب: رد المہاجرین الی الانصار مائہم، حدیث نمبر: ۱۷۷۱۔

۲۴۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، امام، الصحیح بخاری، کتاب الزکوۃ، باب: حرص التمر، حدیث نمبر: ۱۴۸۱۔

۲۵۔ ابن حجر، احمد بن علی عسقلانی، الاصابۃ فی تمییز الصحابہ، جلد نمبر: ۴، ص: ۲۸۴۔

۲۶۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، امام، سنن ابوداؤد، بیروت: المکتبۃ العصریۃ، س۔ن، کتاب البیوع، باب: فی التشدید ذلك، حدیث نمبر: ۳۴۰۱۔

۲۷۔ یٰسین مظہر صدیقی، ڈاکٹر، نبی اکرم ﷺ اور خواتین، لاہور: میڑو پرنٹرز، ۲۰۱۱ء، ص: ۱۱۔

۲۸۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، امام، سنن ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب: فی المرأۃ ولعبد یجزیان من الغنیمۃ، حدیث نمبر: ۲۷۲۹۔

۲۹۔ واقدی، محمد بن عمر، کتاب المغازی، مقام اشاعت ندارد: نشر دانش اسلامی، ۱۴۰۵ھ، ص: ۲۰۳۔

۳۰۔ بخاری، امام، الجامع الصحیح، کتاب الجہاد والسیر، باب: مداواۃ النساء مع الرجال، حدیث نمبر: ۲۱۷۷۔

۳۱۔ مسلم، امام، الجامع الصحیح، کتاب الکہاد، والسیر، باب: غزوۃ النساء مع الرجال، حدیث نمبر: ۲۱۷۷۔

۳۲۔ قرطبی، یوسف بن عبداللہ، امام، الاسبعاب فی معرفۃ الاصحاب، بیروت: دار الفکر، ۲۰۰۶ء، ج: ۲، ص: ۵۶۴۔

۳۳۔ ابن حجر، عسقلانی، الاصابۃ فی تمھیز الصحابۃ، ج: ۴، ص: ۲۷۵۔

۳۴۔ محمد بن سعد، امام، الطبقات الکبری، ج: ۸، ص: ۲۹۲۔

۳۵۔ ایضاً، ص: ۳۰۲۔

۳۶۔ مسلم، امام، الجامع الصحیح البخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب: عدد غزوات النبی ﷺ، حدیث نمبر: ۲۱۷۵۔

۳۷۔ ایضاً، باب: غزوۃ النساء مع الرجال، حدیث نمبر: ۲۱۷۸۔

۳۸۔ بخاری، امام، الصحیح البخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب: جمل النساء القرب الی الناس فی الغزو، حدیث نمبر: ۲۸۸۱۔

۳۹۔ محمد بن سعد، امام، الطبقات الکبری، ج: ۸، ص: ۴۱۳۔

۴۰۔ ابن حجر، عسقلانی، الاصابۃ فی تمھیز الصحابۃ، ج: ۴، ص: ۴۳۳۔

۴۱۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، امام، سنن ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب: فی المرأۃ والعبد یجزیان من الغنیمہ، حدیث نمبر: ۲۷۲۹۔

۴۳۔ مسلم، امام، الجامع الصحیح، کتاب الجاہد والسیر، باب: غزوۃ السامع الرجال، حدیث نمبر: ۲۱۷۵۔

۴۴۔ ابن حجر، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ج: ۴، ص: ۴۴۱۔

۴۵۔ ایضاً، ص:۴۷۵۔
۴۶۔ قرطبی، یوسف بن عبد اللہ، امام، الاسیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج:۲، ص:۵۷۹۔
۴۷۔ ابن حجرعسقلانی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ج:۴، ص:۴۶۹۔
۴۸۔ ایضاً، ص:۴۷۵۔
۴۹۔ محمد بن سعد، امام، الطبقات الکبریٰ، ج:۸، ص:۴۵۹۔
۵۰۔ ابن حجر، عسقلانی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ج:۴، ص:۴۹۷۔
۵۱۔ ایضاً، ص:۲۹۳۔
۵۲۔ محمد بن سعد، امام، الطبقات الکبریٰ، ج:۸، ص:۲۹۲۔
۵۳۔ ایضاً، ص:۲۹۳۔
۵۴۔ ابن حجر، عسقلانی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ج:۴، ص:۳۹۷۔
۵۵۔ ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، امام، سنن ابو داؤد، کتاب الجہاد، باب: فی المرأۃ والعبد بجریان من الغنیمۃ، حدیث نمبر:۲۷۲۹۔
۵۶۔ ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، امام، سنن ابو داؤد، کتابالطب، باب: فی الرقیٰ، حدیث نمبر:۵۸۸۷۔
۵۷۔ محمد عبد المعبود، تاریخ مدینۃ المنورہ۔ لاہور: مکتبہ رحمانیہ۔ ۱۹۹۹ء، ص:۲۴۰۔
۵۸۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، امام، الجامع البخاری، کتراب البیوع، باب: النساخ، حدیث نمبر:۲۵۹۳۔
۵۹۔ ابن اثیر، علی بن محمد، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ج:۷، ص:۱۲۲۔
۶۰۔ مسلم، امام، الجامع الصحیح، کتاب النکاح، باب: عذب من رأی امرائۃ۔۔۔ حدیث نمبر:۱۴۰۳۔
۶۱۔ ابن حجر، عسقلانی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ج:۴، ص:۲۸۶۔
۶۲۔ ایضاً، ص:۳۴۵۔
۶۳۔ ابن اثیر، علی بن محمد، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ج:۷، ص:۲۲۶۔
۶۴۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، امام، الجامع البخاری، کتاب اللباس، باب۔ لیس القیسی، ترجمۃ الباس۔
۶۵۔ ابو داؤ، سلیمان بن اشعث، امام، سنن ابو داؤد، کتاب اللباس، باب: فی الحمرۃ، حدیث ۴۰۷۱۔
۶۶۔ ابن اثیر، اسد الغاتہ فی معرفۃ الصحابۃ، ج:۷، ص:۲۵۱۔
۶۷۔ مسلم، امام، الجامع الصحیح، کتاب المساجد و مواضع الصلوۃ، باب: تحریم الکلام فی الصلوۃ، حدیث نمبر:۵۳۷۔
۶۸۔ ابن حجر، عسقلانی۔ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ج:۷، ص:۱۴۶۔
۶۹۔ ایضاً، ص:۲۴۴۔
۷۰۔ ابن اثیر، علی بن محمد، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ، ج:۷، ص:۱۴۶۔

۷۱۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، امام، الجامع البخاری، کتاب الذبائح ولعید، باب: ذبیحۃ امراۃ والأمۃ، حدیث نمبر: ۵۵۰۵۔
۷۲۔ ابن حجر، عسقلانی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ج:۴، ص:۴۶۱۔
۷۳۔ ایضاً، ص:۴۹۷۔
۷۴۔ ایضاً، ص:۵۰۱۔
۷۵۔ ایضاً، ص:۳۳۳۔
۷۶۔ ایضاً، ص:۳۵۱۔
۷۷۔ ایضاً، ص:۳۸۷۔
۷۸۔ ایضاً، ص:۲۸۵۔
۷۹۔ ابن اثیر، علی بن محمد، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ج:۷، ص:۳۵۔
۸۰۔ ایضاً، ص:۱۱۱۔
۸۱۔ یضاً، ص:۱۷۰۔
۸۲۔ ابن حجر، عسقلانی، الاصابۃ تمیز الصحابۃ، ج:۷، ص:۳۰۲۔
۸۳۔ ایضاً، ص:۲۵۱۔
۸۴۔ ایضاً، ص:۲۴۹۔
۸۵۔ ایضاً، ص:۴۸۱۔
۸۶۔ ایضاً، ص:۲۴۸۔
۸۷۔ ایضاً، ص:۴۱۳۔
۸۸۔ ایضاً، ص:۲۹۴۔
۸۹۔ بخاری، امام، الجامع البخاری، کتاب الصلوۃ، باب: کنس المسی والتقاط۔۔۔ حدیث نمبر: ۴۵۸۔
۹۰۔ ابن اثیر، علی بن محمد، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ج:۷، ص:۱۲۱۔
۹۱۔ محمد بن سعد، امام، الطبقات الکبری، ج:۸، ص:۱۳۱۔
۹۲۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، امام، الجامع البخاری، کتاب المناقب لانصار، باب: ترویج النبی ﷺ، عائشہ۔۔۔ حدیث نمبر: ۳۸۹۴۔
۹۳۔ ابن اثیر، علی بن محمد، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، جلد، جلد نمبر:۷، ص:۱۸۔
۹۴۔ ابن حجر، عسقلانی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ج:۴، ص:۲۵۲۔
۹۵۔ ایضاً، ص:۴۸۲۔
۹۶۔ ایضاً، ص:۴۶۲۔
۹۷۔ ایضاً، ص:۴۴۹۔

سیاست وامور خارجہ کے رہنما اُصول سیرت طیبہ کی روشنی میں

پروفیسر ڈاکٹر حافظ سید ضیاء الدین
استاذ شعبہ اسلامیات، گورنمنٹ کالج آف کامرس اینڈ اکنامکس II۔

ABSTRACT:

The principles of The Holly Prophet (صلی اللہ علیہ وسلم) were the best to run the system of state. Allah has described the purpose of sending his prophet (صلی اللہ علیہ وسلم) that the incoming of his Prophet in the world was only for calling people towards Allah. And this calling was quite right and true. It defines that the principles of The Holly Prophet (صلی اللہ علیہ وسلم) for the politics and foreign affair policies were based on Good moral, generosity, sacrifice, hospitality, civility and humbleness, wisdom and knowledge to bring the peace and prosperity in the world. These are not only the oral or written principles but also the Prophet (صلی اللہ علیہ وسلم) proved them practically. For this purpose The Holly prophet (صلی اللہ علیہ وسلم) send the delegations, ambassador and made a corresponding. He also entertained the delegation not only at his home but also in the mosque. In short, we should make our effective foreign policy in the light of sirah tayyiba.

Keywords: Purpose, Generosity, Humbleness, Prosperity, Delegations, Ambassador, Corresponding.

امور مملکت چلانے میں بنی کریم ﷺ کی سیاست و اُمور خارجہ کے اُصول اعلیٰ درجہ کے تھے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے بارے میں ارشاد فرمایا

یٰاَیُّھَا النّبی انّا ارسلنٰك شَاھدً اوّ مبشرًا وّ نذیرًا وّ داعیاً اِلی اللہ بِاذنہ و سراجاً منیرًا(۱)۔

ترجمہ: اے نبی ﷺ یقیناً ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، خوشخبری دینے والا، اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والا اور ایک روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی بعثت کے مقصد کو بیان کر کے بتادیا کہ نبی کریم ﷺ کی دنیا میں آمد دعوت الی اللہ کے لئے تھی جو حق اور سچ پر مبنی تھی اس سے یہ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی سیاست وامور خارجہ کی پالیسی کے اُصول برحق تھے امت مسلمہ اور مسلم ممالک کے سیاست دانوں اور حکمرانوں کے لئے رہنما اُصول کی حیثیت رکھتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کی دعوت دین سارے زمانے، قوم اور قبیلے کے لئے تھی۔ نبی کریم ﷺ کی مکی زندگی میں چونکہ روسائے کفار کی سخت عداوت کی بناء پر دعوت اسلام صرف اور صرف مکہ مکرمہ اور اس کے اطراف تک محدود رہی۔ لیکن ہجرت مدینہ کے بعد یہ دعوت اسلام عالمگیر حیثیت اختیار کر گئی تھی۔ اس لئے کہ مدینہ منورہ میں مسلم حکومت قائم ہوگئی جس کے سربراہ خود نبی کریم ﷺ تھے۔ اور نبی کریم ﷺ نے سب سے پہلے یہ اہم سیاسی کام انجام دیا کہ مدینہ منورہ اور اس کے قرب وجوار میں رہائش پذیر قبائل خصوصاً یہود کے ساتھ سیاسی معاہدہ فرمایا جو میثاق مدینہ کے نام سے مشہور ہے۔ (۲)

اس معاہدہ کی وجہ سے مدینہ منورہ امن کا گہوارہ بن گیا اور سب قبائل خصوصاً مسلمان امن وسکون کی زندگی بسر کرنے لگے اور نبی کریم ﷺ کے لئے سیاسی مذہبی، امور خارجہ اور نظام مملکت کی تشکیل آسان ہوگئی جس کی وجہ سے مسلمان مضبوط و مستحکم ہو کر اجتماعی قوت بن گئے اور ریاست کی سرحدوں کو وسعت ملی۔

نبی کریم ﷺ کے سیاسی اُصول:

ا۔ اخلاق: اخلاق حسنہ ایسے اوصاف ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا ہے اور مسلمانوں کو ان سے متصف ہونے کی تعلیم دی گئی ہے۔ کتاب اللہ اور احادیثِ اخلاق میں بھی اخلاق حسنہ پر بہت زور دیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ خود بھی ہر ایک سے اخلاق سے پیش آتے۔ جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے دربار میں نبی کریم ﷺ کی اخلاقی تعلیمات کو بیان کیا۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔

اے بادشاہ !ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے، بتوں کو پوجتے تھے ،بدکاریاں کرتے تھے، ہمسایوں کو ستاتے تھے،بھائی بھائی پر ظلم وستم کرتا تھا۔زبردست زیردستوں کو کھا جاتے تھے۔اسی اثناء میں ایک شخص ہم میں پیدا ہوا اس نے ہم کو سکھایا کہ ہم پتھروں کو پوجنا چھوڑدیں، سچ بولیں خونریزی سے باز آئیں، یتیموں کا مال نہ کھائیں،ہمسائیوں کو آرام دیں اور عفیف عورتوں پر بدنامی کا داغ نہ لگائیں۔(۳)

رَأیتہ یامر بمکارم الاخلاق (۴)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کو میں نے دیکھا کہ وہ لوگوں کو اخلاق حسنہ کی تعلیم دیتے ہیں۔

اسی طرح ابوسفیان جو ابھی تک حالتِ کفر میں تھے انہوں نے قیصر روم کے دربار میں نبی کریم ﷺ کی دعوت کا نقشہ کچھ اس طرح پیش کیا۔

قال ماذا یاءمرکم قلت یقول اعبدوا اللہ وحدہ ولا تشرکوا بہ شیاء وّاترکوا مایقول اباؤ کم ویأمرنا بالصلوٰۃ والصدق والعفاف والصلۃ(۵)

ترجمہ: وہ تمہیں کن باتوں کا حکم دیتا ہے میں نے کہاوہ کہتا ہے کہ صرف اکیلے خدا کی عبادت کرواور وہ ہمیں نماز، سچائی، پاک دامنی اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے۔

۲۔حکمت ودانائی: حکمت کے معنیٰ عرفان اور دانائی کے ہیں۔حکمت ایک ایسی نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو عطا کی تھی اسی طرح نبی آخر الزماں ﷺ کو بھی علم کے ساتھ ساتھ حکمت بھی عطاء کی گئی ارشاد خداوندی ہے۔

ویعلمھم الکتاب والحکمۃ

ترجمہ: وہ(نبی کریم ﷺ) انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے نبی کریم ﷺ نہایت نرم مزاج اور خوش اخلاق تھے آپ ﷺ بڑے وقار اور متانت سے گفتگو فرماتے تھے علامہ شبلی نعمانی سیرت النبی ﷺ میں لکھتے ہیں کہ:

آپ ﷺ کے کان میں کوئی کچھ بات کہتا تو اس وقت تک اس کی طرف سے رخ نہ پھیرتے جب تک وہ خود منہ نہ ہٹالے۔ مصافحہ میں بھی یہی معمول تھا یعنی کسی سے ہاتھ ملاتے تو جب تک وہ خود نہ چھوڑدے اس کا ہاتھ نہ چھوڑتے مجلس میں بیٹھتے آپ ﷺ کے زانو کبھی ہمنیشوں سے آگے نکلے ہوئے نہ ہوتے تھے (٦)

۳۔ سخاوت: نبی کریم ﷺ فطرت میں سخاوت تھی جیسا کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ سب لوگوں میں زیادہ سخی تھے اور خصوصاً رمضان المبارک کے مہینہ میں آپ ﷺ زیادہ سخاوت فرمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے پوری عمر کسی کے کچھ مانگنے پر نہیں کا لفظ نہیں فرمایا تھا۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال کان رسول ﷺ اجود النّاس و کان اجود مایکون فی رمضان (٧)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ سب سے زیادہ سخی تھے اور رمضان میں زیادہ سخاوت فرماتے تھے۔

نبی کریم ﷺ انسانیت کی خدمت وامداد کے لئے اپناسب کچھ لوٹا دیتے تھے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور دیکھا کہ دور تک آپ ﷺ کی بکریوں کا ریوڑ پھیلا ہوا ہے تو اس نے آپ ﷺ سے جانوروں کی درخواست کی اور آپ ﷺ نے بکریاں اسے دے دیں۔ اس شخص نے اپنے قبیلہ میں جاکر کہا کہ اسلام قبول کرلو محمد ﷺ ایسے فیاض ہیں کہ مفلس ہو جانے کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔

عن انس قال ماسئل رسول ﷺ علی الا سلام شیئاً اِلاَّ اعطاہ قال فجاءہ رجل فا عطاہ غنمابین جبلین فرجع اِلی قومه فقال یا قوم اسلمو افان محمد ﷺ یعطی عطاءً لاَّیخشی الفافة (٨)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے اسلام کے واسطے سے کسی ایسی چیز کا سوال نہیں ہوا جو آپ ﷺ نے نہ دی ہو۔ ایک شخص آپ ﷺ کے پاس آیا آپ ﷺ نے اس

کو دو پہاڑوں پر بکریاں دے دیں(یعنی اتنی بکریاں تھیں کہ دو پہاڑوں کے بیچ میں جو جگہ ہوتی ہے۔وہ بھر گئی تھی) وہ لوٹ کر اپنی قوم کے پاس گیا اور کہنے لگا اے میری قوم کے لوگو! مسلمان ہو جاؤ کیونکہ محمد ﷺ اتنا کچھ دیتے ہیں کہ پھر احتیاج کا ڈر نہیں رہتا۔

۴۔ ایثار و قربانی: نبی کریم ﷺ کی عادات میں ایثار و قربانی کا وصف ہر لمحہ اور ہر موقع پر نظر آتا تھا صحیح بخاری میں ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ایک عورت نے آپ ﷺ کو ایک چادر پیش کی اور آپ ﷺ کو چادر کی ضرورت بھی تھی۔ایک صاحب جو خدمت میں موجود تھے انہوں نے کہا کہ کیا ہی اچھی چادر ہے آپ ﷺ نے وہ چادر اتار کر اسے عنایت کر دی۔

فقالت یا رسول اللہ اکسوك هذا فاخذ ها النبی ﷺ محتا جاً الیها فلبسها فوا ها علیه رجل من الصحابة فقال یا رسول اللہ ما حسن ھٰذا فا کستیها فقال نعم (۹)

ترجمہ: حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خاتون نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں یہ چادر آپ ﷺ کے پہننے کے لئے لائی ہوں نبی کریم ﷺ نے وہ چادر ان سے قبول کر لی جیسے آپ ﷺ کو اس کی ضرورت رہی ہو پھر اسے پہن لیا صحابہ میں سے ایک صحابی نے نبی کریم ﷺ کے بدن پر وہ چادر دیکھی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ بڑی عمدہ چادر ہے آپ ﷺ عنایت فرما دیجئے۔تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ لے لیں۔

علامہ شبلی نعمانی اپنی کتاب سیرۃ النبی ﷺ میں لکھتے ہیں کہ ایک صحابی کے پاس شادی کے ولیمہ کے لئے گھر میں کچھ نہ تھا نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور آٹے کی ٹوکری مانگ لاؤ وہ گئے اور جا کر لے آئے حالانکہ کاشانۂ نبوت میں اس ذخیرہ کے سوا شام کے کھانے کو کچھ نہ تھا۔(۱۰)

۵۔ مہمان نوازی: نبی کریم ﷺ کے پاس جو مہمان آتا آپ ﷺ خود ہی اس مہمان کی خاطر تواضع فرماتے تھے اور جو بھی آپ ﷺ کی خدمت میں مہمان آتا وہ خواہ مسلم ہوتا یا غیر مسلم آپ ﷺ بلا تفریق اس کی مہمان نوازی فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ کی خدمت میں ایک کافر مہمان ہو! تو آپ ﷺ نے اسے ایک بکری کا دودھ دیا وہ پی گیا غرضیکہ نبی کریم ﷺ اسے بکریوں کا دودھ نکال کر دیتے گئے اور وہ پیتا گیا یہاں تک کہ وہ سات بکریوں کا دودھ پی گیا۔(۱۱)

۶۔ مساوات: نبی کریم ﷺ کی نظر میں امیر وغریب اور آقا وغلام سب یکساں تھے جیسا کہ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ سب غلام رہ چکے تھے لیکن یہ سب کی سب آپ ﷺ کی بارگاہ میں رؤسائے قریش سے کم مرتبہ نہ تھے ایک موقع پر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور بلال رضی اللہ عنہ موجود تھے، اتفاق سے ابوسفیان آنکلے ان کے بارے مذکورہ اصحاب نے کچھ کہا جسے امام مسلم نے اپنی کتاب صحیح مسلم میں بیان کیا ہے۔

عن عائذ بن عمرو ان ابا سفیان اتی علی سلمان و صهیب رضی اللہ عنہ و بلال رضی اللہ عنہ فی نفر فقالو اما اخذت سیوف الله من عتق عدو الله ماخذها قال فقال ابوبکر اتقولون هذا الشیخ قریش و سید هم فاتی البنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاخبره فقال یا ابابکر لعلك اغضبتهم لئن کنت أغضبتهم لقد أغضبت ربك فاتاهم ابوبکر فقال یا اخورتا اغضبتکم قالو الا یغفر الله لك یا أخی۔(۱۲)

ترجمہ: عائذ بن عمرو سے روایت ہے کہ ابوسفیان حضرت صہیب رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے پاس اسلام قبول کرنے سے پہلے آیا اور بھی چند لوگ بیٹھے تھے انہوں نے کہا۔ اللہ کی تلواریں اللہ کے دشمن کی گردن پر اپنے موقع پر نہ پہنچیں (یعنی اللہ کا دشمن نہ مارا گیا) ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا تم قریش کے بوڑھے اور سردار کے حق میں ایسا کہتے ہو (ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مصلحت سے ایسا کہا کہ کہیں ابوسفیان ناراض ہو کر اسلام بھی قبول نہ کرے) اور رسول ﷺ کے پاس آئے آپ ﷺ سے بیان کیا آپ ﷺ نے فرمایا اے ابو بکر رضی اللہ عنہ تم نے شاید ناراض کیا ان لوگوں

کو (یعنی حضرت سلمان رضی اللہ عنہ حضرت صہیب اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو) اگر تم نے ان کو ناراض کیا تو اپنے رب کو نارض کیا یہ سن کر ابو بکر نے ان لوگوں کے پاس آئے اور کہنے لگے اے بھائیو! میں نے تم کو ناراض کیا وہ بولے نہیں۔ اللہ تم کو بخشے اے ہمارے بھائی۔

۷۔ تواضع وانکساری: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبار کہ تواضع وانکساری کی پیکر تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے اصحاب رضی اللہ عنہ کو تواضع کی تعلیم دی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

من تواضع لاخیه المسلم رفعه الله۔۔(۱۳)

ترجمہ: جو اپنے بھائی کے لئے تواضع سے پیش آتا ہے خدا اس کے مرتبہ کو اونچا کر دیتا ہے۔

سیرت مصطفیٰ میں ہے کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عصائے مبارک پر ٹیک لگاتے ہوئے کاشانۂ نبوت سے باہر تشریف لائے تو ہم سب صحابہ تعظیم کے لئے کھڑے ہوگئے یہ دیکھ کر تواضع کے طور پر ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اس طرح نہ کھڑے رہا کرو جس طرح عجمی لوگ ایک دوسرے کی تعظیم کے لئے کھڑے رہا کرتے ہیں۔ میں تو ایک بندہ ہوں۔ بندوں کی طرح کھاتا ہوں اور بندوں کی طرح بیٹھتا ہوں۔(۱۴)

سیرت مصطفیٰ کے مصنف مولانا عبدالمصطفی مکہ کے بارے میں تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن جب فاتحانہ شان کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لشکروں کے ہجوم میں شہر مکہ کے اندر داخل ہونے لگے تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تواضع وانکساری کی ایسی تجلی نمودار تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی کی پیٹھ پر اس طرح سر جھکائے ہوئے بیٹھتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک کجاوہ کے اگلے حصہ سے لگا ہوا تھا۔(۱۵)

تاریخ اسلام کے مصنف مولانا شاہ اکبر خان نجیب آبادی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں تواضع تھی مگر ونائت نہ تھی ہیبت تھی مگر درشتی نہ تھی سخاوت تھی مگر اسراف نہ تھا جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یکایک آجاتا تو وہ ہیبت زدہ ہو جاتا اور جو پاس آبیٹھتا وہ خدائی بن جاتا۔(۱۶)

۸۔عفوودرگذر: عفودرگذراللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ہے۔نبی کریم ﷺ عفوودرگذر سے کام لیتے رہے۔آپ ﷺ اپنے دشمنوں پر بھی رحم فرماتے تھے اور ان سے درگذر سے کام لیتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کے لئے اپنے دشمنوں سے انتقام لینے کا ایک بڑاموقع مکہ کا دن تھا۔لیکن نبی کریم ﷺ نے ان سب کو معاف فرمادیا جس کی برکت سے سب لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے۔

وحشی نبی کریم ﷺ کے عزیز ترین چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قاتل تھا اور ابوسفیان کی بیوی جس نے حضرت حمزہ کا سینہ چاک کیا اور دل و جگر کے ٹکڑے کئے اور عکرمہ بن ابی جہل اسلام قبول کرنے سے پہلے باپ کی طرح نبی کریم ﷺ اور اسلام کے سخت ترین دشمن تھے۔صفوان بن اُمیہ جوروسائے قریش میں سے تھے اور وہ اسلام کے شدید ترین دشمن تھے اسی طرح ابوسفیان بن امیہ اسلام قبول کرنے سے پہلے اسلام کے دشمن تھے۔غزوۂ بدر سے لیکر فتح مکہ تک جتنی بھی لڑائیاں لڑی گئیں ان میں سے اکثر میں ان کا ہاتھ تھا نبی کریم ﷺ نے عفو درگذر سے کام لیا اور ان سب کو معاف کردیا جس کی وجہ سے ان دشمنان اسلام نے اسلام قبول کرلیا اور پھر پوری زندگی اسلام کی ترویج، تعلیم اور خدمت میں صرف کردی۔(۱۷)

ایک صحابی حضرت ابو مسعود کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اپنے غلام کو ماررہا تھا کہ پیچھے سے آواز آئی جان لو جان لو! مڑکر دکھاتو نبی کریم ﷺ تھے فرمارہے تھے ابو مسعود رضی اللہ عنہ جتنا تم کو اس غلام پر قابو ہے اس سے زیادہ خدا کو تم پر ہے ابو مسعود رضی اللہ عنہ ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی اس نصیحت کا یہ اثر مجھ پر ہوا کہ میں نے پھر کسی غلام کو نہیں مارا(عفو درگذر سے کام لیتا تھا)۔(۱۸)

نبی کریم ﷺ کے اُمور خارجہ کے رہنما اُصول:

نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ ﷺ میں اُمور خارجہ کے رہنما اُصول مندرجہ ذیل ہیں:

ا۔دعوتِ توحید: نبی کریم ﷺ کی بعث کا مقصد دعوت توحید تھا جو آپ ﷺ کی خارجہ پالیسی بنیاد تھی۔چنانچہ آپ ﷺ کو حکم خداوندی ہوا۔

قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الیّ انما الٰھکم الہ وّاحد (۱۹)

تمہارا خدا بس ایک خدا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا پہلا پیغام دیا ارشاد خداوندی ہے۔

اللہ لا الٰہ الا ھو الحیی القیوم لا تاخذہ سنۃ وّلا نوم لہ مافی السموت ومافی الارض (۲۰)

ترجمہ: اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ آپ زندہ ہے اوروں کا قائم رکھنے والا اسے نہ اونگھ آئے نہ نیند اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔

اسی طرح سورۃ البقرہ میں ارشاد خداوندی ہے۔

والٰھکم اِلہ وّاحد لآ اِلٰہ الاّ ھو (۲۱)

ترجمہ: اور تمھارا معبود ایک معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ کی خارجہ پالیسی میں ہمیشہ توحید کی دعوت موجود رہتی تھی خواہ سفر میں ہوں یا حضر میں، کوئی مہمان آئے یا قافلہ تجارتی ہو یا ملاقاتی، حج کا موقع ہو یا جنگ کا، آپ ﷺ دعوت اسلام لوگوں کو دیا کرتے اور لوگوں تک دین کا پیغام پہنچایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی دین اسلام کی دعوت کی فضلیت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

ومن احسن قولاً منَ دعا الی اللہ (۲۲)

ترجمہ اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی ہے جو اللہ کی طرف بلائے

سورۃ ال عمران میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو اہل کتاب یہود و نصاریٰ کو دعوت توحید دینے کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

قل یا ھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرك بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضنا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون (۲۳)

ترجمہ: فرمادیجئے اے اہل کتاب آؤ ایک ایسے کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمھارے درمیان برابر ہے۔ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور ہم اس کے ساتھ کسی کو شریک

نہ ٹھہرائیں اور ہم اپنے میں سے ایک دوسرے کو ربّ نہ بنالیں اللہ کے سوا پھر اگر وہ مانیں تو کہہ دو تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔

غرضیکہ نبی کریم ﷺ کی پوری زندگی اسی بنیادی تعلیم کی ترویک سے عبارت ہے اور یہی آپ ﷺ کے اُمور خارجہ کا بنیادی اُصول رہا۔

۲۔ معاہدات کی پابندی: وعدہ پورا کرنا اسلامی تعلیمات ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے جس سے وعدہ کیا ہمیشہ اس کو پورا کیا اور آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کو بھی وعدہ وفا کرنے کا حکم دیا ہے۔ آپ ﷺ کی خارجہ پالیسی کا یہ اصول تھا کہ آپ ﷺ وعدوں کو پورا فرماتے تھے۔ اور ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی وعدہ پورا کرنے کا حکم دیتے تھے۔ قرآن کریم ﷺ نے وعدہ پورا کرنے کا حکیم دیا ہے۔

واوفوابالعھد ان العھد کان مسئولاً (۲۴)

ترجمہ: اور عہد کو پورا کروبے عہد کے بارے میں سوال ہوگا۔

نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں یہود اور انصار کو بلا کر معاہدہ لکھوایا۔ جسے دونوں فریقوں نے منظور کیا (۲۵)

نبی کریم ﷺ ایفائے عہد یعنی وعدہ پورا کرنے کا بڑا خیال رکھتے ہے۔ امن کی حالت ہو یا جنگ کا زمانہ کسی کافر سے معاملہ ہو یا۔ کسی مسلمان سے نبی کریم ﷺ ہر حال میں اپنے وعدے کی پاسداری کرتے تھے اور صحابہ کرام کو بھی ایفائے عہد کی تاکید فرماتے رہتے تھے حضور ﷺ کی اس خوبی کا اعتراف ان کے بدترین دشمن بھی کرتے تھے کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ نبی کریم ﷺ نے کسی سے یا کسی معاملے میں عہد شکنی کی ہے یا اپنے وعدے کو پورا نہیں کیا۔ (۲۶)

۳۔ سفارتی حکمت عملی: نبی کریم ﷺ نے کئی مواقع پر اپنے اصحاب کو اپنا سفیر بنا کر متعدد ممالک میں بھیجا ان میں روم، ایران، مصر، حبش، یمامہ وغیرہ شامل ہیں۔ اور اصحاب رسول ﷺ میں مشہور سفراء و حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ حجرت عبد اللہ بن رضی اللہ عنہ حذافہ، حضرت

حاطب رضی اللہ عنہ بن ابی بلتعہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن امیہ وغیرہ شامل ہیں۔ جو دعوت اسلام کے خطوط لیکر مختلف ممالک تشریف لے گئے تھے(۲۷)

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے دربار نجاشی میں ایک سفارتی نمائندہ کے طور پر تقریر کرتے ہوئے کہا:

ایھا الملك کنا قوم اھل جاھیلة نعبد الاصنام ناکل المیتة ناتی الفواحش یاکل القوی منا الضیف وکنا علیٰ ذالك حتی یعث الله الینا رسولا نعرف حسبه ونسبه و صدقه ، وعفافه۔ گامرنابالصدق(۲۸)

اے بادشاہ ہم جاہل تھے بتوں کی پوجا کرتے تھے، مردار کھاتے تھے، بے حیائی کے کام کرتے تھے، ہم میں سے طاقت ور ضعیف کو کھا جاتا تھا ہم اس حالت میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھیجا ہم اس کے حسب و نسب اور سچائی اور اس کی امانت و دیانت سے واقف تھے اس نے ہمیں سچائی کا حکم دیا ہے۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت دحیہ کلبی نے بھی قیصر روم کے دربار میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط پہنچایا قیصر روم نے ابوسفیان سے پوچھا کہ تم سچ سچ بتاؤ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کیسی ہے تو ابوسفیان نے جو اس وقت حالت کفر میں تھے کہا وہ کہتا ہے کہ ایک خدا کی عبادت کرو کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ نماز پڑھو، پاک دامنی اختیار کرو سچ بولو اور صلہ رحمی کرو(۲۹)

غرضیکہ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں امور خارجہ کے مندرجہ ذیل امور موجود ہیں۔ جس میں امن عالم، دفاع ریاست، اندرونی استحکام سفارتی حکمت عملی وغیرہ کی تعلیمات موجود ہیں۔ جس سے استفادہ کرکے ملکی استحکام قائم کرسکتے ہیں، اور دیگر ممالک سے بہترین تعلقات قائم رکھ سکتے ہیں۔

حواشی وحوالہ جات:

۱۔ القرآن، سورۃ الاحزاب، آیت نمبر 46۔45۔
۲۔ تاریخ اسلام، جلد اول، شاہ۔ معین الدین ندوی، صفحہ 42، دراالاشاعت کراچی۔
۳۔ سیرۃ النبی، علامہ شبلی نعمانی، جلد ششم، صفحہ ۱۰ دارالاشاعت کراچی 1985ء۔
۴۔ صحیح بخاری، امام بخاری، جلد اوّل، مترجم مولانا عبدالحکیم، صفحہ ۱۰۵ فرید بک اسٹال، لاہور 1981ء۔
۵۔ صحیح مسلم، امام مسلم، جلد ششم، علامہ وحید الزمان، مشتاق بک کارنر، لاہو۔ 1995ء۔
۶۔ سیرۃ النبی جلد دوم، علامہ شبلی نعمانی، صفحہ 301، نیشنل بک فاؤنڈیشن پاکستان 1988ء۔
۷۔ صحیح بخاری، امام مسلم، جلد اوّل، مترجم مولانا ظہور الباری، صفحہ 39۔ دارالاشاعت کراچی 1985ء۔
۸۔ صحیح مسلم، امام مسلم، جلد ششم، صفحہ 31۔30 علامہ وحید الزمان، مشتاق بک کارنز، لاہور۔ 1995ء۔
۹۔ صحیح بخاری، امام بخاری، جلد سوم، مترجم، مولانا ظہور الباری، صفحہ 95۔394، دارالاشاعت، کراچی 1985ء۔
۱۰۔ سیرۃ النبی ﷺ، علامہ شبلی نعمانی، جلد دوم، صفحہ 291 دینی کتب خانہ، لاہور 1975ء۔
۱۱۔ سیرۃ النبی ﷺ۔ علامہ شبلی نعمانی۔ جلد دوم، صفحہ 291، دینی کتب خانہ، لاہور، 1995ء۔
۱۲۔ صحیح مسلم، امام مسلم، جلد ششم، مترجم، علامہ وحید الزمان 1995ء، ص ۱۷۵۔
۱۳۔ اسلامی خطبات، مولانا عبدالسلام بستوی، جلد دوم، صفحہ 90، بحوالہ طبرانی، مکتبہ السّلفیہ، لاہور 1980ء۔
۱۴۔ سیرت مصطفیٰ، مولانا عبدالمصطفی الاعظمی صفحہ 87۔386، القرآن پبلیکیشنز، لاہور 2004ء۔
۱۵۔ ایضا، صفحہ 387۔
۱۶۔ تاریخ اسلام جلد اوّل، مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی صفحہ 266 نفیس اکیڈمی کراچی 1998ء۔
۱۷۔ سیرۃ النبی ﷺ، علامہ شبلی نعمانی جلد دوم، صفحہ 20۔219 دارالاشاعت کراچی 1985۔
۱۸۔ ایضا، جلد ششم، صفحہ 240۔
۱۹۔ القرآن، سورۃ حم سجدۃ، آیت 6۔
۲۰۔ ایضا سورۃ البقرہ آیت 255۔
۲۱۔ ایضا، آیت 163۔
۲۲۔ القرآن، سورۂ حم سجدہ، آیت 33۔
۲۳۔ القرآن، سورۃ الِ عمران، آیت 64۔
۲۴۔ القرآن، سورۃ بنی اسرائیل، آیت 34۔
۲۵۔ سیرۃ النبی ﷺ، علامہ شبلی نعمانی، جلد اول، صفحہ 76۔175 دارالاشاعت کراچی 1985ء۔
۲۶۔ سیاعہ ڈائجسٹ، اخلاق رسول ﷺ نمبر دسمبر 1995ء، صفحہ 208 لاہور۔
۲۷۔ سیرۃ النبی ﷺ۔ علامہ شبلی نعمانی جلد اول صفحہ 268 دارالاشاعت کراچی 1985ء۔
۲۸۔ السیرۃ النبویۃ، ابن ہشام، صفحہ 225، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر 1936ء۔
۲۹۔ سیرۃ البنی ﷺ، علامہ شبلی نعمانی جلد اول، صفحہ 269 دارالاشاعت کراچی 1985ء۔

تبلیغ بذریعہ تدریس سیرت طیبہ کی روشنی میں

ڈاکٹر عمر حیات عاصم سیال
اسسٹنٹ پروفیسر، شیخ زائد اسلامک سینٹر، جامعہ کراچی۔

ABSTRACT :

Da'wah preaching, call in the favour of Allah, is religious duty for all the muslims. The best method of preaching belongs to the prophets tolerance, harmony and forgiveness are the qualities of preaching. Improving moral power of the Muslim nation is impossible with out preaching. Allah commanded for the relief to the people by preaching. Preaching is the sunnah of the prophet (ﷺ). Basic lesson of preaching is the reforms in the Muslims and the world. Institutions for the purpose of preaching, first the family training of the children from the parents. second teacher's responsibility to buildup the welfare of the people in the society. The award of preaching the welfare of the people in the prophets that is the peace process for the safety of the world

Key word: Religious, harmony, tolerance, Institutions, preaching.

فرضیت تبلیغ:

دعوت دین وشریعت ایمان کی تکمیل کیلئے لازم ہے اور ہر مسلمان کا فریضہ بھی ہے اس جہاد اکبر کی قبولیت اور کامیابی کیلئے انبیاء کرام نے جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ اعلی ترین ہے۔ قرآن مجید میں انبیاء کے اس کلام کو بلاغ المبین کہا گیا ہے انبیاء انسانیت کے اعلیٰ ترین درجہ پر فائز ہیں اسی لیے ان کی پیروی کو ایمان کی تکمیل کیلئے لازم قرار دیا گیا ہے۔ فریضہ اقامت دین میں کامیابی انسانی مزاج اور نیک اعمال کا محرک اور تکمیل ایمان ہے نیت پر تمام اعمال کا دارومدار ہے حسن نیت انسان کے عمل کو بہترین بناتا ہے حسن نیت اور تقویٰ لازم وملزوم ہیں انبیاء کرام کی زندگیاں اپنے اپنے دور اور قوم کے لوگوں کیلئے مشعل راہ تھیں اور ہیں جبکہ دائمی نمونہ عمل تا قیام قیامت

صرف سید المرسلین وسید الآخری رحمۃ اللعالمین حضرت محمد ﷺ کی حیات طیبہ ہے۔ معیشت ہو یا معاشرت حکومت ہو یا سیاسات زندگی کے تمام شعبہ جات سے متعلق ہمارے لئے ہر شعبہ میں حضرات انبیاء کے نقش قدم پر چلنا فرض ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری کا پورا کرنے کیلئے ضروری ہے کہ اسے چار درجوں میں تیاری کے ساتھ انجام دیا جائے۔

انفرادی اجتماری انتظامی عالمی ذرائع:

۱۔ انفرادی سطح پر اعلیٰ اخلاق و کردار اور تقوی کے حامل افراد موجود ہوں جو اس ذمہ داری کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں اپنی تمام صلاحتیں عملی طریقے سے استعمال کرنے کیلئے تیار ہوں

۲۔ امت مسلمہ کی حیثیت سے اجتماعی اتحادو تعاون اور برداشت کے جذبات موجود ہوں تاکہ رائے عامہ کو متحرک کرنے اور برائی سے روکنے نیکی کو وسعت دینے میں جرات کا مظاہرہ کرکے اقوام عالم میں اپنے منصب امامت وشرافت اعلیٰ مثالیں پیش کی جاسکیں۔

۳۔ مسلمانوں میں ایسے گروہ اور جماعتیں وجود رکھتی ہوں جو اجتماعی شعور کے ذریعے لوگوں کو متحرک کرسکیں اور اجتماعیت کی اہمیت سے آگاہ کرسکیں۔

۴۔ حکومت میں شامل لوگ قوم کے خادم کی حیثیت سے ذاتی مفاد کے بغیر اجتماعی مفاد میں آئین و قانون کے محافظ بن سکیں۔

پیغام الٰہی:

اسلام میں تبلیغ سے مراد اللہ تعالیٰ کے احکام کو بلاکم وکاست اس کے بندوں تک پہنچا دینا اور اس کام میں بردباری حلم اور تواضع اختیار کرنا تبلیغ ہے سورہ المائدہ۔۷۲ میں ارشاد ربانی ہے۔

"اے رسول ﷺ تیرے پروردگار کی طرف سے جو کچھ تیری طرف نازل کیا گیا ہے اسے پوری طرح پہنچادے۔ اگر تونے ایسا نہ کیا تو تونے رسالت کا حق ادا نہیں کیا" (۱)

انبیاء کی تبلیغ کو بلاغ مبین یا تبلیغ کامل کہا جاتا ہے۔ اور مومنین کی تبلیغ سے مراد نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ہے۔ دین مبین کی اشاعت و تجدید کیلئے اہل علم مسلمان زمین کے ہر کونے

میں تبلیغ دین کا سلسلہ تاقیامت جاری رکھیں گے اور مسلم وغیر مسلم دونوں کو اللہ تعالیٰ کی ان گنت نعمتوں سے استفادہ کا طریقہ بتاتے رہیں گے، سورہ ال عمران۔۱۱۰ میں فریضہ تکمیل دین کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

''تم ایک بہترین امت ہو جو لوگوں کی رہنمائی کیلئے بھیجی گئی ہو۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہل کتاب بھی ایمان لائیں تو ان میں سے کچھ تو مومن ہیں اور اکثر نافرمان ہیں''(۲)

امت مسلمہ کی امتیازی حیثیت اس وجہ سے ہے کہ لوگوں کو نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے اور فضیلت کا دارومدار فریضہ تبلیغ دین کی ادائیگی اور تکمیل اخلاق پر ہے۔

سورہ آل عمران۔۱۰۴۔ میں معیار عمل فریضہ تبلیغ کے بغیر نامکمل ہے ارشاد ربانی ہے

''اور تم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائے نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے اور وہی لوگ کامیاب فلاح پانے والے ہیں'' (۳)

کامیابی سے ہمکنار ہونے اور دین وایمان کی تکمیل کیلئے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی تاکید کی گئی ہے۔ ایمان کامل کا عملی ثبوت یہ ہے کہ نیکی کا حکم دیا جائے اور برائی سے روکا جائے اور حق کی تاکید اور صبر کی تلقین کی جائے سورہ العصر میں ارشاد ربانی ہے۔

''اور زمانہ شاہد ہے انسان خسارے میں ہے مگر وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اور حق کی تبلیغ اور صبر کی تلقین کی''(۴)

سورہ العصر میں حکم کی نوعیت واہمیت واضح ہے اگر تبلیغ پر جمود طاری ہو جائے تو لوگ خسارے میں رہتے ہیں نیکیوں کی اشاعت اور برائیوں میں کمی کی کوشش جاری رہنی چاہیئے تاکہ برائیاں پروان نہ چڑھنے پائیں اور نہ لوگوں کا نقصان ہو مسلم قوم وملت کا وقار قائم رہے۔ قوم بنی اسرائیل کی خود سری اور انبیاء کرام کے احکام کو نظر انداز کرنا رب العالمین کو ہرگز قبول نہیں

اس لئے نیکی کا حکم ملنے کے باوجود نہ ماننے کے باعث قوم بنی اسرائیل کو نافرمان کہا گیا ہے جس میں ان کے تکبر کے باعث انہیں نافرمان قرار دیا گیا ہے وہ نہ نیکی خود اختیار کرتے تھے اور نہ اختیار کرنے کا حکم دیتے تھے اس کیفیت پر اللہ تعالیٰ نے انہیں تنبیہ فرمائی سورہ المائدہ۔۷۸،۷۹ میں ارشاد ربانی ہے۔

"بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کیا ان پر حضرت داوٗد اور حضرت عیسیٰ ابن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی یہ صرف اس لئے ہوا کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حدود سے تجاوز کیا کرتے تھے اور وہ آپس میں برائیاں کرنے لگے اور ایک دوسرے کو ان سے روکتے نہیں تھے۔ ان کا یہ بہت برا فعل تھا"(۵)

انبیاء کی ذمہ داریوں میں ابلاغ مبین کے ذریعے لوگوں کا اللہ کی طرف بلانا بنیادی فریضہ ہے اقوامِ عالم کی تاریخ میں جس قوم نے ابنیا کی اطاعت کی قابل ستائش ٹھہی سورہ الغاشیہ۔۲۱ میں ارشاد ربانی ہے۔

" اے نبی لوگوں کو اپنے پرودگار کی طرف بلائیں بے شک آپ سیدھے راستے پر ہیں اور آپ نصیحت کریں بلاشبہ آپ نصیحت کرنے والے ہیں"(۶)

اللہ تعالیٰ سے قربت کا اعزاز واکرام یہ ہے کہ انسان اپنے نیک اعمال اور اعلیٰ اخلاق کے ذریعے منصب تخلیق پر فائیز ہو جائے۔ اطاعت رسول اور عبادت رب اس کی پہچان ہو اور اس کا امتیاز بھی سورہ حم السجدہ۔۳۳ میں ارشاد ربانی ہے۔

"اور اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو اللہ کی طرف بلاتا ہے اور نیک کام کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اطاعت گزاروں میں سے ہوں"(۷)

مقاصد تبلیغ کی تکمیل کیلئے سنت انبیاء کا اہتمام کرنا لازم ہے۔ دوران تبلیغ جس مومن نے متوازن شخصیت کا انداز اپنایا یہ اس کیلئے اللہ کے رسول کی پیروی کرنے کا اعزاز ہے جو بخشش کی ضمانت بھی ہے اور تقوی کی تکمیل بھی سورہ النساء۔۱۶۵ میں ارشاد ربانی ہے۔

"سب رسول خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجے گئے تاکہ لوگوں کے پاس رسولوں کیلئے کوئی دلیل باقی نہ رہ جائے"(۸)

ارشادات نبوی ﷺ:

تبلیغ دین اور قوت کردار کے بارے میں حضور اکرم ﷺ کے ارشادات مبلغ کا نصاب تعلیم ہے جس کی روشنی میں مبلغ کی ذمہ داریوں کا تعین ہوتا ہے اور اسی سے انبیاء کی پیروی اور اطمینان قلب کے ذرائع حاصل کرنے کا بے مثل طرز عمل واضح ہوتا ہے۔ تبلیغ دین کا دارومدار تقویٰ اور کوشش پر ہے ہدایت صرف اللہ کی طرف سے ہے مسلمان کا فریضہ صرف کہنا ہے جبکہ تکمیل ایمان و منصب کا حاصل ہونا انسان کے حسن عمل کا اظہار بھی ہے اور اعتبار بھی حضور ﷺ نے فرمایا:

"تم لوگ پہنچاؤ خواہ وہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو۔"(۹)

حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق تبلیغ دین فرض ہے جس حالت اور جس نوعیت کے حالات پیش آئیں دین کے قیام اور استحکام کیلئے ہر وقت اپنے آپ کو تیار رکھنا حضور ﷺ کی سنت مبارکہ ہے۔

"حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ اے علی رضی اللہ عنہ تمہاری کوشش سے ایک آدمی کا دین حق کا قبول کر لینا بڑی سے بڑی دولت سے بھی بڑھ کر ہے"(۱۰)

حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے جو طویل خطبہ دیا اس میں آپ کی تعلیمات کا جامع تعارف موجود ہے اس خطبہ کی تاریخی اہمیت ہے اس خطبے میں آپ نے فرمایا۔

"اللہ اس شخص کو شاد رکھے جو میری حدیث کو سن کر اشاعت کیلئے ازبر کر لیتا ہے میرے خطبہ کو غیر موجود لوگوں تک پہنچا دیتا ہے۔"(۱۱)

رسول اللہ ﷺ نے تبلیغ کیلئے قوت ایمانی کو ضرور قرار دیتے ہوئے فرمایا:

"تم میں سے جو شخص بھی کوئی برائی دیکھے تو اسے ہاتھ سے روکے اور اگر ایسا نہ کر سکے تو

زبان سے منع کرے اور اگر اتنی بھی طاقت نہ ہو تو اسے دل میں برا سمجھے اور یہ آخری صورت ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے"(۱۲)

رسول ﷺ نے فریضہ تبلیغ سے غفلت کو ذلت اور پستی خیمہ قرار دیا آپ نے فرمایا:

"جب میری امت دنیا کو بڑی چیز سمجھنے لگے گی تو اسلام کی محبت اس کے دل سے نکل جائے گی اور جب امر بالمعروف اور نہی المنکر کو چھوڑ بیٹھے گی تو وحی کی کابرکات سے محروم ہو جائے گی اور جب آپس میں گالی گلوچ اختیار کرے گی تو اللہ تعالیٰ کی نظروں میں گر جائے گی"(۱۳)

ایسے لوگ جو صاحب اختیار و اقیدار ہونے کے باوجود فریضہ تبلیغ و اقامت دین انجام دینے کو وقت کا ضیاع سمجھتے ہیں اور روگردانی کے مرتکب ہوتے ہیں انھیں قبل از وقت موت اور عذاب الٰہی کی وعید سنائی گئی ہے آپ نے فرمایا۔

"کسی جماعت یا قوم میں کوئی شخص گناہ کا ارتکاب کرتا ہے وہ جماعت یا قوم طاقت و اختیار کے باوجود اس شخص کو گناہ سے نہیں روکتی ان پر موت سے پہلے دنیا میں ہی اللہ کا عذاب مسلط ہو جاتا ہے"(۱۴)

حضور کا انداز تبلیغ اور نمونہ عمل:

حضور ﷺ نے جو تعلیم لوگوں کو دی اُسے عملی طور پر پیش کیا آپ نے اپنی حیات طیبہ کا ایک گوشہ انسانی نگاہوں کے سامنے پیش فرمایا کہ عملی نمونہ کے طور پر استفادہ کے ذریعے مسلمان کامل ایمان وایقان کا مظاہرہ کر سکیں اور کسی کو دین اسلام اور پیغمبر اسلام کے بارے میں لب کشائی کی گنجائش نہ ملے آپ ﷺ مجسم قرآن ہیں اور آپ کے اخلاق اور جدوجہد کی مثالیں احادیث کی کتب میں موجود ہیں۔ آپ کے اسباق زندگی مسلمانوں کی رہنمائی کا بہترین ذریعہ ہیں چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ آپ ﷺ حتی الامکان جنگ سے گریز کرتے اور اگر مجبوراً جوابی کارروائی کرنے کی ضرورت پیش آئی تو سب سے پہلے اسلام کی تبلیغ کرتے اور اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے اگر

دشمن اس دعوت کو قبول کرلیتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ نہ کرتے تھے جس بستی سے اذان کی آواز آتی اس پر حملے سے روک دیتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ جب جنگ خیبر میں یہود کے خلاف معرکہ آرائی کیلئے جارہے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا "کیا اس وقت تک تلوار چلاؤں کہ وہ ہمارے راستے پر آجائیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی رضی اللہ عنہ وقار اور سکون کے ساتھ جاؤجب ان کے آمنے سامنے ہوں تو انھیں اسلام کی دعوت دو۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق بتاؤ۔ اللہ کی قسم" شخص واحد کا تیرے ہاتھ پر اسلام قبول کرلینا سرخ اونٹوں سے زیادہ قابل قدر ہے۔

۲۔ تبلیغ اسلام کیلئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مصائب وآلام برداشت کئے "سفر طائف "کاواقعہ ہمارے سامنے مشعل راہ ہے۔ اور کفار مکہ کی سختی اور ناروا سلوک بھی ہمارے سامنے ہے جو تاریخ کا انوکھا باب اور تاریخ کی شہادت ہے جو کسی سے پوشیدہ نہیں آپ نے فتح مکہ کے وقت دعوت دین کے بعد سب کو معاف کردیا۔

۳۔ فتح مکہ کے موقع پر صفوان ابن امیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کو دیکھ کر کہنے لگا۔

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر دیا کہ آپ پہلے میرے نزدیک مبغوض ترین (نعوذباللہ) خلق تھے لیکن اس فیاضی سے محبوب ترین شخص بن گئے" ابوسفیان کی بیوی ہندہ دشمن رسول بھی فتح مکہ کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں اچھے کلمات کہتی ہے جس کی سفاکیت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت کس قدر شدید ہے آپ انہیں دائرہ اسلام میں داخل فرماتے ہیں کوئی انتقام نہیں لیتے۔

مثالی معاشرت:

موجودہ دور میں دعوت دین اور فریضہ تکمیل دین کیلئے انفرادی سطح پر جن باتوں پر عمل کرنا ضروری ہے وہ اخلاق اور اخلاص نیت ہے اور مبلغ میں جن شرائط کا پایا جانا ضروری ہے ان میں دین کا ضروری علم لازمی ہے اس علم کا جاننا اور عملی طور پر عقائد اور ارکان کے علاوہ روزمرہ کے

معاملات حقوق العباد کا جاننا بھی ضروری ہے علم دین کے علاوہ احکام المعاملات کا جاننا بھی ضروری ہے تاکہ ازدواجی زندگی پر سکون رہے طالب علم اور استاد کے درمیان مشاورت اور مسائل سے واقفیت معاشرتی طبقات میں انفرادی حیثیت اور اجتماع فرائض واجبات کی پابندی اور گناہ کی باتوں سے نہ صرف محفوظ رہنا بلکہ محفوظ رہنے کیلئے کوشش کرنا ہی معیار تبلیغ اور مثالی معاشرت ہے۔

جماعتوں اور گروہوں کیلئے امر بالمعروف اور نہی المنکر کیلئے اہل افراد کا انتخاب ضروری ہے جو مبلغ کی شرائط پر پورا اترتے ہوں۔ گروہ اپنی تنظیمی طاقت اور صلاحیت کو گروہی مفاد کے بجائے عوامی مفاد کیلئے وقف کرنے کا جذبہ رکھتے ہوں تربیت یافتہ افراد کی مناسب تعداد کے بعد دعوت عام کا آغاز کرنا سنت رسول ﷺ ہے۔

امت مسلمہ میں وحدت کیلئے اتحاد و یک جہتی اور اتفاق رائے ضروری ہے تاکہ مخالف اسلامی تحریکوں اور قوتوں کو رد کا جاسکے انفرادی اجتماعی جماعتی اور گروہی سوچ کے درمیان توازن ضروری ہے تاکہ اسلامی تحریکوں کی شکل اور امت مسلمہ کے عمومی دینی مزاج اور اسلامی کردار کو سمجھا جاسکے اور معاشرے کی داخلی تشکیل کیلئے ضروری اقدامات کئے جاسکیں دعوت دین اس کا طریقہ کار جہاں انفرادی عمل ہے وہاں اس کی اجتماعی کوشش اور خاندانی تربیتی ماحول کا ہونا ضروری ہے یہ کوشش امت اسلامیہ کے اجتماعی ضمیر کی آواز کو بلند کرنے کے ساتھ اصلاح امت کے اجتماعی تصور کی ضمانت بھی ہے موجودہ دور میں نئی نسل کے افعال و اعمال سے متعلق شکایت کرنے والے والدین اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ انھیں ابتدائی عمر کے دوران تربیت اولاد کی ذمہ داریوں پر جو توجہ دینی چاہیے تھی وہ نہیں دی گئی گھر کے ماحول اور اصلاح کیلئے چند اقدامات درج ذیل ہیں۔

اخلاقی تربیت:

ا۔ گھر میں عبادات کا ماحول اور رمضان المبارک کے روزوں کا اہتمام بزرگوں کی طرف سے ترجیحاً ہونا چاہیے اور بچوں کو تاکید اور نرمی کے ساتھ مقررہ اوقات میں عبادات کیلئے تیار کرنا ضروری ہے۔

۲۔ منفی رجحانات اور غیر اخلاقی تفریحات سے گریز کرنا چاہیے اور مختلف مواقع پر بچوں کو ان کے نقصان وہ نتائج سے آگاہ کرتے رہنا چاہیے اوران کی سرگرمیوں کو تعمیری سمت میں منتقل کرنے کیلئے پروگرام وضع کرنا ضروری ہے۔

۳۔ فحاشی پھیلانے والے ذرائع ابلاغ اخبارات ورسائل اور فلموں سے آراستہ غیر اخلاقی عریاں انگریزی اردو اور مقامی زبانوں کے ذرائع تعیش کو متبادل ذرائع سے بدل دینا چاہیئے۔

۴۔ دوست احباب کی محافل میں قربت رشتہ داری اور دیگر حلقہ احباب میں نیک اور پاکیزہ صفت افراد سے تعلقات اور صاف ستھری زندگی کے حامل افراد جن کا کردار بے داغ ہو ان سے مشاورت وتعاون بڑھانا چاہئیں۔

۵۔ ایسے لوگ جو حرام وحلال کی تخصیص پر توجہ نہیں دیتے اور ناپسندیدہ سرگرمیوں میں ملوث ہوں اور جن کے ذرائع آمدنی حرام اور ناپسندیدہ ہوں ان سے تعلقات اصلاح احوال کی غرض سے کم رکھے جائیں۔

۶۔ والدین کیلئے لازم ہے کہ اپنے ذرائع آمدنی جس میں مشکوک ذرائع آمدنی شامل ہیں چھوڑ کر متبادل حلال ذرائع آمدنی اختیار کریں اور بچوں کو قناعت پسندی اور اعتدال کی برکات سے آگاہ کرتے رہیں۔

۷۔ اپنے خاندان کی دینی معلومات میں اضافہ اور تعلیمی مشاغل کے عملی نتائج کی آبیاری کیلئے منتخب اسلامی معیاری کتب کی لائبریری کا ہونا نہایت ضروری ہے تاکہ وقت گزارنے اور تربیت پانے کے نیک عمل کو کامیاب بنایا جاسکے۔

۸۔ غفلت ولاپرواہی کے بڑے نقصانات سے بچاؤ کیلئے دس سے بیس سال کی عمر کے دوران بچوں کی مثبت سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔ اور انہیں قابل تعریف سمجھتے ہوئے نرمی اصلاح اور تعمیری کردار نظم وضبط اعتدال پسندی کے جذبات پروان چڑھانا ضروری ہیں۔

۹۔ گھر کے افراد کو بحیثیت مجموعی نظام الاوقات عبادات کی پابندی اور معاملات میں ایک دوسرے کے ساتھ شریک کرنا اور نیک سرگرمیوں میں شامل کرنا ضروری ہے تاکہ اسلامی معاشرہ کی قدروں کی حفاظت کی جاسکے اور شخصیت کا تعمیری پہلو ابھر کر سامنے آسکے۔

۱۰۔ زندگی کی تمام سرگرمیوں میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی دعا کرنی چاہیے بچوں میں ذاتی ذوق اور اخلاقی معیار کا احیاء ضروری ہے تاکہ بچے تربیت یافتہ شہری بن کر قوم کی خدمت کر سکیں۔

نصاب تعلیم کی اصلاح:

تعلیمی نظام میں خصوصاً نصاب تعلیم اپنے نتائج کے لحاظ سے کسی قوم کا بنیادی ستون ہے نصاب تعلیم کی تکمیل کیلئے لازم ہے کہ طلباو طالبات کی اخلاقی تربیت پر بھرپور توجہ دی جائے جس کیلئے درج ذیل امور کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔

۱۔ قرآن مجید احادیث نبوی سیرت رسول، اسلامی تاریخ اور علم فقہ کا مطالعہ ابتدائی کلاسوں میں تدریس میں شامل ہونا چاہیے اور اس کی عملی تفہیم کو پروان چڑھایا جانا ضروری ہے۔

۲۔ حدیث و سیرت کے مطالعہ میں مختلف زبانوں اور معیاری مآخذ علم کی اہمیت سے آگاہ کیا جائے تاکہ وقت کے تقاضوں سے ہم آہنگی اور فہم وادراک کی صلاحیت اجاگر ہو سکے۔

۳۔ اسلامیات کے اساتذہ طلباء اور علمائے کرام دیگر اہل دانش سے بلا کسی مسلکی تعصب کے استفادہ کیلئے تیار ہوں تاکہ اعتدال پسندانہ سوچ اور صبر و تحمل حلم و بردباری کے جذبات اجاگر کئے جا سکیں۔

۴۔ جدید تعلیم کے اداروں میں اسلامی ماحول کا قیام ضروری ہے لباس میں حجاب اور اسلامی تصور زندگی کی حوصلہ افزائی کی جائے تاکہ اسلامی علوم کی عظمت و توقیر دلوں میں واضح ہو سکے۔

۵۔ درسگاہوں میں طلباو طالبات کے اختلاط کو نرمی اور حکمت کے ساتھ اسلامی ماحول کے تقاضوں کے مطابق بدلا جائے تاکہ شرعی احکام احترام اور حقوق و فرائض کا فہم بلا کسی احساس

کمتری و برتری کے بچوں کے دل میں اجاگر ہو سکے طلبا و طالبات کے ذاتی مسائل کو اسلامی علوم کی روشنی میں سنا جائے اور اسلامی احکام کے شایان شان حل پیش کیا جائے۔

۶۔ معاشرتی علوم اور دیگر سائنسی علوم کی فرضیت واہمیت کو قرآن وحدیث سے اخذ کردہ ذرائع معلومات اور حوالہ جات سے آگاہ کیا جائے تاکہ طلبا و طالبات میں خلق حقیقی کے مقاصد اور تخلیق اشیاء عالم کی نوعیت واضع ہو سکے اور سنت رسول کے مطابق ہر چیز کے غلط اور درست ہونے کا مفہوم خود سمجھ میں آسکے۔

۷۔ موجودہ دور میں ملت اسلامیہ کے سائنس اور ٹیکنالوجی کے مسائل اوران کی نوعیت اور حل سے واقفیت حاصل ہو سکے اور اسلامی احکامات کے مطابق حدید سائنسی علوم کی اہمیت سے آگاہ ہو سکیں۔

۸۔ معاشرتی تربیت کیلئے معاشرتی علوم اور دیگر ذرائع تعلیم و تربیت عربی زبان و ادب اور اسلامی علوم میں مہارت اور جدید علوم میں تخصیص کی قابلیت کیلئے طلبا و طالبات کو تیار کیا جا سکے۔

اساتذہ کے فرائض:

اساتذہ محسن قوم کے اعلیٰ درجات پر فائزوہ علمی رہنما ہوتے ہیں جو اس قوم کی اعلیٰ پیمانے پر تربیت کا فریضہ انجام دیتے ہیں وہ اپنی خدمات کے اہل اور احترام لحاظ سے نہایت اعلیٰ درجہ کا اخلاق و کردار رکھتے ہیں ایسے افراد معاشرے کی تعمیر اور غیر اسلامی رجحانات سے بچاؤ میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں اور معاشرے کا بھروسہ ان کے مثالی کردار سے عبارت ہوتا ہے انہیں چاہیے کہ درج ذیل معیارات کا خیال رکھیں۔

۱۔ اساتذہ بچوں میں ایمانی قوت عزم و حوصلہ اور نیک چلن عزم و ثبات اور غیر اسلامی رجحانات سے حفاظت کی ادراکی کیفیت پیدا کریں اور فہم و فراست دین سے وابستگی پیدا کریں۔

۲۔ اساتذہ طالب علم کے اندا علی اخلاق و کردار روحانی اقدار سے تعلق اور لامذہبیت کے نقصانات کا شعوراور غیر اخلاقی تصورات سے بچاؤ کا جذبہ پیدا کریں تاکہ ان کا کردار تعمیر معاشرہ میں مثالی بن سکے۔

۳۔ اساتذہ آئیڈیل ہیں طالب علموں کیلئے انہیں درسگاہوں مساجد اور دیگر مقامات مدرسہ میں ملاقات کے دوران ترغیب و تلقین کے ذریعے نماز باجماعت اور نیک عمل کی ترغیب دیں۔

۴۔ اسلامی علوم کے اساتذہ اسلام کے نظام جزاو سزا سے متعلق طلباو طالبات کے سوالات کے مدلل جواب دیں ان کے سوالات کو رد نہ کریں ان کی دینی معلومات میں بھرپورا اضافہ کریں۔

۵۔ اساتذہ اپنے اندر طالب علمانہ جذبات پیدا کریں مطالعہ کریں اور بچوں کو مطالعہ کی ترغیب دیں طریقہ ہائے تدریس مواد تدریس کے علاوہ تدریسی ماحول پیدا کریں اور مکمل مہارت کے ساتھ نفسیاتی کمزوریوں پر تنقید کئے بغیر تعمیری انداز اختیار کریں۔

۶۔ اساتذہ اپنے خصوصی مضامین کا رجحان مسلط کرنے کی بجائے اس کی اہمیت اجاگر کریں اور تمام مضامین میں ہم آہنگی اور اہمیت اجاگر کریں تاکہ جدید تحقیقات پر منطبق نتائج حاصل کئے جاسکیں۔

۷۔ بچوں پر اخراجات کا بوجھ نہ ڈالیں بنیادی درسی کتب میں شامل اسباق کی تدریس کے دوران دیگر کتب کے مطالعہ کی حوصلہ افزائی کریں سائنسی اور ادبی علوم کو دلائل سے واضح کریں۔

۸۔ متبادل تصورات علم اور نظریاتی بحث کے دوران تنقیدی انداز فکر اپنائیں اور نظریاتی بحث کے دوران تنقیص کی بجائے نظریہ زندگی سے مطابقت پیدا کریں۔

صراط مستقیم:

اختلافات رائے کے دوران اعتدال پسندی کا مظاہرہ مسلمانوں میں اصول زندگی و بندگی درجہ رکھتا ہے سیرت رسول اور سنت رسول کا تقاضا ہے کہ اختلاف رائے کے موقع پر اعتدال پسندی درگزر تواضع اپنائیں جو حضور ﷺ کی سنت ہے اتحاد امت کس قدر ضروری افتراق امت کس قدر مضر ہے اس کے نتائج سب جانتے ہیں ائمہ مجتہدین کے درمیان اختلاف رائے

ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین کے درمیان بھی اختلاف رائے ہے بعد میں علمائے ملت اسلامیہ کے نظریاتی اختلاف کی مثالیں اور اعلیٰ ظرفی کے ثبور تاریخ کا حصہ ہیں اختلاف رائے ہے بعد میں علمائے ملت اسلامیہ کے نظریاتی اختلاف کی مثالیں اور اعلیٰ ظرفی کے ثبور تاریخ کا حصہ ہیں اختلاف اتحاد امت کے خلاف نہیں حضرت مفتی محمد شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان فرماتے ہیں۔

''سب سے پہلے میں واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ نظری مسائل میں اختلاف آراء مضر ہے نہ اس کے مٹانے کی ضرورت ہے نہ مٹایا جاسکتا ہے اختلاف رائے نہ وحدت اسلامی کے منافی ہے نہ کسی کیلئے مضر اختلاف رائے ایک فطری و طبعی امر ہے جس سے نہ کبھی انسان کو کوئی گروہ خالی رہا نہ رہ سکتا ہے۔ اگر حالات و معاملات کا صحیح جائزہ لیا جائے تو اختلاف رائے اگر حدود کے اندر ہے تو کبھی کسی قوم و جماعت کیلئے مضر نہیں ہوتا بلکہ بہت سے مفید نتائج پیدا کرتا ہے اسلام میں مشورہ کی تکریم و تاکید فرمانے کا یہی منشاء ہے کہ معاملہ کے متعلق مختلف پہلو اور مختلف آراء سامنے آجائیں اور فیصلہ بصیرت کے ساتھ کیا جاسکے اگر اختلاف رائے مذموم سمجھا جائے تو مشورہ کا فائدہ ہی ختم ہو جائیگا''(۱۵)

دعوت دین اور اعتدال پسندی دینی و اخلاقی فرائض کا درجہ رکھتے ہیں سیرت رسول سے دونوں انداز ثابت ہیں دعوت دین فرض ہے اعتدال اخلاق کی اعلیٰ ترین کیفیت ہے۔ اور یہی صفات امت اسلامیہ کے اتحاد اور بقا کی ضمانت ہیں۔

حوالاجات:

۱۔ قرآن مجید۔ مولانا امین احسن اصلاحی۔ 2003ء فاران فونڈیشن۔ لاہور۔ صفحہ۔ ۱۹۲۔

۲۔ قرآن مجید۔ مولانا امین احسن اصلاحی۔ 2003ء فاران فونڈیشن۔ لاہور۔ صفحہ۔ ۱۰۵۔

۳۔ قرآن مجید۔ مولانا امین احسن اصلاحی۔ 2003ء فاران فونڈیشن۔ لاہور۔ صفحہ۔ ۱۰۵۔

۴۔ قرآن مجید۔ مولانا امین احسن اصلاحی۔ 2003ء فاران فونڈیشن۔ لاہور۔ صفحہ۔ ۹۷۸۔

۵۔ قرآن مجید۔ مولانا امین احسن اصلاحی۔ 2003ء فاران فونڈیشن۔ لاہور۔ صفحہ۔ ۱۹۵۔

۶۔ قرآن مجید۔ مولانا امین احسن اصلاحی۔ 2003ء فاران فونڈیشن۔ لاہور۔ صفحہ۔ ۹۶۳۔

۷۔ قرآن مجید۔ مولانا امین احسن اصلاحی۔ 2003ء فاران فونڈیشن۔ لاہور۔ صفحہ۔ ۶۴۷۔

۸۔ قرآن مجید۔ مولانا امین احسن اصلاحی۔ 2003ء فاران فونڈیشن۔ لاہور۔ صفحہ۔ ۱۶۸۔

۹۔ صحیح مسلم۔ ترجمہ۔ علامہ حید الزماں۔ 1981ء نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور۔ صفحہ۔ ۸۶۔

۱۰۔ صحیح مسلم۔ ترجمہ۔ علامہ وحید الزماں۔ 1981ء نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور۔ صفحہ۔ ۹۱۔

۱۱۔ تجرید بخاری۔ امام محمد بن اسمعیل بخاری۔ تجرید علامہ حسین بن مبارک زبیدی ۔ 1981 دارالاشاعت کراچی صفحہ۔ ۸۰۔

۱۲۔ مشکوۃ شریف۔ امام ولی الدین محمد بن عبداللہ۔ ترجمہ، مولانا عبدالعلیم علوی۔ 1995 مکتبہ رحمانیہ، لاہور۔ صفحہ ۵۰۔

۱۳۔ صحیح مسلم۔ ترجمہ۔ علامہ وحید الزماں۔ 1981 نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور۔ صفحہ۔ ۷۸۔

۱۴۔ سنن ابیؔ داؤد۔ ترجمہ۔ علامہ وحید الزماں۔ 1987 نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور۔ صفحہ۔ ۲۲۵۔

۱۵۔ آداب الاختلاف۔ مولانا محمد فاروق جامعہ احسن العلوم کراچی۔ صفحہ۔ ۶۹۔

سماجی انصاف تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

پروفیسر ڈاکٹر غلام عباس قادری
گورنمنٹ سراج الدولہ کالج، کراچی

ABSTRACT :

The major part of Holly Quran reflects the "Sirah" of Holly Prophet (ﷺ). The Holly Quran describes that Allah has not only sent The Holly Prophet (ﷺ) as a guide for the man but also as a role model for human being. The Holly Quran says that The Holly Prophet is The Blessing for all creature of Allah. Therefore, we see that The Holly Prophet (ﷺ) guided to the human being in all walks of life. This is a ground reality that the teachings of Holly Prophet provide the guarantee of peace and welfare for the entire world. The last Sermon of The Holly Prophet (ﷺ) not only eliminated the social injustice but also provided the guide line of social justice. He protected the rights of every person and also determined the duties of every one according to the order of Allah.

Keywords: Creature, Guarantee, Peace, Eliminate, injustice, Protected

سنت نبوی ﷺ کی اساس و بنیاد قرآن مجید فرقان حمید ہے۔ قرآن مجید کو سمجھے بغیر سنت نبوی کا شعور ناممکن ہے، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس کچھ لوگ آئے اور پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کیسے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ کیا آپ نے قرآن نہیں پڑھا، انہوں نے کہاہاں۔ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ کان خلقه القرآن(۱) رسول خدا ﷺ کے اخلاق تو قرآن ہے، مطلب کہ قرآن مجید نے انسانیت کی جو خوبیاں اور اوصاف بیان کئے ہیں وہ آپ ﷺ کی ذات میں اعلیٰ درجے کی حد تک موجو ہیں۔ اور جن باتوں کو قرآنِ کریم نے منفی طور بیان کیاہے آپ ﷺ کی ذات ان سے دور رہی اللہ جل شانہ نے تمام مخلوقات میں انسان کو علم وادب سے نواز کر کائنات میں افضل واشرف بنایا:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ (۲)

یعنی اور ہم نے آدم کو اولاد کو عزت کا تاج پہنا کر اسے ایک ذمہ دار کی حیثیت سے دنیا میں بھیجا، انسانی وجود کی بقاکیلئے خداوند کریم نے دنیامیں کتنی ہی نعمتیں پیدا فرمائیں جو چیزیں مادی اشیاء سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس رحیم و کریم ذات سے بعیدہ نہیں کہ وہ انسان کی دنیاوی ضروریات کا انتظام تو فرمائے لیکن اس کی روحانی و اخلاقی ضرورتوں کو نظر انداز کردے، اسی رب رحیم نے انسان کی اخلاقی وروحانی ضرورتوں کو پورا کرنے کا انتظام فرمایا۔ انسان کی ہدایت کا سلسلہ اتناہی قدیم ہے جتنا کہ خود انسان کی ذات حضرت آدم علیہ السلام نہ صرف ابوالبشر ہیں بلکہ وہ پہلے نبی ورسول بھی ہیں نبوت ورسالت کا یہ مقدس سلسلہ ہر دور میں جاری رہا کتنے ہی پیغمبر اور رسول ہدایت اور رہنمائی کے لیے دنیامیں آتے رہے عرب میں کافی عرصہ تک کوئی نبی یا رسول مبعوث نہیں ہوا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل اور مذہب کے دعویدار ان کے مذہب کو بھول کر مسخ کر چکے تھے۔

لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ۔ (۳)

ترجمہ: تاکہ آپ انہیں خبر دار کریں جن کے آباءواجداد کو خبر دار نہیں کیا گیا اسی لئے وہ غفلت میں ہیں۔

حضرت محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے خاتم الانبیاء بنا کر بھیجا:

یہ غفلت اس قدر بڑھ گئی تھی کہ انسانی اقدار، رحم دِلی، عدل و انصاف، احسان و خیر خواہی، مساوات اور انسانی شرف و وقار ختم ہو چکا تھا کچھ قبائل اپنی بچیوں کو زندہ دفن کرتے اور اپنے جگر کے ٹکڑوں پر بھی ترس نہیں کھاتے تھے لوگوں کی ملکیت پر قبضے اور کمزوروں کو ڈرانا، مجبوروں پر ظلم کرنا عام ہو چکا تھا قرآنِ کریم نے ایسے معاشرے کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے:

كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا۔ (۴)

ترجمہ: تم تباہی کے دہانے پر پہنچ چکے تھے اس وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی اور رب العلمین نے اپنے رسول نبی امی حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا۔

ایک ایسی شخصیت جس کی ولادت مکہ میں ہوئی اور انکا بچپن اور جوانی کا زمانہ اہل مکہ کے سامنے گزرا، مکی معاشرہ جو گلاسڑ ا اور متعفن ہو چکا تھا، کنول کے پھول کی مانند چمکتا نظر آنے لگا۔

رحمۃ اللعلمین ﷺ:

خداوندِ کریم نے ایسی شخصیت کو دنیاوالوں کیلئے مکمل رحمت بنا کر بھیجا جن کی حیات کا اک اک لمحہ انسانیت کی بھلائی اور فکر میں گزرا، حرا کی اندھیری غار میں دن رات نہ صرف لوگوں کی فلاح کے لیے سوچتے رہتے بلکہ بھوک اور پیاس کی پرواہ بھی نہ کرتے۔

رحمتِ الٰہی کا بادل برسا:

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی امید پوری کی اور حراء کی اندھیری غار سے آپ ﷺ ایک ایسی روشنی لیکر مکہ والوں کے پاس آئے جن سے نہ صرف انسان ذات کا ظاہر چمکا بلکہ اس کا باطن بھی صاف اور شفاف کر دیا۔

مولانا حالی کے بقول:

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا
وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی برلانے والا

قرآن کریم ایسا نور ہے جس سے مراد وہ حقیقی نورانی روشنی ہے جس سے ارد گرد بھی چمک جاتا ہے:

حیوان و بے جان اشیاء کیلئے رحمت:

پیغمبر اسلام ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایک انصاری کے باغ میں آتے ہیں وہاں ایک اونٹ آپ ﷺ کے حضور میں حاضر ہو کر کچھ اپنی زبان میں عرض کرتا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمجھنے سے قاصر ہیں، اس جانور کے ادبِ رسول ﷺ پر حیرت زدہ بھی ہیں، اتنے میں

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ اونٹ کس کا ہے لوگوں نے عرض کیا کہ فلاں نوجوان کا ہے وہ شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ نے فرمایا کہ اونٹ تیری شکایت کر رہا ہے کہ مالک مجھ سے کام زیادہ لیتا ہے اور چارہ کم دیتا ہے، قیامت کے روزان بے زبانوں کے بارے میں تم سے پوچھا جائے گا۔

راستے کے حقوق کی حفاظت:

پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا کہ راستوں اور چوکوں پر مت بیٹھا کرو، لوگوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ یہ تو ہماری مجبوری ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تمہارے لئے بیٹھنا ضروری ہے تو پھر راستے کا حق ادا کیا کرو لوگوں نے عرض کیا کہ راستے کے کیا حقوق ہیں آپ ﷺ نے فرمایا:

غض البصر کف الاذٰی ردالسلام و امر بالمعروف ونھی عن المنکر(۵)

ترجمہ: نگاہیں جھکائے رکھو کسی کو تکلیف نہ دو سلام کا جواب دو نیکی کا مشورہ دو اور برائی سے روکو۔

سماجی انصاف:

اجتماعی زندگی بسر کرنا انسان کی فطرت میں شامل ہے۔ لفظ انسان کا لغوی معنٰی ہے انسیت، یہ انسیت تنہائی نہیں بلکہ اجتماعی زندگی سے ہی حاصل ہوسکتی ہے، اسی زندگی کو سماجی زندگی کہا جاتا ہے اسی سماجی حیات میں جب معاشرہ مل کر چلتا ہے تو انکے حقوق ایک دوسرے پر لازم ہو جاتے ہیں اب ہمیں دیکھنا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ کی سنتِ مبارکہ میں ہمیں کون سی تعلیم ملتی ہے۔ سب سے پہلے اسی زندگی کے ضابطے یعنی قرآن حکیم کی روشنی میں آپ ﷺ نے عملی زندگی گزاری۔ قرآن مجید میں حکم ہے کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ (۶)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کیلئے انصاف کی گواہی کیلئے تیار ہو جاؤ کسی قوم کی دشمنی کی خاطر انصاف کو مت چھوڑو انصاف کرو یہی بات تقوٰی کے زیادہ قریب ہے۔

سماجی زندگی میں بلا تفریق انصاف کرنا:

پیغمبر اسلام ﷺ کی مبارک زندگی میں لوگ دربارِ رسالت مآب میں تنازعات لاتے جن میں مسلمان بھی ہوتے اور غیر مسلم بھی آنحضرت ﷺ بلا تفریق خدا تعالیٰ کے بتائے ہوئے حکم کے مطابق فیصلے فرماتے تھے۔

سماجی انصاف کی ابتدا:

افراد کی اجتماعی زندگی کو سماج کہا جاتا ہے جس کی شروعات ایک عورت اور ایک مرد کے باہمی نکاح سے ہوتی ہے ان دونوں کے ایک دوسرے پر حقوق ہیں ان کو انصاف کے ساتھ پورا کرنے کا نام سماجی انصاف ہے۔اسلام سے پہلے عورت کو ذاتی ملکیت اور سامان سمجھا جاتا تھا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحۡلَةً ؕ ۔(۷)

ترجمہ: ان کے مہر خوشدلی سے ادا کیا کرو

خوراک ورہائش:

مرد پہ لازم ہے کہ وہ اپنی بیوی کے لیے اپنی حیثیت کے مطابق خوراک اور رہائش کا انتظام کرے حدیث شریف میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی آدمی حلال روزی کما کر اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ صدقے کا ثواب عطا فرماتا ہے۔(بخاری شریف)

حُسنِ سلوک:

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَعَاشِرُوۡهُنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ ۚ ۔(۸)

ترجمہ: اپنی بیویوں سے حسن سلوک کرو

پیغمبر اسلام کا فرمان ہے:

استوصوابالنساء خیرا

ترجمہ: عورتوں سے اچھائی کی وصیت کرو۔(۹)

سنت نبوی ﷺ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ بیویوں کے لیے رسول اکرم ﷺ نے خاص اچھائی کی نصیحت اور وصیت فرمائی۔ ایک اور روایت میں ہے کہ:

اکمل المؤ منین ایمانا احسنھم خلقا وخیارکم خیارکم لنسائھم۔ (۱۰)

ترجمہ: کامل مومن وہ ہے کہ جس کے اخلاق زیادہ اچھے ہیں تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنی بیویوں کیلئے بہتر ہے۔

شوہر کے بیوی پر حقوق:

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ:

والمراۃ راعیۃ فی بیت زوجھا و مسئول عن رعیتھا۔(۱۱)

ترجمہ: بیوی اپنے شوہر کے گھر کی نگران اور محافظہ ہے اس سے گھر کی حفاظت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

عصمت کی حفاظت:

۱۔ شوہر کی غیر موجودگی میں پردے اور عزت کا خیال رکھنا اس کی ذمہ داری ہے

۲۔ شوہر کے مال کی حفاظت اور کفایت سے خرچ کرنا

۳۔ بچوں کی تربیت اور ابتدائی گھریلو تعلیم

۴۔ شوہر کی اطاعت اور فرمانبرداری

۵۔ شوہر کو عزت دینا وغیرہ

ماں باپ کے حقوق:

ماں باپ ایسے رشتے ہیں جو اولاد کو دنیا میں لانے کا سبب بنتے ہیں۔ اپنی زندگی کی خوشی اور آرام اولاد پر قربان کرتے ہیں پیدائش سے لے کر بلوغت تک اپنی حیثیت کے مطابق ان کی ہر خواہش پوری کرنے کی جستجو میں لگے رہتے ہیں ضد ایک بہت بری چیز ہے اور کوئی بھی شخص ایسی بات ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتا لیکن والدین اولاد کے لیے ایسے مشفق ثابت ہوتے ہیں کہ بچوں

کی ضد کو بھی پورا کرتے ہیں ایسے مہربان جب عمر کے آخری حصے کو پہنچتے ہیں تو پھر انہیں اولاد کے سہارے کی ضرورت ہوتی ہے قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ:

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ۔(۱۲)

اچھائی کا بدلہ اچھائی ہونا چاہئے یقینااس عمر رسیدگی میں والدین کا حق ہے کہ اولاد ان کے احسانات کا بدلہ ان کے ساتھ اچھائی کرکے اتارنے کی کوشش کرے۔پیغمبر اسلام ﷺ نے قرآن مجید کی تعلیمات پر نہ صرف خود عمل کیا بلکہ امت اور انسانیت کو اس کتاب کی تعلیم اور تربیت دے کر سماج میں انصاف کو رواج دیا۔ قرآن پاک میں فرمان ہے کہ:

وَ قَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِیْمًا وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا۔(۱۳)

ترجمہ: اور تیرا رب فیصلہ دے چکا ہے کہ صرف اسی کی عبادت کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو اگر تمہارے سامنے ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچیں اف تک بھی نہ کہو اور انہیں مت جھڑکو اور ان کے ساتھ ادب سے بات کرو اور عاجزی سے ان کے سامنے اپنے بازو جھکا کے رکھو اور اللہ تعالیٰ سے ان کیلئے دعا مانگتے رہو کہ اے میرے رب ان دونوں پہ رحم فرما جس طرح کہ انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی۔ ذکر کردہ آیت میں ماں باپ کا احترام محبت ان کا ادب کرنا ان کیلئے دعا مانگتے رہنا اور ان کی کسی بھی بات پہ ناراض نہ ہونا ان کی کوئی بات پسند نہیں بھی آئے تو بھی ان کو خوش رکھنے کی کوشش کرنا شامل ہیں۔

ماں باپ سے محبت اور ان کا احترام:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو اولاد اپنے ماں باپ کو محبت کی نگاہ سے دیکھتی ہے اللہ اسے ایک حج مبرور کا ثواب عطا فرماتا ہے صحابہ نے عرض کی کہ اگر وہ ایک سو مرتبہ دیکھے تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اکبر اور اعظم ہے یعنی اس کے پاس اجر کی کمی نہیں ہے۔

ماں باپ سے حسن سلوک اور خدمت کرنے کی تاکید:

ایک نوجوان آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور جہاد کیلئے اجازت مانگی آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمہاری والدہ زندہ ہے؟ اس نے کہا ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا کہ جا کر ماں کی خدمت کر۔(۱۴)

اولاد کے حقوق:

رسول اللہ ﷺ کی سنت سے جہاں والدین کے حقوق کی اہمیت اور فضیلت واضح ہوتی ہے وہاں رسول اللہ ﷺ پہ نازل شدہ کتاب ہدیت قرآن مجید میں اولاد کے حقوق کی حفاظت اور ان سے انصاف کرنے کا حکم بھی دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَھُنَّ حَوْلَیْنِ کَامِلَیْنِ۔(۱۵)

ترجمہ: اور مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال دودھ پلائیں دو سالوں تک دودھ پلانا بچوں کا حق ہے اگر کسی سبب کی وجہ سے حقیقی ماں دودھ پلانے سے بے بس ہے تو پھر۔

فَسَتُرْضِعُ لَہٗٓ اُخْرٰی۔(۱۶)

یعنی دوسری خاتون سے اس کو دودھ پلایا جائے (اور یہ اخراجات بچے کا والد ادا کرے گا)

اولاد سے محبت کا درس:

پیغمبر اسلام ﷺ کی خدمت میں نجد کا ایک وفد ملاقات کیلئے آیا اس وقت حضرت امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہ آکر آپ کی گود میں بیٹھے آپ ﷺ نے اپنے نواسے کو بوسہ دیکر پیار کیا تو وفد کے سربراہ کو تعجب ہوا اور اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ اپنی اولاد سے اتنا پیار کرتے ہیں؟ میرے دس بیٹے ہیں مگر آج تک میں نے کسی کو بوسہ تک نہیں دیا ہے یہ بات سن کر آپ ﷺ نے ناراضگی کے انداز سے انہیں فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے سینے سے محبت نکال دی ہے تو میں کیا کروں؟(۱۷)

بیٹیاں اللہ کی نعمت:

اسلام سے پہلے عرب میں بیٹی کی پیدائش پہ رنج و غم کا اظہار کیا جاتا تھا یہاں تک اسے زندہ قبر میں دفن کیا جاتا تھا۔ اس عمل پہ قرآن پاک میں کہا گیا کہ:

وَاِذَا الْمَوْؤٗدَۃُ سُئِلَتْ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ۔(۱۸)

ترجمہ: ان بیٹیوں سے پوچھا جائے گا کہ تمہیں کس جرم میں قتل کیا گیا

اسلام کے آنے کے بعد رسول اکرم ﷺ نے ان بیٹیوں کو سماج میں نہ صرف انصاف عطا کیا بلکہ آپ ﷺ اپنی لخت جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی آمد کے وقت ان کا استقبال کیا کرتے تھے یہ اس سماج کو سبق دینا تھا کہ بیٹی بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ فتح مکہ کے دن حضرت زینب کی بیٹی رسول اللہ ﷺ کے دوش مبارک پہ تھی پیغمبر اسلام ﷺ نے جب فاتح کی حیثیت سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو لوگوں نے دیکھا کہ آج وہ کونسا بچہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کے مبارک کندھے پہ سوار ہے؟ کچھ لوگوں نے قریب جا کے دیکھا تو وہ امامہ بنت زینب یعنی رسول اللہ ﷺ کی نواسی تھی جسے رسول اللہ ﷺ اس اہم دن اور فتح کے موقعے پہ اپنے مبارک کندھے پہ اٹھا کر لا رہے تھے دراصل آپ ﷺ کا یہ عمل سماج کو پیغام تھا کہ جن بیٹیوں سے تم نفرت کرتے ہو وہ نفرت نہیں بلکہ محبت رحمت اور شفقت کے لائق نعمتیں ہیں اور دیکھو کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے انہیں کیسا سماجی انصاف دیا ہے! آپ ﷺ نے خطبۃ حجۃ الوداع میں سماجی انصاف کے حوالے سے جو تاریخی ارشادات فرمائے ہم مضمون کی مناسبت سے ان میں سے کچھ کا تبرکاً ذکر کرنا چاہتے ہیں:

منشورِ انسانیت:

جس پر عمل پیرا ہو کر ہدایت پاسکتے ہیں اور تمام دنیا کے لیے امن اور سلامتی کا پیغام ہے۔
آپ ﷺ نے اللہ کی حمد اور ثنا کے بعد فرمایا:

اے لوگو! میری بات غور سے سنو! شاید اس سال کے بعد اس جگہ پر میری آپ سے ملاقات کبھی بھی نہ ہو سکے۔

انسانی جان کی حرمت:

اے لوگو! تم پر ایک دوسرے کی جان اور مال قیامت تک حرام ہے جس طرح تمہارے اس دن اور مہینے کی حرمت ہے۔

ادائے امانت:

تم میں جس کسی کے پاس دوسرے کی امانت ہو اسے لوٹا دیا جائے۔

سود کی حرمت:

آج سے ہر قسم کا سود ختم کیا جاتا ہے۔ اپنی قرض دی ہوئی اصل رقم کے اوپر تم کچھ نہیں لے سکتے! اگر ایک دوسرے پر ظلم نہ کروگے، تو قیامت کے دن تم پر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے سود لینے دینے کو منع فرمادیا ہے عباس کو جو سود دوسروں نے ادا کرنا ہے اسے ختم کیا جاتا ہے۔

جاہلیت کے قتل پر انتقامی جذبوں پر خطِ تنسیخ:

جاہلیت کے زمانہ میں قتل کئے جانے والوں کا قصاص اور دیت دونوں کو کالعدم قرار دیا جاتا ہے۔ سب سے پہلے میں بنوہاشم کے بیٹے ابنِ ربیعہ بن حارث بن حارث بن عبد المطلب کے فرزند کا بدلہ اور دیت معاف کرتا ہوں۔

عملِ صالح جزوِ ایمان:

غور سے سنیئے کہ اب عرب میں شیطان کی پرستش نہ کی جائے گی لیکن اس کو پوجنے کی بجائے اگر شیطان کی صرف اطاعت ہی کی گئی تب بھی وہ بہت خوش ہو گا۔ اس لئے دینی امور میں شیطانی وسواس کو اپنے قریب نہ آنے دو۔

مذہب میں خارجی رسموں کی ملاوٹ غلط ہے:

اے لوگو! ادب والے مہینوں کا دوسرے مہینوں سے ادل بدل کر لینا کفر ہے جس میں مومن آلودہ نہیں ہو سکتا مگر کافر کا اس سے بچنا محال ہے جو اس سال ان چار مہینوں میں ایک

مہینہ آئندہ سال کے کھاتے میں ڈال دیتے ہیں اور آنے والے سال میں اسے بدستور اپنے محل پر رکھتے ہیں۔ یہ بھی اللہ کی طرف سے حرام کردہ امور کو حلال کرلینا اور حلال شدہ امور کو حرام کرلینا ہے۔

اور دیکھو جب اللہ تعالیٰ نے ابتدا میں زمین و آسمان کو پیدا کیا تھا زمانہ پھر پھرا کر آج پھر اسی نقطہ پر آگیا ہے۔ اللہ کے ہاں مہینوں کی گنتی بارہ ہے جن میں سے چار ادب والے مہینے ہیں۔ یعنی تین متواتر ہیں۔ ازذی قعدہ تابہ محرم اور ایک مفرد یعنی رجب کہ جمادی الثانی اور شعبان دونوں کا درمیانی مہینہ ہے۔

شوہر وزوجہ کے باہمی حقوق کا تحفظ:

اے لوگو! بیوی اور خاوند دونوں ایک دوسرے کے سامنے جوابدہ ہیں۔ ان میں سے ایک بات یہ ہے کہ کسی عورت کے لئے غیر مرد کو اپنے قریب کرنے کا حق نہیں ہے۔ ورنہ خاوند کے تن میں آگ لگ جائے گی۔

اگر بیویاں فحش کا ارتکاب کر بیٹھیں:

اور عورتوں کو چاہیے کہ وہ بے حیائی سے بالکل بچ کر رہیں۔ اگر ان سے یہ قصور ہو جائے تو ان کے شوہر ان کو بدنی سزا دے سکتے ہیں۔ مگر وہ سزا ضربِ شدید کی حد تک نہ پہنچ جائے۔

لاابالی عورتیں:

اگر عورتیں الا ابالی پن چھوڑ دیں تو دستور عام کے مطابق ان کے خور دونوش اور ان کے لباس کا پورا لحاظ رکھو اوران کے معاملہ میں حسن سلوک سے ہاتھ نہ رو کو وہ تمہارے نکاح میں آنے کے بعد تمہاری پابند ہو جاتی ہیں۔ اور ان معنوں میں اپنے نفس کی مالک نہیں رہتیں لیکن تم بھی خیال رکھو کہ آخر کلمہ ایجاب و قبول کے ساتھ ہی تو تم نے اللہ کی اس امانت کو اپنی تحویل میں لے لیا ہے اور انہیں کلمات کے ساتھ انہیں خود پر حلال کیا ہے۔

کتاب وسنت پر عمل کی تاکید:

اے لوگو غور سے سنو! اور بگوش ہوش سنو جو کچھ میں تم سے کہہ رہا ہوں اس کے بیان و تفصیل پہ مبنی جو چیزیں تم میں چھوڑ کر جارہاہوں اگر تم نے اسے مضبوطی سے (قول و کردار میں) تھامے رکھا تو کبھی گمراہ نہ ہوں گے اور وہ چیز بذاتِ خود نہایت واضح ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت ہے۔

عالمگیر تہذیب کی اساس:

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لوگو! رب ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے سب کے سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے، (پھر آپ ﷺ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی) ''اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت (آدم و حوا) سے پیدا کیا ہے اور تمہیں مختلف قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کر دیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ باعزت وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ خدا ترس ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑا دانا اور بڑا باخبر ہے۔''
نہ کسی عربی کو کسی عجمی پر برتری حاصل ہے اور نہ کوئی عجمی کسی عربی پر فضیلت رکھتا ہے، نہ سیاہ فام سرخ فام پر فوقیت رکھتا ہے نہ سرخ فام سیاہ فام پر۔ فضیلت و برتری کا معیار صرف تقویٰ پر ہے، کیا میں نے پیغام الٰہی پہنچا دیا؟ حاضرین نے جواب دیا! ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اے اللہ! تو گواہ رہ''

نیابت خطبہ:

خطبہ کے درمیان نبی الہادی والاکمال ﷺ ہر جملہ کو ختم کرنے کے بعد ایک لمحہ خاموش ہو جاتے اور اس وقفہ میں ربیعہ بن امیہ رضی اللہ عنہ بلند آواز سے آپ ﷺ کے ارشاد کو دہرا کر دوسروں تک پہنچاتے۔ رسول اللہ ﷺ نے ربیعہ بن امیہ رضی اللہ عنہ کو تاکید فرمادی کہ حاضرین کو خطبہ میں دی گئی ہدایات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینے کی تاکید کریں۔ اور ان سے جواب بھی طلب کریں۔

سوال: تم لوگ جانتے ہو آج کا دن کونسا دن ہے ؟

جواب: حج اکبر کا دن ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا:

اے لوگو! تم پر ایک دوسرے کی جان اور ایک دوسرے کا مال قیامت تک حرام ہے۔ جیسا کہ آج کے دن اور اس مہینے میں تم کسی قسم کی بے حرمتی نہیں کر سکتے۔

اس جملے کے بعد فرمایا: اے اللہ تو سن رہا ہے کہ میں نے اپنا فرض ادا کر دیا اور ہر طرف سے آوازیں بلند ہوئیں یا اللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا فرض ادا کر دیا۔

تکمیل دین کی بشارت:

''اَلْیَومَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا '' (۳:۵)

آج کے دن میں نے تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا۔ اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کر لیا۔

حوالہ جات:

(۱)۔ صحیح مسلم شریف باب صلوٰۃ الیل۔
(۲)۔ پ15 سورۃ بنی اسرئیل رکوع7۔
(۳)۔ پ22یٰس۔
(۴)۔ پ4 سورۃ آل عمران۔
(۵)۔ بخاری، مسلم، ریاض الصالحین باب امر بالمعروف و نہی عن المنکر ص82۔
(۶)۔ پ6 سورۃ مائدہ۔
(۷)۔ پ4 سورۃ النساء آیت4۔
(۸)۔ پ4 سورۃ النساء19۔
(۹)۔ بخاری باب خلق آدم وذریتہ۔
(۱۰)۔ جامع ترمذی، ریاض الصالحین ص195 مکتبۃ الخیر۔
(۱۱)۔ بخاری، مسلم، ریاض الصالحین باب وجوب امرہ اھلہ ص111۔
(۱۲)۔ پ27 سورۃ الرحمٰن، کورع3۔
(۱۳)۔ پ15، بنی اسرائیل رکوع نمبر3۔
(۱۴)۔ بخاری، مسلم، ریاض الصالحین باب برالوالدین وصلۃ الارحام ص116۔
(۱۵)۔ پ2 سورۃ بقرہ رکوع14۔
(۱۶)۔ پ28 سورۃ الطلاق۔
(۱۷)۔ بخاری کتاب الادب باب رحمۃ الولد وتقبیلہ۔
(۱۸)۔ پ30 سورۃ التکویر۔

نبی اکرم ﷺ کا نظام تربیت

پروفیسر محمد الیاس اعظمی

Abstract:

Training is as much necessary for human life as for as ideal society. When Allah Azzawjallah sent him after the creation of Adam(علیہ السلام) and speeded the human race, He also started the chain of Nabuwah and Risalat for the moral and spiritual training and reformation of human being who was created by four factors. So different prophets were sent to Convey them message of Allah to different nation in the different phases of history. Every prophet tried to teach them and enlighten the personality and behaviors in the light of inspiration of Allah with the reformation of belief. Even the last prophet (ﷺ) came in this world. When all the teaching of previous prophet were being erased, Life giving values were lost its exillence. The human society was change into animal society practically. There was evil in all the surroundings of the world. The virtue was lost its reality. Man was leading his life just like a fierce culture was lost its value. The man was dominated by beast. En all these circumstances HAZRAT MUHAMMAD (ﷺ) presented such project through his personality, behavior, thoughts and sayings in front of human beings by acting upon them, the Budhu OF Arab became the leader of all over the nation of the world. That's why Allah Azzawajallah proved the great life of the HOLLY PROPHET MUHAMMAD (ﷺ) as a pattern of life for all the human beings of the world.

Keywords: Necessary, Spiritual, Reformation, Circumstances, surroundings.

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اپنی تخلیق کے اعتبار سے انسان تمام مخلوقات سے برتر و اعلیٰ ہے اس لئے اس کو اشرف المخلوقات کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ حضرت انسان ہی ہے جس کے متعلق فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم

''بے شک ہم نے انسان کو بہترین (اعتدال اور توازن والی) ساخت سے پیدا فرمایا ہے۔''

احسن تقویم کا شاہکار اس انسان کا خمیر آگ، ہوا، پانی اور مٹی سے تیار کیا گیا ہے۔ مختلف النوع تاثیرات کے حامل ان عناصر اربعہ کے مرکب وجود میں طبعی موسم ایک دوسرے سے جداگانہ ہیں جس کے باعث کبھی یہ رشک ملائکہ بن جاتا ہے تو کبھی اس پر حیوانیت غالب آتی ہے تو یہ ''اسفل سافلین'' کی پستیوں میں جا گر جاتا ہے۔

انسان کی اسی جبلی کمزوری کی وجہ سے خلاق عالم نے اس کو اپنی منشاء کی راہوں پر چلانے کے لیے نبوت ورسالت کا ایک الوہی تربیتی نظام قائم فرمایا کہ انسان ہدایت کاملہ کے ان قدسی نمونوں کی حیات مبارکہ کی روشنی میں آگے بڑھتے ہوئے اپنے لیے ایسا لائحہ عمل بنائے کہ جس کے سانچے میں ڈھل کر وہ بھی انسان مرتضی کی بلندیوں کو چھونے لگے مگر یہ بلند پروازی محنت شاقہ کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اس مقام رفیع کی رفعتوں کو پانے کے لیے اس کے لیے عملی تربیت کی ضرورت ہے۔ بقول علامہ اقبالؒ:

نامی کوئی بغیر مشقت کے نہیں ہوا
سو بار عقیق کٹا تب نگیں ہوا

نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے کائنات انسانی کی طرف آخری نبی اور اپنی رضا کا آخری کامل نمونہ بنا کر مبعوث کیا ہے۔ چونکہ آپ ﷺ نوع انسانی کے لیے آخری کامل واکمل ہدایت نامہ اور ضابطہ حیات لے کر آئے ہیں۔ اس لیے آپ ﷺ نے انسان کو صحیح معنی میں انسان بنانے کے لیے اس کی تربیت کا ایک ایسا نظام وضع کیا تھا جس پر عمل پیرا ہو کر عرب کے بادیہ نشیں اقوام عالم کے پیشوا بن گئے۔ آئندہ سطور میں اس نبوی نظام تربیت کے چند خدوخال بیان کیے جائیں گے تاکہ ہم نبوی طریق تربیت سے راہنمائی لے کر اپنے لیے لائحہ عمل ترتیب دے۔

"نبی اکرم ﷺ کا نظام تربیت" اس موضوع پر بحث کرنے سے پہلے ہم لفظ تربیت پر غور کرتے ہیں کہ اس کے اندر کس قدر معنوی وسعت اور افادیت پائی جاتی ہے اور یہ کہ انسان سازی میں اس کی کتنی اہمیت ہے تاکہ موضوع کی معنویت ہر اعتبار سے واضح ہو سکے:

تربیت کا لغوی معنیٰ:

تربیت عربی زبان کا لفظ اور ثلاثی مزید فیہ باب تفعیل کا مصدر ہے۔ اس کا مادہ ر، ب، ب ہے جس کے اصول ادغام کے مطابق ربّ بنایا گیا ہے اور یہ مختلف معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔

۱۔ علامہ ابو سعید عبد اللہ بن عمر بن محمد الشیرازی البیضاوی (م):

آپ رحمۃ اللہ علیہ لفظ رب کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"الرب فی الاصل مصدر بمعنی الربیة وھی تبلیغ الشئ الی کماله شیئا فشیئا" [۳]

"رب اصل میں مصدر بمعنی تربیت ہے۔ ایک چیز کو درجہ بدرجہ کمال تک پہنچانا"۔

۲۔ رَبّ کل شیء مالکه و مستحقه وقیل صاحبه ویقال ربّ ھذا الشیء ای ملکه له یقال ھو رَبّ الدرایة و رِبّ الدار۔ [۴]

۳۔ المنجد میں رب کا معنی یوں بیان کیا گیا ہے:

"الرب مص، ج، ارباب، مالک، سردار، اصلاح کرنے والا۔ الرب مصدر ہے اور اللہ تعالیٰ کا اسم ہے"۔ [۵]

۴۔ امام راغب اصفہانی لفظ رب کا معنی یوں بیان کرتے ہیں:

الرب فی الاصل التربیة و ھو انشاء الشیء حالا فحالا الی حد التمام۔ [۶]

"الرب کا اصل معنی تربیت کرنے کے ہیں یعنی کسی چیز کو بتدریج پرورش کر کہ حد کمال تک پہنچانا"۔

۵۔ محمد بن ابی بکر بن عبد القادر الرازی (۶۶۶ھ):

ربَ بَ۔ (ربّ) کل شئی مالکه و الرب اسم من اسماء الله تعالیٰ ولا یقال فی غیره الا بالاضافة۔ [۷]

”رب ہر چیز کا مالک اور الرب اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے جو کسی غیر اللہ کے لیے نہیں بولا جاسکتا مگر یہ کہ اضافت کے ساتھ“۔

۶۔ قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی لکھتے ہیں:

ربّ، مالک، پروردگار، حاکم، حاجت روا، جمع ارباب رب اصل میں مصدر ہے بمعنی تربیت اور تربیت کہتے ہیں کسی چیز کو تدریجا درجہ کمال تک پہنچانا بغیر اضافت کے جب یہ استعمال ہو تو اس سے مراد ذات باری تعالیٰ ہی ہوتی ہے اور اضافت کے ساتھ غیر اللہ کے لیے بھی استعمال ہوا ہے جیسا کہ: معاذ اللہ انہ ربی۔۸

۷۔ حسنین محمد مخلوف رب کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

رب العالمین، مربیهم و مالکهم و مدبر امورهم۔۹

”رب العالمین یعنی ان کی تربیت کرنے والا اور ان کا مالک اور ان کے امور کی تدبیر کرنے والا“۔

۸۔ ڈاکٹر محمد عبد الطیف لکھتے ہیں کہ:

(۱) رب: خدا

(۲) رب الارباب: سب کا پالنہار

(۳) رب العالمین: دونوں جہانوں کا پالنے والا۔۱۰

۹۔ شفیقی عہدی پوری کے مطابق:

(۱) رب: (ع) تربیت کرنے والا، پالنے والا، مالک، اللہ تعالیٰ

(۲) رب الارباب: تمام پالنے والوں کا پالنے والا۔۱۱

۱۰۔ فیروز الغات اردو میں ہے کہ:

رب کا ایک معنی جمع کرنا، مالک ہونا، لوگوں پر بالا دست ہونا، نعمت کو زیادہ کرنا اور کسی کام کو درست کرنا ہے۔۱۲

۱۱۔ صاحب معجم القرآن کے مطابق:

رب کا لغوی معنٰی: پروردگار اور مالک کے ہیں۔۱۳

"لفظ رب کے مذکورہ بالا معنی پر غور کیا جائے تو ان سب میں جو مشترک معنی سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ کسی کو پال کر درجہ کمال تک پہنچانے والی ہستی کو رب کہا جاتا ہے۔"

تربیت کا لغوی معنٰی:

ربّ کے معنی کی تشریح کرتے ہوئے مختلف علماء تفسیر نے تربیت کے جو معنٰی بیان کیے ہیں ان میں سے چند معانی ملاحظہ ہوں۔

۱۔ امام علاؤالدین علی بن محمد بن ابراہیم الخازن:(م)

لفظ رب کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

یکون بمعنی التربیة و الاصلاح یقال رب فلان العیفة بھا اذا اصلحھا

"رب کا معنی تربیت اور اصلاح کرنا بھی ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں نے کمزور کو پالا: تو مطلب ہے کہ اس نے اس کی تربیت کی اس کی اصلاح کی ہے"۔

۲۔ علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی:

قاضی ثناء پانی پتی انی تفسیر میں لفظ" تربیت" کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

التربیة وھو التبلیغ الی الکمال تدریجا۔ ۱۵

"تربیت کسی کو تدریجا(آہستہ، آہستہ) کمال تک پہنچانا ہے"۔

۳۔ مولانا ابوالکلام آزاد:

مولانا ابوالکلام آزاد تربیت کا مفہوم واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

ھو انشاء الشیء حالا الی حد التمام۔ ۱۶

"یعنی کسی چیز یکے بعد دیگرے اس کی مختلف حالتوں اور ضرورتوں کے مطابق اس طرح بشو نما دیتے رہنا کہ اپنی حد کمال تک پہنچ جائے"۔

۴۔ غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ(م):

تربیت کا معنی یوں بیان کرتے ہیں کہ:

"تربیت کرنے والے کو مربی کہتے ہیں اور تربیت کے معنی میں ہر چیز کو اس کی استعداد کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے ازل میں مقدر فرمادی ہے، آہستہ آہستہ اس کے درجہ ء کمال تک پہنچا دیتی ہے۔" ۱۷

۵۔ مولانا محمد نعیم:

تربیت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"کسی چیز کو تمام مصالح کی رعایت کرتے ہوئے آہستہ آہستہ کمال تک پہنچانا تربیت کہلاتا ہے۔"

۶۔ مولانا صدر الدین اصلاحی:

تربیت کا معنی کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"تربیت کا مطلب یہ ہے کہ انسانی روح نفس کی غلامی سے آزاد اور دنیا پرستی کی آلودگی سے پاک ہو اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی محبت اور اس کی رضا جوئی کے جذبات سے سرشار ہو"۔[۱۹]

۷۔ جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری رحمۃ اللہ علیہ:

تربیت کی تعریف کچھ اس طرح کرتے ہیں کہ:

"تربیت عربی میں کہتے ہیں "تبلیغ الشئی الی کماله بحسب استعداده الازلی شیئا فشیاً" کسی چیز کو اس کی استعدادی و فطری صلاحیت کے مطابق آہستہ آہستہ کمال تک پہنچانا۔[۲۰]

۸۔ ڈاکٹر محمد طاہر القادری:

ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے مطابق انسانی تربیت کا مفہوم یہ ہے کہ:

"اسے وہ طریقہ سمجھا دیا جائے جس سے اس کی صفت ملکویت طاقتور اور صفت بہیمت کمزور پڑھ جائے تا کہ وہ ابتلاء میں سے کامیابی کے ساتھ گزر سکے۔ گویا دور ابتلاء میں کامیابی کے ساتھ گزر جانا مقصد تربیت ہے۔"[۲۱]

سورۃ فاتحہ کی تفسیر میں:

لفظ رب پر بحث کرتے ہوئے اس تصور کو یوں واضح کرتے ہیں:

"کمال سے مراد "ما یتم به الشیء فی صفاته" یعنی کسی چیز کی وہ حالت ہوتی ہے جہاں وہ اپنی جملہ صفات کے اعتبار سے انتہاء کو پہنچ جائے۔"[۲۲]

نتائج بحث:

لفظ رب اور تربیت کے مذکورۃ الصدر معانی اور توضیحات سے درج ذیل فوائد و نتائج سامنے آئے ہیں:

(۱) رب کا اصل معنی تربیت کرنا اور پالنا ہے۔

(۲) تربیت حاصل کرنے والے کے مختلف احوال اور ان کے تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کو کمال تک پہنچانا تربیت کہلاتا ہے۔

(۳) کسی کی تربیت کرنے کے لیے مربی کا خود کامل ہونا ضروری ہے۔

(۴) زیر تربیت شخص کی فطری و ازلی استعداد کا لحاظ رکھنا تربیت کے موثر ہونے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

(۵) تربیت و اصلاح کا اصل مقصد یہ ہے کہ تربیت کے نتیجے میں انسان کی بہیمانی جبلت پر ملکوتی فطرت غالب آجائے۔

(۶) تربیت کے نتیجے میں نفسانی خواہشات مغلوب ہو جائیں اور اس کی روح دنیا پرستی سے آزاد ہو جائے تو اس سے اس کے احوال حیات بدلیں گے۔

(۷) فکری اور عملی اصلاح اور تربیت کے نتیجے میں انسان اطاعت الٰہی اس کی محبت اور رضا جوئی کا طالب بن جائے تو اس کو ہی کامل تربیت قرار دیا جا سکتا ہے۔

(۸) موثر تربیت کا عمل ہمیشہ درجہ بدرجہ اپنے کمال کو پہنچ کر نتائج پیدا کرتا ہے۔

(۹) مربی کے لیے ضروری ہے کہ وہ تمام مصالح جو تربیت کے لیے ضروری ہیں، ان کی رعایت کرتے ہوئے اصلاح کے عمل کو آگے بڑھائے تا کہ زیر تربیت شخص کی طبیعت تربیتی عمل کو بوجھل اور اکتاہٹ کا سبب نہ سمجھے۔

(۱۰) تربیت کا مقصود زیر تربیت شخص کی سیرت و کردار میں صفات حسنہ اور اخلاق عالیہ کو انتہائے کمال تک پہنچانا ہے۔ اگر ایسی اصلاح نہ ہوئے تو اصلاح و تربیت کا عمل ناقص و نامکمل رہے گا۔

نبی اکرم ﷺ کا طریق تربیت

تربیت کے لغوی و اصطلاحی معنی و مفہوم اس کی مختلف تعریفات اور ان سے اخذ ہونے والے فوائد و نتائج کی روشنی میں ہم معلم انسانیت، ھادی عالم، مربی و مرشد اعظم ﷺ حیات مبارکہ اور سنت طیبہ کی روشنی میں مختلف پہلوؤں کا اس امر سے جائزہ لیتے ہیں کہ آپ ﷺ کا وہ کیا انداز تربیت تھا جس نے انسان کی کایا ہی پلٹ کر رکھ دی اور وہ رشک ملائکہ بن جاتا ہے۔

آگے بڑھنے سے پہلے آپ ﷺ کی بعثت مبارکہ کے مقاصد پر غور کرنا ضروری ہے تاکہ موضوع کی اہمیت بھی پوری طرح واضح ہو جائے۔ قرآن مجید آپ ﷺ کی بعثت کے مقاصد کو یوں بیان کرتا ہے:

لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسول من انفسھم یتلوا علیھم اٰیٰتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب و الحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین۔ ۲۳

"بے شک اللہ نے مسلمانوں پر بڑا احسان فرمایا کہ ان میں انہی میں سے (عظمت والا) رسول ﷺ بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ وہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔"

دوسرے مقام پر انہی فرائض نبوت محمدیہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم اٰیٰتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب و الحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین۔ ۲۴

"وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک باعظمت رسول ﷺ بھیجا وہ ان پر اس کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کے ظاہر و باطن کو پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔ بے شک وہ لوگ ان (کے تشریف لانے) سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔" ۲۵

قرآن مجید کی ان دونوں آیات کی روشنی میں چار فرائض نبوت محمدیہ سامنے آتے ہیں۔ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

حضور ﷺ کی رسالت کے فرائض کو اس آیت میں بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ کا پہلا فریضہ تو یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی آیات بینات کو اپنی پاکیزہ زبان سے تلاوت فرمائیں تا کہ وہ دلوں میں اترتی چلی جائیں صرف ان آیات کی تلاوت پر بس نہ کریں بلکہ اس کتاب کی انہیں تعلیم بھی دیں۔ اس کی حکمتوں اور اس کے اسرار و معارف سے آگاہ کریں۔ صرف تلاوت آیات اور کتاب و حکمت کی تعلیم سے ہی فریضہ رسالت ادا نہیں ہو جاتا بلکہ اپنی نگاہ رحمت سے ان کے دلوں کو پاک ومطہر کر دیں۔ رسالت محمدیہ "علی صاحبہا اجمل الصلوۃ و اطیب السلام" کی شان کا پتہ اس وقت چلتا ہے جب انسان اس معاشرے پر نظر ڈالتا ہے۔ جو حضور ﷺ کے قدوم میمنت الزوم سے مشرف ہوا وہ لوگ پہلے کھلی گمراہیوں میں بھٹک رہے تھے لیکن حضور ﷺ کے فیض نظر سے عرب کے حقیر ذرے آفتاب ومہتاب بن کر چمکنے لگے۔[۲۶]

خلاصہ ء کلام یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی بعثت کا مقصد محض تلاوت و تعلیم کتاب ہی نہ تھا بلکہ ضلالت و گمراہی کی آتھا گہرائیوں میں گرے ہوئے انسانوں کی اصلاح و تربیت کے ان کے ظاہر و باطن کو روشن و منور کرنا تھا۔

بعثت نبوی ﷺ سے پہلے کا عرب معاشرہ:

نبی اکرم ﷺ نے جس ماحول میں اس عالم میں قدم رنجہ فرمایا اور پھر اپنی حیات مقدسہ کے ابتدائی سالوں کی بہاریں دیکھیں، تاریخ انسانی یا تاریخ عرب کا کوئی قابل فخر زمانہ نہیں تھا۔ مولانا عبد الماجد دریا آبادی اس دور کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"ملک و قوم کی حالت یہ تھی کہ شرک کی گھٹائیں ہر طرف چھائیں ہوئی، ساری قوم مخلوق پرستی میں ڈوبی ہوئی، بدکاری فیشن میں داخل انسانی ہمدردی کے مفہوم سے دماغ ناآشنا ہر قسم کے فسق وفجور کی گرم بازاری، بات بات پر لڑنا اور ہر پشت تا پشت تک لڑتے رہنا، یتیموں کی حق تلفی، غریبوں کے ساتھ بے دردی، اخلاقی وبائیں اور روحانی بیماریاں گھر گھر مسلط، یہ حد سے بزری ہوئی حالت خاص اس وم کی تھی، باقی جتنی بھی ہمسایہ قومیں تھیں ان میں سے کسی کی بھی زندگی پاکی و

پرہیز گاری کے معیار پر نہیں اترتی تھی۔ مصر وایران، چین وہندوستان مشہور تھا کہ یہ تمام ممالک علم و فن، تہذیب و تمدن کے گہوارے تھے۔ لیکن اس وقت سب اخلاقی گندگیوں اور روحانی ناپاکیوں کے اندر گرے ہوئے تھے۔ توحید و خدا پرستی جو ساری اخلاقی نشو نما کی جڑھ ہے سرے سے وہی کٹی ہوئی۔ خالق کی یاد دلوں سے غائب اور طرح طرح کے وسیلوں اور واسطوں کی پرستش ہر دل میں رچی ہوئی متفرق طور پر کہیں کہیں اصلاح کرنے والے بھی پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن سیلاب کی زد میں کس کے قدم جم سکتے ہیں؟ ۲۷

مذہبی حالت:

ھادیٔ عالم ﷺ کی بعثت مبارکہ سے پہلے عربوں کی مذہبی حالت کی منظر کشی کرتے ہوئے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری لکھتے ہیں کہ:

"طلوع اسلام سے قبل عرب مختلف مذاہب اور خود ساختہ اقدام کو سینے سے لگائے ہوئے تھے کہیں بت پرستی ہو رہی تھی اور کہیں آتش پرستی سے سکون قلب کا سامان مہیا کیا جاتا تھا کہیں سورج کی پرستش ہو رہی تھی اور کہیں انسان جس کو اشرف المخلوات بنایا گیا تھا، ستاروں کے آگے سر بسجود تھا، خانہ کعبہ اصنام پرستی کا مرکز تھا جہاں تین سو ساٹھ بت رکھے گئے تھے۔ ہر قبیلے کا الگ بت تھا۔ ہبل، لات، منات، عزیٰ، نائلہ اور نسر زیادہ مشہور بت تھے ان کے آگے سجدہ کیا جاتا اور دعائیں مانگی جاتی تھیں۔ انہیں اپنا ملجاو ماویٰ سمجھا جاتا تھا، پتھر کہ ان بے جاں ٹکڑوں کو اپنا حاجت راٹھرایا جاتا تھا۔ بت پرستی نے تو ہم پرستی کو جنم دیا فطرت کی ہر ایک چیز پتھر، سورج، چاند، پہاڑ اور دریا وغیرہ کو اپنا معبود بنا رکھا تھا۔ اس طرح خدائے حقیقی کی عظمت کو فراموش کر دینے کے ساتھ ساتھ اپنی قدر و قیمت کو بھی بھو چکے تھے۔ انسانی وقار خود انسان نے اپنے ہی پاؤں تلے روند دیا تھا۔" ۲۸

معاشرتی حالت:

معاشرتی زندگی کسی بھی قوم کے فکر و نظر کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ اس لئے کہ انفرادی زندگی سے لے کر اجتماعی زندگی کا ایک ایک پہلو ان افکار کا عملی اظہار ہوتا ہے جو مجموعی طور پر

افراد کے اذہان میں پرورش پاتے ہیں۔ عرب قوم اگرچہ اپنے ارد گرد کے ماحول کے باعث بہت سے امور حیات میں اپنی اقوام میں سے ممتاز و محترم تھی مگر اس کے باوجود ان کی معاشرتی و سماجی زندگی قابل فخر نہ تھی کہ جس کو کوئی دوسری قوم اپنے لئے قابل عمل نمونہ سمجھتی۔

عربوں کی اس وقت کی معاشرت پر تبصرہ کرتے ہوئے سر سید احمد خان لکھتے ہی کہ:

"بدو عرب کی معاشرت جس کو خانہ بدوش عرب کا نمونہ خیال کرنا چاہئے ایک چراوہے کے طریقے سے کچھ زیادہ نہ تھی۔ خیمہ میں رہا کرتا تھا، پانی اور چراگاہ کی جستجو میں پھرا کرتا تھا مگر جو زیادہ تمدن پسند تھے باہم مجتمع ہو کر اپنے خیموں کی باقاعدہ ترتیب اور انتظام سے دیہات بنا لیتے تھے۔"۲۹

ایک ہندو مصنف عربوں کی معاشرتی حالت کو بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

"ادھر طبیعت جو اتنی اونچی پرواز کر رہی تھی، جب ذرا نچلے عالم کہیں نگاہ دالتی تو دنیا اسے ایک ایسے راجا کی پر جاد کھائی دیتی جسے رعیت کی خوشحالی اور خلق کی فارغ البالی سے کچھ سروکاری ہی نہ تھا کوئی لڑے، مرے، جئے کسی کی یاد سے۔ ہر طرف ریاکاری کا بازار گرم نظر آتا اور بدکاری کی اجناس رونق پر، لچے، گنڈے کی طرف پوچھ پرتیت، کوئی فساد پر آمادہ، کوئی گداگر، بھوک سے لاچار ایک نوالہ روٹی کے لیے جان سے لاچار ہوا چلا جا رہا ہے۔ زرد اروی میں تو کسی کو اس کا درد نہیں۔ جو کوئی مکار، ریاکار، مفلس کا حال چھین کر، دنیا کی دولت لوٹ کر اپنی تجوریاں بھرتا چلا جا رہا ہے مگر کسی حاکم کو اس کی کائی فکر نہیں۔"۳۰

اخلاقی بے راہ روی:

بعثت نبوی ﷺ سے پہلے عربوں کی اخلاقی و تہذیبی زندگی کیسی تھی؟ مولانا شبلی نعمانی کے الفاظ میں ملاحظہ ہو:

"بتوں پر آدمیوں کی قربانی چڑھائی جاتی تھی، باپ کی منکوحہ بیٹے کو وراثت میں ملتی تھی، حقیقی بہنوں سے ایک ساتھ شادی جائز تھی، ازواج کی کوئی حد نہ تھی، قمار بازی، شراب نوشی، زنا کاری کا رواج عام تھا، بے حیائی کی یہ حالت کہ سب سے بڑا شاعر امراء القیس جو شہزادا بھی تھا،

قصیدے میں اپنی پھوپھی زاد بہن کے ساتھ اپنی بدکاری کا قصہ بڑے فخر یہ انداز مین بیان کرتا ہے اور یہ قصیدہ کعبہ پر آویزاں کیا جاتا ہے۔ لڑائیوں میں لوگوں کو زندہ جلا دینا، مستورات کے پیٹ چاک کر دینا، معصوم بچوں کو تہ تیغ کر دینا عموماً جائز تھا۔"[۳۱]

مزید ملاحظہ ہو صاحب سیر الرسول کے الفاظ میں کہ:

"عروبوں کی اخلاقی پستی زوال کی انتہاء کو پہنچ چکی تھی عفت و عصمت، تہذیب و شرافت کے تصورات قصہ پارینہ بن چکے تھے، معمولی معمولی سی بات پر لڑنا مرنا، ایک دوسرے کا سر اڑادینا ان کے نزدیک کوئی بری بات نہیں تھی، ہر قبیلہ دوسرے قبیلے اور ہر خاندان دوسرے خاندان سے بر سر پیکار نہ تھا، ہر بچہ اپنے باپ اور عزیزوں کے قاتل سے انتقام لینے کے جذبے میں پرورش پاتا تھا۔ اور وہ اپنے جذبہ انتقام کی آگ سرد کرنے کو ہی اپنا مقصد اولین بنالیتا تھا یوں ایک لڑائی کا سلسلہ برسوں تک جاری رہتا تھا، جنگ و جدال کے اس ماحول میں لڑنا، مرنا، نا کرنا جاہلیت کا شرف اور قبیلے کی آن سمجھی جاتی تھی۔ ان لڑائیوں میں سفاکی، بے رحمی ور قتل و غارت کی بدترین مثالیں پیش آتی تھیں اسیر ان جنگ کا ایک ایک عضو کاٹ کر انہیں مسلسل اذیتوں میں مبتلا رکھ کر موت کے گھاٹ اتارا جاتا تھا اور دشمنوں کا جگر نقال کر کچاچبالیا جاتا تھا اور ان کے کاسئہ سر پر شراب بھر کر پی جاتی تھی۔"[۳۲]

سیاسی حالت:

رحمت عالم حضور سیدنا محمد ﷺ کی بعثت سے پہلے جزیرۂ عرب میں نہ کوئی سیاسی نظام تھا اور نہ کوئی سیاسی وحدت تھی، اور نہ کوئی قانون تھا اور نہ کوئی قانون سازی کا کائی ادارہ تھا مختلف قبائل تھے اور ہر قبیلے کا ایک سردار ہوتا تھا۔ باہر سے اگر دیگر اقوام ان پر حملہ آور ہوتی تو ان کے پاس اپنے وطن کا اجتماعی دفاع کرنے کا کائی نظام موجود نہیں تھا۔ معاشی کمیابی کے باعث کوئی قبیلہ جہاں سبزہ اور پانی دیکھتا وہیں پڑاؤ ڈال لیتا تھا اور جب وہاں سے سبزہ ختم ہو جاتا تو نقل مکانی کر کے کہیں اور جگہ ڈیرہ ڈال لیا جاتا تھا غرض سیاسی وحدت نام کی کائی چیز اس معاشرتی ماحول میں موجود نہ تھی۔ بقول مولانا سلمان منصور پوری:

''ان کے جنوب پر سلطنت حبش کا اور انکے مشرقی حصہ پر سلطنت فارس کا اور شمالی اقطاع پر روما کی شاخ سلطنت قسطنطنیہ کا قبضہ تھا، اندرون ملک خود آزاد تھا، لیکن ہر ایک سلطنت اس پر قبضہ کرنے کا ساعی تھی''۔ ۳۴؎

مولانا اس پر مزید تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''وہ اللہ کی عظمت اور جلال کے فراموش کر دینے کے ساتھ ساتھ اپنی قدر و قیمت کو بھی بھول چکے تھے اس لیے انسانی حقوق کے لیے نہ کوئی ضابطہ تھا اور نہ ایسے حقوق کو صحیح کرنے کے لیے کوئی قانون تھا، قتل انسانی، رہزنی، حبس بے جا، تصرف ناجائز، مداخلت بے جا، عورت کو برا پھسلاٹ سے بھگالے جانا، بیٹیوں کا زندہ در گور کر دینا اسی شجر کے اثرات تھے کہ بت پرستی نے ان کی نگاہ میں سب سے زیادہ حقیر ہستی انسان ہی کو بنا دیا تھا۔'' ۳۵؎

معروف سیرت نگار ڈاکٹر محمد حسین ھیکل عربوں کی سیاسی اور تمدنی زندگی کے احوال کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''یمن کا نظام، سیاسی بحران اور مسلسل حملہ آرائیوں کے باعث درھم برھم ہو گیا تھا۔ رہا عرب یہاں کوئی سیاسی نظام سرے سے ہی موجود نہیں تھا، عوام خانہ بدوش صحرائی تھے شہری زندگی سے ان کو دور دور تک کوئی واسطہ ہی نہ تھا۔ یہ لوگ کبھی ایک مقام پر سکونت اختیار نہیں کرتے تھے۔ ہمیشہ نئی چراگاہوں کی جستجو میں لگے رہتے تھے۔ ان کا روزمرہ کا معمول یہی تھا اور اسی سے ان کے ذوق صحرائی کی تسکین ہوتی تھی۔ چنانچہ آج تک صدیاں گزر جانے کے باوجود ان میں سے اکثر تمدن سے ناآشنا تھے اور خانہ بدوشی ان کی عادت ثانیہ بن چکی تھی۔ صحرانشینی کا دار و مدار قبائلی انداز زندگی پر تھا، جن قبائل کو خانہ بدوشی کا لپکا پڑھ جاتا ہے وہ کسی نظم اور قانون کے پابند نہیں ہوتے۔ افراد ہوں یا قبائل سب اپنی ہی دھن میں لگے رہتے ہیں۔'' ۳۶؎

معاشی صورت حال:

افراد معاشرے کی اخلاقی تعمیر میں معاش کا ایک اہم کردار ہیں اس لیے کسی بھی قوم کو اخلاقی، معاشرتی اور تہذیبی اقدار کا پابند بنانے کے لیے معاشی وسائل تک رسائی حاصل کرنے

کے مواقع فراہم کرنا معاشرے کی بنیادی ذمہ داری ہے اس لیے کہ معاشی ناہمواری کسی بھی معاشرے کو اخلاقی اقدار کی حدود سے نکال کر لا قانونیت، حق تلفی، چور بازاری، یہاں تک کہ قتل و غارت گری کے اندھیروں میں دھکیل دیتی ہے۔ قبل از بعثت نبوی عرب معاشرہ بھی معاشی طور پر کوئی لائق تقلید راہوں پر گامزن نہیں تھا۔

سر سید احمد خان عرب کی معاشی صورت حال کا تذکرہ یوں کرتے ہیں:

"قمار بازی سب لوگوں کا بلا استثناء ایک ہر دل عزیز کھیل تھا۔ اور کوئی خاص مقام قمار بازی کا مشہور ہوتا تو لوگ دور دراز کی مسافت سے وہاں جوا کھیلنے آتے تھے۔ سود خوری بھی عام طور سے نہایت درجہ مروج تھی۔ لونڈیوں کو جو قینات کہلاتی تھیں گانا بجانا اور ناچنا سکھایا جاتا تھا اور وہ حرام کاری کرنے کے مجاز تھیں اور اس حرام کاری کی آمدنی اس کے اقا اپنے تصرف میں لاتے تھے۔ رہزنی اور غارت گری اور قتل روزمرہ کی باتیں تھیں۔ انسانوں کا خوف بلا خوف اور بغیر تاسف کے ہر روز ہوا کرتا تھا۔" ۳۷

ڈاکٹر محمد طاہر القادری عربوں کی معاشی حالت کو یوں بیان کرتے ہیں:

"مجموعی طور پر عربوں کی اقتصادی حالت ناگفتہ بہ تھی، غربت نے اپنے سائے بڑے دراز کیءہوئے تھے۔ کھانے کو روٹی پہننے کو کپڑا میسر نہ تھا، اس معاشی کمپرسی اور تنگی نے لوگوں کو رہزن اور غارت گر بنا دیا تھا اور لوٹ مار میں اس قدر آگے بڑھے کہ یہ ان کا قومی شعار بن کر رہ گیا تھا۔ معیشت سود در سود کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی، غربت اور سود نے عام آدمی کی زندگی اجیرن کر رکھی تھی۔ سودی نظام کے بطن سے پھوٹنے والی تمام قباحتیں عرب معاشرے کو کھوکھلا کر رہی تھیں۔ سرمایاداروں نے سود کا نظام اس طرح پھیلا رکھا تھا کہ اس سے نکلنا عام آدمی کے بس کی بات نہ تھی، کاشتکار اور غریب طبقہ بری طرح اس ظلم کی چکی مین پس رہا تھا۔ سود در سود کی لعنت کی وجہ سے وہ اس حد تک قرض کے بوجھ تلے دب گئے تھے کہ قرض کی عدم ادائیگی پر ان کی جائیداد اور جملہ اثاثے ضبط ہو جاتے تھے۔ حتیٰ کہ یہ خود غلام بن کر رہ جاتے تھے اور ان کی بیوی بچے بھی غلام بنا لیتے جاتے تھے۔" ۳۸

نتائج بحث:

یہ تھا اجمالی نقشہ ان ظروف و حالات کا جو سرزمین مکہ پر بعثت محمدی ﷺ سے قبل عرب کے تھے۔ اس جملہ بحث پر غور کرنے سے جو نتائج ہمارے سامنے آئے ہیں، ان پر ایک نظر ڈالیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ:

(۱) بعثت نبوی ﷺ سے پہلے بت پرستی اور مظاہر پرستی عام تھی جبکہ ایک الہ مطلق اور خدائے بزرگ و برتر کی پرستش معاشرتی طور پر مفقود تھی۔

(۲) ہر قبیلے نے اپنی اپنی خواہش کی تسکین کے لیے اپنا الگ الگ بت بنا رکھا تھا جس کی رضا جوئی اور خوشنودی کے لیے قربانی تک دی جاتی تھی۔

(۳) بت پرستی کے باعث توھم پرستی کا رواج عام تھا۔

(۴) بالعموم عرب کی معاشرت خانہ بدوشانہ معاشرت تھی۔

(۵) بدکاری اور شراب نوشی کا چلن عام تھا۔

(۶) عرب کے جاہلی معاشرے صنف نازک عورت کو عزت و احترام کا کوئی مقام حاصل نہ تھا۔

(۷) ماں، بہن اور بیٹی کی تقدیس و حرمت کا کوئی تصور اس معاشرے میں نہیں پایا جاتا تھا۔

(۸) اپنی بدکاریوں اور حرام کاریوں پر پردہ ڈالنے کی بجائے اسے اپنی شہرت اور ناموری کا ذریعہ سمجھتے ہوئے ان کا چرچہ عام کیا جاتا تھا۔

(۹) انسانی عفت و عصمت اور وقار نام کی کوئی چیز اس معاشرے میں دور دور تک پائی نہیں جاتی تھی۔

(۱۰) تہذیب و شرافت نام کی اخلاق اقدار قصہ پارینہ بن چکی تھیں۔

(۱۱) عرب معاشرے میں نہ سیاسی وحدت کا تصور موجود تھا اور نہ ہی انسانی حرمت کا کوئی تصور موجود تھا۔

(۱۲) حقوق انسانی موجود تھے اور نہ ہی ان کے لیے کوئی ضابطہ موجود تھا۔ اور نہ اس کے لیے قانون سازی کا کائی احساس پایا جاتا تھا۔

(۱۳)تہذیب و تمدن کے تصورات اپنی معنویت کھو بیٹھے تھے۔

(۱۴)معیشت کے میدان میں قمار بازی اور سود در سود نے اخلاقی اقدار اور انسانی وقار کو جڑوں سے نکال کر حیوان سے بھی بدتر بنا رکھا تھا کہ عورتوں اور بچوں تک سود کی عدم ادائیگی پر غلامی کی زنجیر میں جکڑ دیا جاتا تھا۔

(۱۵)انسان، انسان کے خون کا پیاسا دکھائی دیتا تھا۔

(۱۶)ذرائع معاش پر امراء اور سرمایہ داروں کا قبضہ تھا، جب کہ ایک غریب آدمی ان کے دست تظلم کی چکی میں پس رہا تھا۔

(۱۷)بیٹیوں کو زندہ در گور کرنا معاشرتی عزت و تکریم کا نشان تھا۔

(۱۸)شراب نوشی عیب نہیں تھی بلکہ جو جتنا شراب کا رسیا ہوتا وہ بزعم خود معاشرتی طور پر اتنا ہی زیادہ معزز تصور کیا جاتا تھا۔

گزشتہ سطور میں نبی رحمت ﷺ کی بعثت مبارکہ اور دین اسلام کے آفتاب حق کے طلوع سے پہلے عرب کے جو حالات تھے ان کی روشنی میں اس وقت کے انسان کی جو تصویر ذہن میں آتی ہے اگر اس کی نقشہ کشی کی جائے تو اس دور انسان:

۱۔ اپنے خالق و مالک سے بیگانہ۔

۲۔ پتھر کے بے جان اور بے حس و حرکت بتوں کے سامنے جبین نیاز خم کرنے والا

۳۔ تہذیب و شائستگی سے عاری اور جہالت کا علمبردار

۴۔ اخلاق عالیہ سے تہی دامن اور انسانی اقدار سے محروم

۵۔ قمار بازی اور سود خوری میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے والا فانی دنیوی دولست کا حریص

۶۔ سیاسی و مذہبی اور قانون و تہذیبی بندھنوں سے آزاد

۷۔ خود غرض اور مفادات کا اسیر

۸۔ نفسانی اغراض کا غلام خون خوار بھیڑیا

یہ ہے قبل از اسلام انسان کی قلمی تصویر اور یہ تھا وہ ماحول جس میں مربی اعظم نے انسانی تربیت کے مشکل کام کا آغاز کیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیا کہ صدیاں بیت جانے کے باوجود دنیائے انسانی اپنے اور پرائے سب ورطہء حیرت میں غرق ہیں۔بقول ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی (م ۲۰۱۳ئ۔ ۱۴۳۴ھ):

"کوئی قوم تہذیب و تمدن کے اعتبار سے اس قدر پست نہ تھی جس قدر کہ عرب تھے۔کوئی قوم اس قدر غیر منظم نہ تھی جس قدر عرب تھے۔کسی قوم میں شرک و بت پرستی اور توھمات اس قدر رچے ہوئے نہ تھے جس قدر عربوں میں۔کوئی قوم جہالت اور بربریت کا اس قدر شکار نہ تھی جس قدر کہ عرب تھے۔لیکن بعثت رسول ﷺ کے صرف بائیس برس گزرنے کے بعد تاریخ ہمارے سامنے ایک نیا منظر پیش کرتی ہے۔

کوئی قوم اس قدر تہذیب و شائستگی کی حامل نہ تھی کہ جس قدر عرب تھے۔کوئی قوم اس قدر راست باز اور حق پرست نہ تھی کہ جس قدر عربوں کی حکومت تھی۔کوئی قوم اس قدر اخلاق عالیہ سے آراستہ اور روحانی فیضان سے مالا مال نہیں تھی کہ جس قدر عرب تھے۔مختصر یہ کہ پوری روئے زمین پر کوئی خطہ اس قدر روشن، اس قدر توحید آشنا، اس قدر منظم، مساوات انسانی اور اخوت کا اس قدر عملی مظہر اور عدل و انصاف کا اس قدر علمبردار نظر نہیں آتا جس قدر کہ عرب تھے۔"[۳۹]

التربية وهو انشاء الشئی حالا فحالا الی حد التمام۔[۴۰]

"تربیت یہ ہے کہ کسی چیز کو ایک حال سے دوسرے حال تک لے جانا کہ وہ حد کمال تک کو پہنچ جائے"

تربیت کے علاوہ ایک اور لفظ بھی اس معنی کے لیے استعمال ہوتا ہے وہ ہے "اصلاح" امام راغب مادہ صلح کے تحت اصلاح کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:

"الصلاح ضد الفساد"

"صلح فساد کی ضد ہے"

"والصلح یتخص بازالة التغار بین الناس "[۴۱]

"صلح کا معنی یہ ہے کہ لوگوں کے درمیان باہمی نفرت کو دور کر کہ امن و سلامتی پیدا کرنا"

مطلب یہ ہے کہ امام راغب کے نزدیک فساد کی تمام صورتوں کا ازالہ سنوارنے اور آراستہ کرنے کا نام اصلاح ہے۔

تربیت اور اصلاح کے ان معانی کو سامنے رکھیں اور پھر نبی اکرم ﷺ کا طریق تربیت ملاحظہ فرمائیں تو عظمت نبوت کی نورانی کرنوں سے قلب و روح سرشار ہونے لگتے ہیں۔ نبوی طریق تربیت میں ہمیں یہ دونوں پہلو نمایاں اور روشن نظر آتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے صحابہؓ کی جو تربیت فرمائی تو اس میں مرحلہ جاتی حکمتوں اور مصلحتوں کو بھی پیش نظر رکھا جاتا ہے اور انسان کے ظاہر و باطن میں پیدا ہونے والے تمام فسادات کا ازالہ انہیں اس طرح سنوارا اور آراستہ کیا ہے کہ خود اپنی تربیت یافتہ جماعت سے متعلق ارشاد فرمایا:

"عن ابن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال، قال رسول الله ﷺ مظل اصحابی مثل النجوم یهتدی بایهم اقتدیتم بقوله اهتدیتم"۔[۴۲]

"حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے صحابہ کی مثال ستاروں کی طرح ہے جس راستے کی تلاش کی جاتی ہے پس تم میرے صحابہ میں سے جس کے قول کو بھی پکڑو گے ہدایت پا جاؤ گے"۔

ایک اور روایت میں ہے ارشاد فرمایا:

"ان اصحابی بمنزلة النجوم فی السماء فبایها اقتدیتم بها اهتدیتم"۔[۴۴]

"میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کی مثال یوں ہے جیسے آسمان پر ستارے۔ ان میں سے جس کا دامن پکڑ لو گے ہدایت پا جاؤ گے"۔

فرد معاشرے کی ایک بنیادی اکائی ہوتا ہے، اس لیے کہ چند افراد ملتے ہیں تو گھرانہ بنتا ہے اور چند گھرانے ملتے ہیں تو قبیلہ بنتا ہے۔ چند یا بہت سے قبائل ملتے ہیں تو ایک معاشرہ وجود میں آتا

ہے۔اس معلوم ہوا کہ جس طرح افراد کے ملنے سے معاشرہ تشکیل پاتا ہے تو اسی طرح جب ایک فرد کہ اخلاق بدلتے ہیں، سیرت و کردار داغ دار ہوتا اور عمل میں فساد واقع ہوتا ہے تو وہ محض ایک فرد کا بگڑنا نہیں ہوتا بلکہ حقیقت میں معاشرتی بگاڑ کی بنیاد ہوتی ہے جو ایک شخص اپنے غلط عمل اور فسادی طرز فکر سے رکھ رہا ہوتا ہے۔

جب ایسی صورت حال ہو تو اس وقت دو طرح سے اصلاح اور تربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک طرف غلط رمل کی بنیاد رکھنے والے اور برائی کا فتنہ پھیلانے والے فرد کی اصلاح اور تربیت کا عمل جاری رکھا جائے گا، تو دوسری طرف اس کے برے عمل کے جو اثرات بد اس کے ارد گرد کے ماحول اور معاشرے پر مرتب ہو سکتے ہیں یا مرتب ہو رہے ہوں تو ان پر نظر رکھتے ہوئے معاشرے کی اجتماعی اصلاح اور تربیت کا عمل بھی ساتھ ساتھ جاری رہے گا تو تب برائی کے خلاگ تربیت و اصلاح کا عمل موئثر اور نتیجہ خیز ثابت ہو گا۔اس لیے کہ اصلاح میں تذکیر و تنبیہ کا بڑااہم کردار ہوتا ہے۔

ہم جب نبی اکرم ﷺ کے طریق تربیت کو دیکھتے ہیں تو ہمارے سامنے جو نبوی منہج تربیت آتا ہے، وہ اپنے اند ان دونوں پہلوؤں کو بڑی عمدگی سے سموئے ہوئے ہے، گویا کہ نبوی طریق تربیت کے دو پہلو تھے۔

۱۔انفرادی تربیت ۲۔اجتماعی تربیت

انفرادی تربیت:

انفرادی تربیت کا معنی ہے ایک فرد کی تربیت و اصلاح کرنا اور عملی اعتبار سے درجہ کمال تک پہنچانا۔

جب ہم سیرت نبوی کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمارے سامنے ایسے واقعات آتے ہیں جب کسی ایک فرد کا کوئی معاملہ قابل اصلاح ہوتا تو آپ ﷺ اس حکیمانہ انداز سے اس کی اصلاح فرماتے کہ اس سے کسی کی عزت نفس مجروح ہوتی تھی اور نہ ہی کوئی محسوس کرتا تھا کہ اس کے ساتھ زیادتی کی گئی ہے۔

تربیت کے حوالے سے ایک توجہ طلب پہلو یہ بھی ہے کہ انسانی شخصیت کے دو پہلو ہیں ایک اس کا ظاہر ہے جس کی وجہ سے ظاہری اعمال بجالاتا ہے اور دوسرا باطنی اور روحانی پہلو ہے جس کا تعلق دل کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس لیے کامل تربیت وہی قرار پائی گی جو انسان کے ظاہر و باطن کی درستگی و اصلاح کی جامع ہو گی، بصورت دیگر مربی کی تربیت ناقص و ناتمام رہے گی۔

انسانی شخصیت کے دو متضاد پہلو:

قدر ایزدی کی قدرتوں کا شہکار انسان یوں تو اپنے اندر اپنے خالق کی صناعی کی بہت سی نشانیاں رکھتا ہے، جو فلسفیانہ اور سائنسی مباحث کا موضوع ہیں، مگر اس کے اندر نمایاں تر دو خصوصیات ایسی رکھی ہین جو حقیقت میں اسے دیگر مخلوقات میں سے ممتاز کرتی ہیں۔ چند فٹ کے حامل اس ناصوت وجود کے اندر روحانی اور شہوانی دونوں قسم کے جذبات اور صلاحیتیں جمع کر رکھی ہیں۔

اپنی شہوانی خواہشات و جذبات سے مغلوب ہو کر وہ کبھی حیوانات کے مقام تک جا پہنچتا ہے تو کبھی اپنے تقویٰ و طہارت، خداخوفی و خداپرستی جیسے اعمال صالحہ و اخلاق حسنہ سے رشک ملائکہ قرار پاتا ہے، اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآمجید میں فرمایا:

ونفس ما سوّٰها فالهمها فجورها و تقوٰها قد افلح من زكّٰها وقد خاب من دسّٰها۔۔۔ ۴۴

"انسانی جان کی قسم اور اسے ہمہ پہلو توازن و درستگی دینے والے کی قسم پھر اس نے اسے اس کی بدکاری اور پرہیزگاری سمجھا دی۔ بے شک وہ شخص فلاح پا گیا جس نے اس (نفس) کو رذائل سے پاک کر لیا (اور اس میں نیکی کی نشو نما کی) اور بے شک وہ شخص نامراد ہو گیا جس نے اسے (گناہوں میں) ملوث کر لیا (اور نیکی کو دبا دیا)"۔ ۴۵

یہ بات بڑی لائق توجہ ہے کہ انسان کی نظر و فکر اور جذبات و خواہشات کا علق براہ راست قلب انسانی سے ہوا ہے، محبت و نفرت کا بیج بھی دل کی سرزمین میں جڑ پکڑ تا ہے اس لیے ضروری ہے کہ کسی بھی انسان کی صحیح نہج پر تربیت و اصلاح کرنے کے لیے سب سے پہلے اس کے پہلو میں تڑپنے والے گوشت کے لوتھرے جسے قلب کہا جاتا ہے، اس کی اصلاح کی جائے، اس کا تزکیہ و

تصفیہ کیا جائے اسے نیکی کا خوگر اور برائی سے نفرت کرنے والا بنایا جائے کیوں کہ جب تک دل پاک نہیں ہو گا، اس وقت تک اس میں کسی قسم کی بھی نیکی اور خیر کا تخم جڑ نہیں پکڑ سکتا۔ اس لیے نبی اکرم ﷺ کے اسلوب تربیت و طریق اصلاح کا مرکزی نکتہ ہی قلب انسانی اصلاح کے اس کے اندر تقویٰ و طہارت اور خیر و بھلائی کا بیج بونا ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے دل کی اصلاح پر بڑا زور دیا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

ان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد کله و اذا فسدت فسد الجسد کله الا وھی القلب

"بے شک جسم میں ایک ایسا عضو (دل) ہے جو درست ہو جائے تو سارا جسم سدھر جاتا ہے اور اگر وہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے"۔ ۴۶

حدیث بالا کی روشنی میں اگر قلب انسانی سنور گیا تو انسان کی جلوت اور خلوت، اس کا ظاہر و باطن، اسکی نشست و برخاست، اس کی حرکت و سکنت اور اس کے قول و فعل کی تبدیلی یقینی ہے اور اگر دل ہی شہوت کا مرکز بنا رہا تو پھر ایسے انسان کی ایک ایک حرکت سے فتنہ و فساد والا شر ہی جنم لے گا یہی وجہ ہے کہ معلم اخلاق، نبی رحمت ﷺ نے ایک انسان کی تربیت کے لیے جتنا زور اس کے دل کی اصلاح پر دیا ہے کسی اور پہلو پر اتنا زور نہیں دیا۔ انسانی جسم میں دل کی اہمیت کو اس حدیث مبارکہ سے بھی سمجھا جا سکتا ہے:

"عن ابی ھریرة رضی اللہ عنہ قال؛ قال رسول اللہ ﷺ الزھد فی الدنیا یریح القلب و الجسد"۔ ۴۷

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: دنیا سے بے رغبتی دل اور جسم (دونوں) کو سکون بخشتی ہے"۔

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے کہ آپ ﷺ نے خشیت الٰہی سے خالی دل سے اللہ کی پناہ مانگی ہے۔ آپ ﷺ کی ایک دعا ہے:

"اللھم انی اعوذبك من علم لا ینفع و من قلب لا یخشع و من ادعیة لا یستجاب لھا"۔ ۴۹

"اے اللہ! میں ایسے علم سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو فائدہ نہ دے اور ایسے دل سے پناہ مانگتا ہوں جو تجھ سے ڈرنے والا نہ ہو اور اس دعا سے پناہ مانگتا ہوں جو غیر مقبول ہو"۔

ایک اور ارشاد نبوی ﷺ میں پہلو میں تڑپنے والے دل کی اہمیت کو ان الفاظ میں واضح کیا گیاہے۔

"عن جابر رضی اللہ عنہ قال العلم علمان فعلم فی القلب فذلك العلم النافع وعلم علی اللسان فذلك حجة الله علی ابن آدم"۔ ۴۹

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: علم دو طرح کے ہیں ایک علم دل میں ہوتا ہے اور یہ علم نافع ہے اور ایک علم زبان پر ہوتا ہے یہ علم بنی آدم پر اللہ کی حجت ہے"۔

نبی اکرم ﷺ کا تاریخ نبوت اور تاریخ انسانی میں یہ وہ انقلابی کارنامہ ہے کہ آپ ﷺ نے دلوں کی ویران اور اجڑی بستیوں کو بدلہ ہے اور ایسا بدلہ ہے کہ پھر ایسا انسان حق سے کبھی بھی پھسلا نہیں ہے۔ آیئے ہم سیر نبوی کی روشنی میں چند تاریخی واقعات کا مطالعہ کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ خشیت الٰہی سے خالی دل آپ ﷺ کی نگاہ مبارکہ کے فیض اور دست شفاء سے کیسے تبدیل ہوئے؟

ایک واقعہ کتب حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک نوجوان نبی ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور کہنے لگا:

"یارسول اللہ ﷺ مجھے زنا کی اجازت دیجئے"

یہ سن کر آپ ﷺ نے اسے ڈانٹا نہیں، ناراض نہیں ہوئے بلکہ اس کے برعکس قلب اقدس ﷺ میں اس کے لیے رحم و ہمدردی کے جذبات پیدا ہو گئے۔ اس کو پاس بلایا اور بڑے حکیمانہ انداز اور مشفقانہ انداز میں اس نوجوان کے اھت ناصحانہ انداز میں بات چیت شروع کر دی۔ خود کو مجلس نبوی ﷺ میں بیٹھے تصور کرتے ہوئے، مربی و مصلح اعظم ﷺ اور اس نوجوان جو زنا سے محبت کرنے والا دنیا کی اس مقدس ترین ہستی سے زنا کی اجازت طلب کرنے آیا تھا، کی گفتگو سماعت کریں۔

"عن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ قال: انّ فتی شابا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ائذن لی بالزنا فاقبل القوم علیہ فزجروہ قالوا مامۃ فقال اذنہ قد تامنہ قریبا قال فجلس قال اتحبہ لامك قال لا واللہ جعلنی اللہ فدئك قال افتحبہ لاخیك قال ولا الناس یحبونہ لامھاتھم قال افتحبہ لابنتك قال ولا الناس یحوبن لبناتھم قال افتحبہ لاخیك قال لا واللہ جعلنی اللہ فدائك قال ولا الناس یحوبنہ لاخواتھم قال افتحبہ نعمتك قال لا واللہ جعلنی اللہ فدائك قال ولا الناس یحبونہ لعماتھم قال افتحبہ لخالتك قال لا واللہ جعلنی اللہ فدائك قال ولا الناس یحوبنہ لخالاتھم قال فوضع یدہ علیہ وقال اللھم اغفر ذنبہ وطھر قلبہ وحصن فرجہ فلم یکن بعد ذلك الفتی یلتفت الی الشیئ" ۵۰؎

" حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک نوجوان لڑکا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آیا اور اس نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ، مجھے بدکاری کی اجازت دیجئے۔ یہ سن کر صحابہ اس پر جھپٹ پڑے اور اس سے ناراضگی کا اظہار کرنے لگے لوگوں نے کہا اس کو رہنے دو، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اس کو قریب کرو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ کیا یہ عمل اپنی ماں کے ساتھ کرنا چاہتا ہے؟ تو اس نے عرض کی کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان یارسول اللہ خدا کی قسم نہیں لوگ اپنی کے ساتھ ایسا عمل پسند نہیں کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا یہ عمل تو اپنی بیٹی کے ساتھ کرنا چاہتا ہے تو اس نے عرض کی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کہ خدا کی قسم نہیں لوگ اپنی بیٹیوں کے ساتھ ایسا عمل پسند نہیں کرتے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا یہ عمل تو اپنی بہن کے ساتھ کرنا چاہتا ہے تو اس نے عرض کی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان خدا کی قسم نہیں لوگ اپنی بہن کے ساتھ ایسا عمل پسند نہیں کرتے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اپنی پھوپھی کے ساتھ ایسا عمل کرنا چاہتا ہے تو اس نے عرض کی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان خدا کی قسم نہیں لوگ اپنی پھوپھی کے ساتھ ایسا عمل پسند نہیں کرتے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو کیا تو یہ عمل اپنی خالہ کے ساتھ کرنا چاہتا ہے؟ تو اس نے عرض کی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان خدا کی قسم نہیں لوگ اپنی خالہ کے ساتھ یہ عمل پسند نہیں کرتے ہیں۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس پر آپ ﷺ نے اس نوجوان کے سینے پر اپنا دست مبارک رکھ دیا اور دعا فرمائی۔

" اے اللہ ! اس کے گناہ بخش دے اور اس کے دل کو پاک کر دے اور اس کی شرمگاہ کی حفاظت فرما"۔

اس کے بعد وہ نوجوان کبھی کسی گناہ کی طرف متوجہ نہ ہوا۔

اس قسم کا ایک اور واقع بھی حدیث میں منقول ہے ملاحظہ ہو۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ ولد لی غلام اسود فقال هل لك من ابل قال نعم قال ما الونها قال حمر قال هل فيها من اورق قال نعم قال فانى ذلك قال لعله نزعه عرق قال فلعل ابنك هذا نزعه"۔ ۱۵

"حضرت ابو ہریرۃ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: یارسول اللہ میرے ہاں ایک کالا لڑکا پیدا ہوا ہے (میں اسے اپنا بیٹا تسلیم نہیں کرتا کیوں کہ نہ تو میں خود کالا ہوں اور نہ میری بیوی سیاہ ہے) آپ ﷺ نے اس سے دریافت کیا کہ کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ اس نے جواب عرض کیا: جی ہاں آپ ﷺ نے فرمایا کس رنگ کے ہیں؟ اس نے جواب عرض کیا: سرخ رنگ کے اس پر آپ ﷺ نے پھر دریافت کیا ان میں کوئی سیاہی مائل بھی ہے؟ اس نے جواب عرض کیا: جی ہاں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ کہاں سے ہو گیا؟ اس پر اس شخص نے عرض کی کہ ممکن ہے اس کے نسب میں کوئی سیاہی مائل ہو اور یہ اس کی جھلک ہو؟ یہاں تک بات پہنچی ہی تھی کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: تمہارے معاملے میں بھی تو ممکن ہے کہ نسب کا اثر ہو اور اس میں تمہاری بیوی کا کوئی قصور نہ ہو۔ پس آپ ﷺ کے منہ مبارک سے اس شخص نے یہ سنا ہی تھا کہ اس کی سوچ و فکر بدل گئی اور اس کی اصلاح ہو گئی"۔

مخاطب کی ذہنی سطح کا لحاظ رکھنا:

نبی اکرم ﷺ کے طریقہ تربیت کا ایک وصف اور نمایاں پہلو یہ بھی تھا کہ آپ جب بھی گفتگو ارشاد فرماتے تو ہمیشہ مخاطب مربوب و سالک کی ذہنی سطح کو مد نظر رکھتے اور عام فہم الفاظ

میں بات فرماتے تاکہ ہر شخص اپنے دامن میں نبوت کے موتی سمیٹ سکے چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"انا امرنا معاشر الانبیاء بان تکلم الناس علی تقادیر علومھم" ۵۲؎

ترجمہ: "ہم گروہِ انبیاء کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم لوگوں کی علمی سطح کا لحاظ رکھتے ہوئے گفتگو کریں (کلام کریں) یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے جب بھی اپنے کسی صحابی کو کہیں مبلغ بنا کی حیثیت سے بھیجا یا کسی اور مقصد کے لئے اپنا نمائندہ بنا کر روانہ کیا تو ان کو جو ہدایات عطا فرمائی جاتی تو ان میں یہ ہدایت لازمی ہوتی تھی۔

"عن انس عن النبی ﷺ قال؛ یسروا ولا تعسروا و بشروا ولا تبشروا" ۵۳؎

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: آسانیاں پیدا کرو، مشکلات میں نہ ڈالو اور (لوگوں کو) خوشخبری سناؤ اور (دین سے) نفرت نہ ڈالو"۔

اس ارشاد گرامی میں امت کے علماء مبلغین، اساتذہ، مربین کو اس امر کی طرف رہنمائی کی جارہی ہے کہ مسائل دینیہ، احکام شرعیہ کو جب لوگوں کے سامنے پیش کریں تو اپنے مخاطب اور سالک و طالب کی ذہنی سطح، علمی مقام کا لحاظ رکھتے ہوئے آسان سے آسان پیرایے میں ان تک احکام دین کو پہنچایا جائے تاکہ وہ دین میں سختی محسوس کرتے ہوئے اس سے نفرت نہ کرنے لگے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ:

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک اعرابی آیا اور اس نے کھڑے ہو کر مسجد میں پیشاب کرنا شروع کر دیا اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا ٹھہر جا ٹھہر جا! تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کو پیشاب کرنے سے مت روکو اس کو پیشاب کرنے دو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کو چھوڑ دیا جب اس نے پیشاب کر لیا اور فارغ ہو گیا تو:

"ثم ان رسول الله ﷺ دعاه، فقال له ان هذه المساجد لا تصلح بشيء من هذا البول ولا القذر انما هي لذكر الله والصلوٰة وقراءة القرآن"

ترجمہ: آپ ﷺ نے اس کو اپنے پاس بلایا اور ارشاد فرمایا کہ یہ مساجد پیشاب اور دیگر نجاست سے آلودہ کرنے کے لائق نہیں بلکہ یہ اللہ کے ذکر، نماز اور تلاوت قرآن کے لئے ہیں پھر صحابہ میں سے ایک آدمی کو پانی کا ڈول لانے کا حکم دیا وہ شخص پانی کا ڈول لایا اور اس نے اس (پیشاب) پر بہادیا۔" ۵۴؎

امام بخاری نے اسی واقعہ کو نقل کرتے ہوئے آپ ﷺ کے یہ مبارک کلمات بھی بیان کئے ہیں:

"فانما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین" ۵۵؎

ترجمہ: "بے شک تمہیں آسانیاں پیدا کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے نہ کہ مشکلات پیدا کرنے کے لئے"

نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا تھا اس لئے آپ ﷺ نے انفرادی اصلاح سے لے کر اجتماعی معاشرتی اصلاح کی سطح تک اپنی امت پر شفقت و رحمت کا عملی اظہار کرتے ہوئے دین کے آسان پہلوؤں کو ہمیشہ مدنظر رکھا مقصد یہ تھا کہ ایک عام انسان کسی سختی کے باعث امور دینیہ پر عمل کی برکات سے محروم نہ رہے۔ اس لئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"بعثت بالحنفیة السمحة" ۵٦

ترجمہ: "میں ایسے دین حنیف کے ساتھ بھیجا گیا ہوں جو آسان ہے"۔

ایک اور ارشاد گرامی ہے کہ:

"ان الدین یسر ولن یشاء الدین احد الا غلبه" ۵۷؎

ترجمہ: بے شک یہ دین بہت آسان ہے اور جو اس کو مشکل بنائے گا تو یہ دین اس پر غالب آجائے گا۔

بلکہ ایک سختیاں پیدا کرنے والوں کو ان الفاظ میں تنبیہ کی:

"بعثت بالحنفیة السمحة من مخالف فقد کفر" ۵۸؎

ترجمہ: "میں ایسے دین کے ساتھ بھیجا گیا ہوں جو آسان ہے جس نے اس کی مخالفت کی اس نے کفر کیا (میری نرمی و آسانی والی سنت کا انکار کیا"۔

خود قرآن مجید میں ہے:

"لا اکراہ فی الدین" ۶۰؎

ترجمہ: "دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے"۔

بچپن سے ہی تربیت کا آغاز:

نبی اکرم ﷺ نے ایک فرد کی اصلاح کا جو نظام وضع کیا اور طریقہ اختیار کیا اس کے مطابق مسلم معاشرے کے ہر فرد خواہ بچہ ہو یا بچی اس کی تربیت کا آغاز بچپن سے ہی ہو جاتا ہے تاکہ بچہ جب شعوری زندگی میں قدم رکھے تو اس کی سیرت و کردار میں ایک نیک صالح اور متقی و عبادت گزار معاشرتی فرد کی جھلکیاں نظر آئیں اس لئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"عن عمرو بن شعیبہ رضی اللہ عنہ من ابیہ عن جدہ قال قال رسول اللہ ﷺ مروا اولادکم بالصلاۃ وھم ابناء سبع سنین واضربوھم علیھا وھم ابناء عشر وفرقوا بینھم فی المضاجع" ۶۰؎

"حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم اپنی اولاد کو جب وہ سات سال کے ہو جائیں تو نماز کا حکم دیا کرو اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو نماز کی پابندی نہ کرنے پر انہیں مارا کرو اور ان کے سونے کے بستر الگ کر دیا کرو۔"

اس حدیث مبارکہ کی روشنی میں بچوں کی تربیت کے دو اہم پہلو واضح ہوتے ہیں کہ:

(۱) بچوں کو بچپن سے ہی نماز پڑھنے کا حکم دیا جائے تاکہ بڑے ہو کر شوق کے ساتھ اپنے خالق و مالک کی بندگی کر سکیں۔

(۲) دس سال کی عمر میں بچوں کے بستر الگ کر دیے جائیں اس لئے کہ یہ وہی دور ہوتا ہے جب بچہ سن بلوغت میں قدم رکھتا ہے اور اس کے اندر خواہشات پیدا ہونے لگتی ہیں۔ اس مرحلہ عمر میں ان کے بستر الگ کر دینے کا حکم اپنے اندر بہت سی اخلاقی تربیتی حکمتوں کو سمیٹے ہوئے۔ ماہر نفسیات کے مطابق عمر کا یہی دور وہ حصہ ہوتا ہے جہاں سے کسی بھی بچے کے اچھے اور برے کردار کی بنیاد پڑتی ہے۔

بچوں کی تربیت کا نبوی نصاب:

معلم و مربی اعظم ﷺ نے بچوں کی تعلیم و تربیت کا جو نصاب امت کو عطا کیا ہے، ملاحظہ ہو:

”ادبوا اولادکم ثلاث خصال، قراءت القرآن وحب نبیکم وحب اهل بیته“ [۱۱]

ترجمہ: ”اپنی اولاد کو تین چیزیں سکھاؤ“۔

(۱) قرآن پڑھنا سکھاؤ۔

(۲) اپنے نبی کی محبت سکھاؤ۔

(۳) اپنے نبی کی اہل بیت کی محبت سکھاؤ۔

تعلیم اور تربیت کا التزام:

انفرادی اور شخصی تربیت کے لئے نبوی طریقہ کار کا یہ نمایاں وصف ہے کہ تعلیم اور تربیت کو دو الگ الگ خانوں میں تقسیم نہیں کیا جاتا بلکہ دونوں کو ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم قرار دیتے ہوئے ان کا خصوصی التزام کیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ اگر تعلیم سے انسانی شخصیت میں نکھار پیدا ہوتا ہے تو تربیت کے ذریعہ سے اس کے اندر اعلیٰ اخلاقی اقدار پیدا ہوتی ہیں اور وہی انسانیت کا حسن اور اس کے بلند رتبہ کا تعین کرتی ہیں۔

قرآن مجید میں جہاں بھی فرائض نبوت کا ذکر کیا گیا ہے وہاں نفس انسانی کی تربیت کو واضح کرتے ہوئے تعلیم کتاب و حکمت سے پہلے ”ویزکیھم“ کے کلمات کی صورت میں تزکیہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ قرآن کریم کے اس اسلوب بیان سے اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ہاں کسی فرد کی تربیت کس قدر اہم اور واحد عمل ہے؟

تعلیم و تربیت کی یکجائی کا یہی وہ نبوی طریق تربیت تھا کہ جس نے صحابہ کرام کے کردار کے اندر انقلاب پیدا فرمادیا تھا۔ آپ ﷺ کے اس انداز تربیت نے پورے کے پورے انسان کو بدل کر اخلاق و کردار کی بلندیوں پر فائز فرمادیا تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کردار کو ایسے اعلیٰ نمونوں کی صورت میں دنیا کے سامنے پیش کیا تھا کہ اپنے تربیت یافتہ منتخب انسانیت ان لوگوں کو ایمان کی

حالت میں دیکھ کر ان کے اسوہ کو اپنانے والوں کو بھی وہ عزت عطا فرمائی کہ وہ دنیا و آخرت میں شادکام قرار پاتے ہیں۔ ارشاد فرمایا:

"عن جابر رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تمس النار مسلما رآنی او رآی من رآنی"

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛ کہ اس شخص کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا مجھے دیکھنے والے کو دیکھا، یعنی میرے صحابی کو دیکھا۔"

قول و عمل میں مطابقت:

ایک مربی و مرشد اور استاد کی ذاتی زندگی اس کے زیر نگرانی تربیت پانے والے مرید شاگرد کے لئے ایک نمونہ ہوتی ہے اگر مربی و استاد کا عمل اس کے قول کی تائید کرنے والا نہ ہو گا تو اس کی بات غیر موئثر ہوگی جو مربوب و شاگرد کو متاثر کرنے کی صلاحیت سے یکسر خالی ہوگی۔ جب سیرت طیبہ کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو ہمارے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کے بہت سے ایسے واقعات آتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کو دیکھ کر عقل انسانی دھنگ رہ جاتی ہے۔ یوں کہ جس بات کا آپؐ اپنے صحابہ کو حکم دیتے تو پہلے خود اس پر عمل کرتے۔ چنانچہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیر کا مرحلہ ہو یا غزوہ احزاب کے موقع پر خندق کھدوانے کا کام ہو۔ علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ:

"مسجد کی تعمیر شروع ہوئی شہنشاہ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پھر مزدوروں کے لباس میں تھے صحابہ کرام پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے تھے اور یہ رجز پڑھتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ آواز ملاتے اور فرماتے:

"اللھم لا خیر الا خیر فاغفر الانصار والمھاجرۃ" ۶۳؎

ترجمہ: "اے خدا کامیابی صرف آخرت کی کامیابی ہے اے خدا انصار اور مہاجرین کو بخش دے"۔

ذرا خندق کھدوانے کا منظر بھی ملاحظہ ہو:

"پتھر کھودتے اتفاقا ایک سخت چٹان آگئی کسی کی ضرب کام نہیں دیتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تین دن کا فاقہ تھا اور پیٹ پر پتھر باندھا ہوا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے ایک ہی ضرب لگائی تو چٹان ایک تودائے خاک تھی۔۔۔ ۶۴؎

آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں قول و عمل کی مطابقت تھی جس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں میں انقلاب پیدا کر دیا اسی نبوی تربیت کا اثر تھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں دن میں امور خلافت سر انجام دیتے تھے تو رات کو آٹے کی بوریاں اٹھائے گلی کوچوں میں گھوم کر ضرورت مندوں اور یتیموں اور بیوگان کی حاجت روائی کرتے تھے۔

اعلان بعثت سے پہلے آپ ﷺ نے اس معاشرے میں چالیس برس تک زندگی بسر کی تھی ہر جوہر اعتبار سے اخلاقی پسماندگی کا شکار تھا آپ ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ کا وہ حصہ جس میں آپ نے اس معاشرے میں بیاہ شادی کیے، ان کے ساتھ معاملات کیے، لین دین کیے، معرکہ ہائے جنگ میں شریک ہوئے، لوگوں کی امانتیں رکھنے کی ذمہ داریاں ادا کیں۔ چالیس سالہ طویل عرصہ حیات کا ایک ایک لمحہ ان لوگوں کے سامنے تھا اور تاہاں تھا کہ کسی کو اس پر اعتراض کرنے کی ہمت نہ ہو سکی۔ دعوت توحید ی تو کسی خارجی امر کو بطور شہادت پیش کرنے کی بجائے اپنی حیات مبارکہ کے بیٹے ہوئے لمحات کو بطور شہادت ان کے سامنے رکھ دیا تھا قرآن مجید نے ان تاریخی لمحات کو ہمیشہ کے لئے محفوظ کر لیا ملاحظہ ہوں:

"فقد لبست فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون" ۶۵؎

ترجمہ: "اس (دعوت حق دینے) سے پہلے میں تم میں اپنی عمر کا (ایک حصہ) گزار چکا ہوں کیا اب عقل سے کام نہیں لیتے (اور دین حق کی اس دعوت کو قبول نہیں کرتے)"

یہی وجہ ہے کہ مصطفوی انقلاب کی تحریک کے کارکنوں کے لئے اس انقلابی تحریک کی نظریاتی فکر کو قبول کرنے کے ساتھ ساتھ قائد تحریک کے ایک ایک عمل کو اپنے لئے حرز جاں بنانے کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"لقد کان اللہ لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ" ۶۶؎

سیرت طیبہ کا مطالعہ کرنے سے یہ خوشگوار امر واضح ہو کر سامنے آتا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی زبان اقدس سے کوئی ایسی بات ارشاد نہیں فرمائی جسے اپنے مربوبین تلامذہ اور تحریکی کارکنوں

کے سامنے عمل کے سانچے میں ڈھال کر پیش نہ کیا ہو۔ آپ نے لوگوں کو اگر سچ بولنے اور امانت میں دیانت کو ملحوظ رکھنے کی تاکید کی تو خود صدق مقالی راست گوئی اور امانت داری کا وہ اعلیٰ معیار پیش کیا کہ خون کے پیاسے بھی قائد تحریک کے اس عمل کو دیکھ کر آپ کو صادق اور آمین کہنے پر مجبور ہوگئے یہ اسی اسوہ حسنہ کی نورانی کرنوں کا فیض تھا کی درس گاہ نبوت میں تربیت حاصل کرنے والے مرید صادق، طالب حق ترجمان سے کسی کام کا امر صادر ہوتا ہی تھا ادھر عمل شروع ہو جاتا تھا تربیت نبوی ﷺ جی ان باتکمین اور نکھار نے دیکھتے ہی دیکھتے اسلام کی دعوت اور مصطفوی انقلاب کی تحریک کو چار چاند لگ گئے۔

انفرادی تربیت کا انمول طریقہ:

نبی اکرم ﷺ کو جب کسی خاص شخص سے متعلق کوئی خبر ملتی یا آپ ﷺ کسی کے اندر کوئی کوتاہی، کمی یا خرابی محسوس فرماتے تو اس پر اس کو براہ راست مخاطب نہ کرتے کہ وہ شخص بے عزتی اور سبکی محسوس کرتا اور نہ ہی اسے یہ احساس ہوتا کہ یہ بالخصوص میرے لئے کوئی بات کی جارہی ہے بلکہ ایسا عمومی انداز اختیار فرماتے کہ اس کی اصلاح ہو جاتی تھی خطا کار کو اس کی خطا کا ذکر کیے بغیر شفقت و محبت و خلوص و ہمدردی کے جذبات کے اظہار سے اس کی اصلاح کر دی جیسا کہ گزشتہ اوراق میں مسجد میں پیشاب کرنے والے اعرابی کا واقعہ گزر چکا ہے۔

انفرادی تربیت کا انمول طریقہ:

نبی اکرم ﷺ کو جب کسی شخص کے متعلق کوئی خبر ملتی یا آپ ﷺ کسی کے اندر کوئی کوتاہی، کمی یا خرابی محسوس فرماتے تو اس پر اس کو براہ راست مخاطب نہ کرتے کہ وہ شخص اپنی بے عزتی اور سبکی محسوس کرتا اور نہ ہی اسے یہ احساس ہوتا کہ یہ بالخصوص میرے لیے کوئی بات کی جارہی ہے بلکہ ایسا عمومی انداز اختیار فرماتے کہ اس کی اصلاح ہو جاتی تھی خطاکار کا اسکی خطا کا ذکر کیے بغیر شفقت و محبت و خلوص و ہمدردی کے جذبات کے اظہار سے اس کی اصلاح کر دی جیسا کہ گزشتہ اوراق میں مسجد میں پیشاب کرنے والے اعرابی کا واقعہ گزر چکا ہے۔

اسی سلسلہ میں عام طور پر معمول مبارک یہ تھا کہ براہ راست کسی کو مخاطب کرنے کے بجائے آپ ﷺ یوں فرماتے:

"ما بال قوم"

لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ کہ وہ ایسا کرتے ہیں یا وہ ایسا کہتے ہیں۔

بس اسی ارشاد گرامی کے ساتھ ہی خطاکار سمجھ جاتا تھا کہ میرے اندر غلطی ہے اور وہ اپنی اصلاح کر لیتا تھا۔

غلطی پر معاف کر دینا:

انسان آخر انسا ہے ہر قسم کی تربیت ہونے کے باوجود اس سے ہمہ وقت غلطی کا امکان ہر طور موجود رہتا ہے اس لیے کہ لفظ انسان بعض اہل لغت اور صوفیاء کے مطابق "نسیان" سے بنا ہے جس کا معنی ہے بھول جانا اس لیے تربیت کرنے والے مربی کے لیے ضروری ہے ہ جب طالب یعنی تربیت حاصل کرنے والے سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو اسے تشدد و سزا کا نشانہ بنانے کی بجائے اس سے چشم پوشی کرے اور اسے اپنی اصلاح کا موقع دے اور اگر سزا دینا ہی ضروری ہو تو پھر صرف اسی قدر سزا دے کہ وہ بغاوت پر نہ اتر آئے بلکہ اپنی غلطی و خطاء کی اصلاح کرے۔

آپ ﷺ کی یہ عادت کریمہ تھی کہ اگر کسی صحابی سے کوئی غلطی ہو جاتی تو آپ ﷺ اس سے درگزر فرماتے اور نصیحت کے انداز میں اس کو سمجھا دیتے تے یوں اسے غلطی کا احساس بھی ہو جاتا تھا اور آئندہ کے لیے وہ اپنی اصلاح بھی کر لیتا تھا۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جن کو یہ شرف حاصل رہا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ ایک عرصہ تک حرم نبوی ﷺ میں گھریلو خدمات سرانجام دیتے رہے ہیں۔ فرماتے ہیں "اگر مجھ سے کوئی خطا سرزد ہو جاتی یا کوئی نقصان ہو جاتا تو آپ ﷺ نے مجھے کبھی بھی نہیں ڈانٹا بلکہ مسکراتے اور پیار کے ساتھ سمجھا دیتے"۔

کثرت ذکر و عبادت:

فرد کی ذہنی و فکری اصلاح اور تربیت کے لیے ضروری ہے کہ وہ نفس و نفسانیت کے حملوں سے بچنے کے لیے ہمیشہ بارگاہ الٰہی کی طرف متوجہ رہے اس لیے جب تک اس ذات حق کا خصوصی

فضل و کرم شامل حال نہ ہو تو انسان کا برائی سے بچنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہو جاتا ہے۔ اس لیے یہ امر نہایت ضروری ہے کہ انسان اپنے آپ کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی حضوری میں حاضر جانتے ہوئے اپنی زبان کو اس کے ذکر سے تر رکھے اور اس کے حضرت سر نیاز جھکائے رکھے۔

جب ہم نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ذات مبارکہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ رات اور دن کا کوئی لمحہ ایسا نہیں جس میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مختلف دعائیں منقول نہ ہوں۔ کھانے، پینے، اٹھنے، بیٹھنے اور گھر سے باہر نکلنے، گھر میں داخل ہونے، بازار میں چلتے پھرتے، غمی و خوشی، بارش کے برسنے، بادل کے گرجنے یہاں تک کہ بیت الخلاء میں داخل ہونے اور بیت الخلاء سے باہر نکلنے کی دعائیں اس امر کا واضح ثبوت ہیں کہ انسان مرتضیٰ وہی ہے جو ہمہ وقت محبوب حقیقی کی یاد میں رطب اللسان رہے۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا اسوۂ حسنہ اپنے غلاموں، صحابہ اور عام مسلمانوں کی انفرادی تربیت کا ایک عملی پروگرام ہے۔ چنانچہ حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

"واللہ انی لا ستغفر اللہ و اتوب الیہ فی الیوم اکثرین سبعین مرۃ" ٦٧؎

"اللہ گواہ ہے میں دن میں ستر بار سے زیادہ اللہ کی بارگاہ میں استغفار اور توبہ کرتا ہوں"۔

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

"یاایھا الناتوبوا الی اللہ فانی اتوب فی الیوم اکثر من سبعین مرۃ" ٦٨؎

"اے لوگوں! اللہ سے توبہ کرو اور بخشش طلب کرو بے شک میں دن میں سو بار توبہ کرتا ہوں"۔

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ان مذکورہ ارشادات کی حکمت دراصل امت کی تربیت کرنا ہے کہ جب میں تمام مقامات عالیہ رکھنے کے باوجود اور سید الانبیاء والمرسلین کے منصب عالی پر فائز ہونے کے باوجود اتنی کثرت کے ساتھ توبہ استغفار کرتو ہوں تم تو عام انسان ہو اس وجہ سے تمہارے لیے تو توبہ کی کثرت کرنا بہت ضروری ہے۔

انفرادی تربیت کے لیے چند سنہری نبوی اصول:

موضوع کو سمیٹتے ہوئے آخر ہم اسوۂ رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی روشنی میں ان سنہری نبوی اصولوں کا ذکر کرتے ہیں جو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایک فرد کی ذاتی زندگی کو بدلنے اور نفس انسانی کی تربیت کے لیے

دنیائے انسانی کو عطا کیے آئندہ سطور میں ہم امام حافظ زین الدین ابو الفرج عبد الرحمٰن بن شہاب الدینی بغدادی مشہور ابن رجب (۷۲۶۔۷۹۵ھ) کی معروف عالم کتاب "جامع العلوم و الحکم فی شرح خمسین حدیثاً من جوامع الکلم" کے حوالے سے چند رہنما نبوی تربیتی اصول پیش کرتے ہیں۔ اگر ان کو ہم اپنی عملی زندگی میں اپنالیں تو یقینا ایک ایسا انسان آج بھی وجود میں آسکتا ہے کہ دنیائے انسانی اس پر فخر اور کائنات اس پر رشک کرے۔

۱۔ انما الاعمال بالنیات ۔ ۶۹؎

"بے شک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے"۔

۲۔ ان الحلال بین وان الحرام بین وبینھما امور مشتبھات لایعلمھن کثیر من الناس۔ ۷۰؎

"بے شک حلال بھی واضح ہے اور بے شک حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان مشتبہات ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے"۔

۳۔ ان اللہ طیب لا یقبل الا طیبا۔ ۷۱؎

"بے شک اللہ تعالیٰ طیب یعنی پاک ہے اور پاک چیز کو ہی پسند کرتا ہے"

۴۔ دع ما یریبك الی ما لا یریبك۔ ۷۲؎

"جو تجھے شک میں ڈالتی ہے اسے چھوڑ دے اس کے لیے جو شک میں نہیں ڈالتی"۔

۵۔ من حسن اسلام المرء ترکه ما لا یعنیه۔ ۷۳؎

"آدمی کا بہترین اسلام یہ ہے کہ وہ بے مقصد اور فضول کام چھوڑ دے"۔

۶۔ لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیه ما یحب لنفسه۔ ۷۴؎

"تم سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کے لیے وہ کچھ پسند نہیں کرتا جو کچھ اپنے لیے پسند کرتا ہے"۔

۷۔ لا تغضب۔ ۷۵؎

"غصہ نہ کیا کرو"

۸۔اذالم تستحی فاصنع ما شئت۔۷۶

"جب تم میں حیاء نہ رہے تو جو چاہے کر"۔

۹۔الطھور شطر الایمان۔۷۷

"طھارت نصف ایمان ہے"۔

۱۰۔البر الحسن الخلق: والاثم حاك فی نفسك و كرهت ان یطلع علیه الناس۔۷۸

"نیکی حسن اخلاق ہے: اور گناہ وہ ہے جو تیرے نفس میں (اندر) کھٹکا پیدا کرے اور تو اس کو ناپسند کرے کہ لوگ اس سے آگاہ ہوں"۔

۱۱۔لاضرر ولاضرار۔۷۹

"نہ کسی کو نقصان پہنچاؤ اور نہ نقصان اٹھاؤ"

۱۲۔لاتحاسدوا ولاتناجشوا۔۸۰

"نہ حسد کیا کرو اور نہ کسی کے ساتھ زیادتی کیا کرو"۔

۱۳۔کن فی الدنیا کانك غریب او عابر السبیل۔۸۱

"دنیا میں ایسے رہو جیسے مسافر"۔

۱۴۔ومن یف یعف الله عنه۔۸۲

"جو دوسروں کو معاف کرتا ہے رب تعالیٰ اس کو معاف کرتا ہے"۔

۱۵۔ومن یصبر علی الرزیة یعوضه۔۸۳

"جو کوئی نافرمانی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو سخت سزا دیتا ہے"۔

۱۶۔ومن یعص الله یعذبه الله۔۸۴

"جو کوئی نافرمانی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو سخت سزا دیتا ہے"۔

۱۷۔سباب المؤمن فسوق۔۸۵

"مومن کو گالی دینا فسق ہے"۔

۱۸۔حرمت ماله کحرمت دمه۔۸۶

"مومن کامال دوسرے مومن کے لیے ایسے ہی حرام ہے جیسے اس کا خون حرام ہے"۔

۱۹۔رأس الحکمة محافة الله۔۸۷

"حکمت ودانائی کی بنیاد خوف خدا ہے"

۲۰۔خیر الاعمال ما نفع۔۸۸

بہترین عمل وہ ہے جو فائدہ بخش ہو۔

۲۱۔وخیر الزاد تقوی۔۸۹

"بہترین توشہ تقوی کا توشہ ہے"۔

۲۲۔خیر الغنی غنی النفس۔۹۰

بہترین تنگری تو دل کی تنگری ہے

۲۳۔الغلول من حر جھنم۔۹۱

چوری اور خیانت عذاب جہنم کا سامان ہے"

نتائج بحث:

نبی اکرم ﷺ کا طریق تربیت کے حوالے سے گزشتہ بحث سے سامنے آنے والے نتائج و فوائد ترتیب وار ملاحظہ ہوں:

۱۔ تعلیم وتربیت کی اثر پذیری کے لئے ضروری ہے کہ تربیت کرنے الا یعنی، مربی اپنے مخاطب کی شخصی استعداد اور اسکے اوصاف کا جائزہ لے

۲۔اگر زیر تربیت سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو ہمدردی وخلوص کے ساتھ اس کو غلطی کا احساس دلائے اس سے نفرت کا اظہار کرنے کی بجائے شفقت ومحبت کا رویہ اختیار کرے

۳۔زیر تربیت لوگوں کے ساتھ نرمی اور محبت کا سلوک کرے۔

۴۔ مربی کی ذات اپنے قول و عمل میں اس طرح مطابقت پیدا کرے کہ زیر تربیت شخص کی کردار سازی پر اثر انداز ہو سکے۔

۵۔ روز روز نصیحت کرنے کی بجائے وقفہ کر کے نصیحت کرے اور وہ بھی اس حد تک کہ طالب تنگ نہ پڑ جائیں۔

۶۔ طالب کے ساتھ خوش ذوقی اور مسکراتے چہرے کے ساتھ پیش آیا جائے۔

۷۔ زیر تربیت طالبوں کے درمیان مساویانہ کا رویہ اختیار کریں تا کہ کوئی احساس کمتری کا شکار نہ ہو۔

۸۔ اچھے امور پر تربیت حاصل کرنے والے افراد کی حوصلہ آفزائی کرے تا کہ دوسروں کے لیے شوق میں اضافہ ہو سکے۔

۹۔ کسی طالب کے اندر پائی جانے والی برائی کا اس طرح اظہار نہ کرے کہ وہ اسے اپنے لیے کسر شان سمجھے۔

۱۰۔ انداز بیان، الفاظ کا چناؤ، لب و لہجہ اتنا خوبصورت ہو کہ طالب کا دل مربی کی طرف کھینچا چلا جائے۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ التین، ۹۵:۴۔

۲۔ اقبال علامہ محمد۔

۳۔ بیضاوی، ناصر الدین ابو سعید بن عمر محمد الشیرازی، انوار التنزیل واسرار التاویل، ص ۳۔

۴۔ i- زبیدی مرتضیٰ محمد ابو الفیض بلگرامی، تاج العروس من جواہر القاموس، ج، ص ۲۶۰۔

ii- افریقی ابن منظور جمال الدین ابو الفضل محمد بن مکرم، لسان العرب: ج:۱، ص: ۴۶۶۔

۵۔ لوئیس مخلوف بذیل مادہ: رب ب۔

۶۔ راغب ابو القاسم حسین بن محمد اصفہانی، المفردات فی غرائب القرآن، ص ۱۸۴۔

۷۔ رازی محمد بن ابو بکر بن عبد القادر مختار الصحاح، ص ۲۲۸۔

۸۔ میرٹھی قاضی زین العابدین سجاد، قاموس القرآن، ص: ۲۴۴۔

۹۔ مخلوف حسین محمد، کلمات القرآن، ص: ۶۔

۱۰۔ عبد الطیف، ڈاکٹر محمد فرہنگ فارسی، مادہ رب، ص ۴۵۲۔

۱۱۔ عہدی، پوری شفیقی، سر تاج اللغات، مادہ رب، ص: ۴۳۶۔

۱۲۔ فیروز الدین مولوی، فیروز اللغات اردو، ص: ۲۱۳۔

۱۳۔ فضل الرحمٰن سید، معجم القرآن، ص: ۲۲۰۔

۱۴۔ خازن علائو الدین علی بن محمد بن ابراہیم بغداد علامہ، تفسیر الخازن، ج: ۱، ص ۱۷۔

۱۵۔ پانی پتی قاضی ثناء اللہ عثمان حنفی مظہری، التفسیر المظہری، ج: ۱، ص ۴۔

۱۶۔ i- آزاد ابو الکلام مولانا، ترجمان القرآن، ج: ۱، ص: ۳۵۔

ii- ایضاً، تفسیر ام الکتاب، ص: ۲۹۔

۱۷۔ کاظمی، احمد سعید علامہ سید، التبیان مع البیان، ص: ۱۲۔

۱۸۔ نعیم مولانا محمد، تفسیر انوار القرآن، ج: ۱، ص ۱۳۔

۱۹۔ اصلاحی صدر الدین، اسلام ایک نظر میں، ص ۱۶۶۔

۲۰۔ ازہری کرم شاہ پیر محمد، ضیاء القرآن، ج: ۱، ص ۲۲۔

۲۱۔ القادری طاہر ڈاکٹر محمد، تربیت کا قرآنی منہاج، ص: ۱۳۔

۲۲۔ ایضاً، تفسیر منہاج القرآن، ص: ۴۴۴۔

۲۳۔ آل عمران، ۳: ۱۶۴۔

۲۴۔ القادری طاہر محمد ڈاکٹر، عرفان القرآن، ص۱۰۵۔

۲۵۔ الجمعہ، ۶۲: ۲۔

۲۶۔ القادری طاہر ڈاکٹر محمد، عرفان القرآن، ص: ۸۹۴۔

۲۷۔ ازھری کرم شاہ پیر محمد، تفسیر ضیاء القرآن، ج: ۵، ص ۲۳۱۔

۲۸۔ دریا آبادی عبد الماجد مولانا، یتیم کا راج، ص: ۳۔

۲۹۔ طاہر القادری، ڈاکٹر محمد، سیرت الرسول، ج: ۲، ص: ۶۷۔۶۸۔

۳۰۔ احمد خان سر سید، الخطبات الاحمدیہ، ص: ۱۱۹۔

۳۱۔ دارا جی ایس پروفیسر، رسول عربی، ص ۱۵۔

۳۲۔ نعمانی شبلی مولانا، سیرت الرسول ﷺ، جلد اول، ص: ۵۷۔

۳۳۔ طاہر القادری ڈاکٹر محمد، سیرۃ الرسول ﷺ، جلد: دوم، ص: ۵۷۔

۳۴۔ منصور پوری قاضی محمد سیلمان، رحمۃ اللعالمین، ج: ۱، ص: ۲۵۔

۳۵۔ ایضاً، ص: ۱۲۶۔

۳۶۔ ایضاً، ص: ۱۲۶۔

۳۷۔ ھیکل محمد حسین ڈاکٹر، سیرت رسول، ص: ۱۰۱۔

۳۸۔ سر سید احمد خان، الخطبات الاحمدیہ، ص: ۱۲۲۔

۳۹۔ طاہر القادری ڈاکٹر محمد، سیرت الرسول، ج: ۲، ص ۲۷۔۳۷۔

۴۰۔ صدیقی بشیر احمد پروفیسر ڈاکٹر، تجلیات رسالت، ص: ۸۱۔

۴۱۔ اصفہانی ابو القاسم حسین بن محمد راغب، المفردات فی غریب القرآن، ص: ۱۸۴۔

۴۲۔ ایضاً، ص: ۲۸۴۔

۴۳۔ عبد بن حمید، المسند، ج: ۱، ص: ۲۵۰، حدیث نمبر: ۸۳۷۔

۴۴۔ بیہقی ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ، المدخل الی السنن الکبریٰ، ج: ۱، ص: ۱۶۲، حدیث نمبر: ۱۵۲۔

۴۵۔ الشمس ۹۱: ۷تا۱۰۔

۴۶۔ طاہر القادری ڈاکٹر محمد، عرفان القرآن، ص:۹۸۳۔

۴۷۔ ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، سنن ابی دائود، کتاب الادب، باب فی تنزیل الناس منازلھم۔

۴۸۔ طبرانی ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (۳۶۰ھ۔۔۔۔۱۹۷۱ئ)
المعجم الاوسط، ج:۶، ص:۱۷۷، حدیث نمبر: ۶۱۲۰۔

۴۹۔ مالکی علوی ابن سید عباس مالکی والحسنی امام سید، فتح القریب المجیب علی تہذیب الترغیب والترھیب، ص:۴۴۔

۵۰۔ دارمی ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن، السنن، ج:۱، ص:۱۱۴، حدیث نمبر: ۳۶۴۔

۵۱۔ طبرانی سلیمان بن احمد، المعجم الکبیر، ج:۸، ۷، ص:۱۶۲، حدیث نمبر: ۷۶۷۹۔

۵۲۔ i- بخاری ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ، صحیح، کتاب الطلاق، باب اذا عرض بنقی الولد، ج:۵، ص:۳۲:۲، حدیث نمبر: ۳۶۴۔

ii- نسائی احمد بن شعیب السنن، کتاب الطلاق، ۶:۱۷۹، حدیث نمبر: ۳۴۸۰۔

۵۳۔ بخاری ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل امام، صحیح، کتاب العلم، باب ماکان النبی ﷺ یتخولھم بالموعظۃ والعلم کی ینصروا، ج:۱، ص:۱۶۔

۵۵۔ مسلم بن الحجاج القشیری، الصحیح، کتاب الطہارت، باب وجوب غسل والبول وغیرہ من النجاسات اذا حصلت فی المسجد وان الارض یطہر بالماء من غیر حاجۃ الی حفرھا۔

۵۶۔ بخاری، صحیح، کتاب الوضوء، باب صب الماء علی البول فی المسجد، ج:۱، ۳۵۔

۵۷۔ احمد بن حنبل الشیبانی، المسند، ۵-:۲۶۶، رقم:۲۲۳۴۵۔

۵۸۔ ابن ابی شیبہ ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم بن عثمان کوفی، المصنف، ۵:۳۱۷۔

۵۹۔ احمد بن حنبل الشیبانی، المسند، ۵-:۲۶۶، رقم:۲۲۳۴۵۔

۶۰۔ البقرۃ، ۲:۲۵۶۔

۶۱۔ i- ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، السنن، کتاب الصلاۃ، باب متی یومر الغلام بالصلاۃ۔
۱:۱۳۳، رقم:۴۵۹۔

ii- ترمذی محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ ضحاک، السلمی، کتاب الصلاۃ عن رسول اللہ ﷺ ، باب ماجاء یومر الصبی بالصلاۃ، ۲:۲۵۹، رقم:۴۰۷۔

۶۲۔ السیوطی جلال الدین، الجامع الصغیر۔

۶۳۔ ترمذی محمد بن عیسیٰ، السنن، کتاب المناقب عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی فضل من رأی النبی ﷺ، ۵:۶۹۴، رقم:۳۸۵۸۔

۶۴۔ نعمانی شبلی مولانا، سیرت النبی ﷺ، ج:۱، ص:۲۷۱۔

۶۵۔ ایضاً، ص:۳۹۴۔

۶۶۔ سورۃ یونس، ۱۰:۱۶۔

۶۷۔ بخاری الصحیح، کتاب الدعواۃ، باب استغفار النبی ﷺ فی الیوم والیلہ، ۵:رقم:۵۹۴۸۔

۶۸۔ احمد عبدالحلیم بن الحرانی ابو العباس، کتب ورسائل و فتاویٰ ابن تیمیہ فی التفسیر، ۶۶۱ھ /۷۲۸ھ، الطبعۃ الثانیۃ، مکتبہ ابن تیمیہ، ج:۱۲، ص:۵۷۴۔

۶۹۔ مسلم بن حجاج، ابو الحسن القشیری النیسابوری، ۲۰۶ھ /۲۶۱ھ، صحیح مسلم، باب اخذ الحلال وترک الشبہات ج:۳، ص:۱۲۱۹، رقم الحدیث:۱۵۹۹، دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

۷۰۔ عبد اللہ بن عبد الرحمن ابو محمد الدارمی، ۱۸۱ھ /۲۵۵ھ، سنن الدارمی، باب فی أکل ا لحبیب، ج:۲، ص:۳۸۹، الطبعۃ الاولی، رقم الحدیث:۲۷۱۷، دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۷ھ۔

۷۱۔ فخر الدین محمد بن عمر التیمی الرازی الشافعی (۵۴۴ھ /۶۰۴ھ)، التفسیر الکبیر، ج،۱، ص۱۵۹، دار الکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۲۱ھ /۲۰۰۰ئ، رقم الطبعۃ الالی۔

۷۲ ۔ محمد بن یزید ابو عبداللہ القزوینی (۲۰۷ھ /۲۷۵ھ)، سنن ابن ماجہ ،باب کف السان فی الفتنہ، ج:۲، ص:۱۳۱۵، دار الفکر بیروت، روم الحدیث:۳۹۷۶۔

۷۳۔ احمد بن شعیب ابو عبداللہ الرحمٰن النسائی ،(۲۱۵ھ /۳۰۳ھ) سنن النسائی الکبریٰ، باب:احب الدین الی اللہ، ج:۶، ص:۵۳۸، دار الکتب العلمیہ، سنتہ النشر ،۱۹۹۱ئ /۱۴۱۱ھ، رقم الطبعتہ الاولیٰ، رقم:۱۱۷۷۰۔

۷۴۔ محمد بن حبان بن احمد ابو حاتم التیمی البستی (م ۳۵۴ھ)، صحیح ابن حبان، باب: ذکر رجاء الامن من غضب اللہ من لم یغضب، ج:۱، ص:۵۳۱، رقم الحدیث:۲۹۶، مئوستہ الرسالتہ، بیروت ۱۴۱۴ھ، ۱۹۹۳ئ، المطبعتہ الثانیتہ۔

۷۵۔ محمد بن یوسف الشھیر با بی حیان الاندلسی (۶۵۴ھ /۷۴۵ھ)، تفسیر البحر المحیط، ج:۳، ص:۴۵، دار الکتب العلمتہ لبنان، بیروت، سنتہ النشر، ۱۴۲۲ھ /۲۰۰۱ء الطبعتہ الاولی۔

۷۶۔ ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی، تفسیر القرطبی، البقرۃ، ج:۲، ص:۱۵۹، دارالشعب، القاہرۃ۔

۷۷۔ ابو بکر احمد بن الحسین البیحقی، (۳۸۴ھ /۴۵۸ھ)، شعب الایمان، ج:۶، ص:۲۳۶، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۱۰ھ، الطبعۃ الاولی۔

۷۸۔ علی بن عمر ابو الحسن الدار قطنی البغدادی، (۳۰۶ھ/۳۸۵ھ)، سنن الدار قطنی، باب فی المراۃ تقتل اذاارتدت، ج:۴، ص:۲۲۷، دارالمعرفۃ، بیروت، ۱۹۹۶ئ/۱۳۸۶ھ، رقم:۸۳۔

۷۹۔ صحیح مسلم، باب تحریم ظلم المسلم و خذلہ واختصارہ و دمہ، ج:۴، رقم الحدیث:۲۵۶۴، دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

۸۰۔ احمد بن عمرو بن ابی عاصم الشیبانی ابو بکر (م ۲۸۷ھ)، الذھد لابن حنبل، مقدمہ، ج:۱، ص:۹۔

۸۱۔ دلائل النبوۃ، جماع ابواب فتح مکۃ حرسھا اللہ، ج:۵، ص:۲۴۲، للبیھقی۔

۸۲۔ عبد الرحمن بن الکمال جلال الدین السیوطی (م ۹۱۱ھ)، الدرالمنثور، سورۃ الانبیائ، ج:۲، ص:۶۹۳، دارلفکر بیروت، ۱۹۹۳ھ۔

۸۳۔ محمد بن ابی بکر ایوب الذرعی ابو عبداللہ (۶۹۱ھ/۷۵۱ھ) زاد المعاد، فصل فی خطبۃ بتبوک، ج:۲، ص:۵۴۲، مئوسۃ الرسالۃ مکتبۃ المنار، بیروت، الکویت، ۱۹۸۶ئ/۱۴۰۷ھ، الطبعۃ الرابعۃ عشر۔

۸۴۔ محمد بن محمد الغزالی ابو حامد (۴۵۰ھ/۵۰۵ھ)، احیاء علوم الدین، بیان عظیم خطر اللسان و فضیلۃ الصمت، ج:۳، ص:۱۲۲، دار المعرفہ بیروت۔

۸۵۔ احمد بن علی الرازی الجصاص (۳۰۵ھ/۳۷۰ھ)، احکام القران، باب ما یحلہ حکم الحاکم ومالا یحلہ، ج:۱، ص:۳۱۱، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۵/ھ۔

۸۶۔ شعب الایمان، الفصل الثانی فی ذکر آثار واخبار وردت فی ذکر اللہ، ج:۱۱، ص:۴۷۰، دار الکتب العلمیۃ بیروت، (۱۴۱۰/ھ) الطبعۃ الاولی۔

۸۷۔ دلائل النبوۃ، للبیھقی، ج:۵، ص:۲۴۲۔

۸۸۔ ایضاً۔

۸۹۔ محمد بن احمد بن عثمان بن قالیماز الذھبی ابو عبد اللہ (۶۷۳ھ/۷۴۸ھ)، سیر اعلام النبلاء الحلبقۃ العادیۃ والثلاثون، ج:۲۱، ص:۱۸۸، مئوسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۱۳ھ، الطبعۃ التاسعۃ۔

۹۰۔ ابو عبداللہ شمس الدین، محمد بن الجابر بن ایوب بن سعد الذرعی الدمشقی (۱۹۱ھ/۱۵۱ھ)، الفوئد، فصل من کلاعبد اللہ بن مسعود، ج:، ص:۱۴۶، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۹۷۳ء/۱۳۹۳ھ، الطبعۃ الثانیۃ۔

۹۱۔ شمس الدین السرخی، المبسوط للسرخی، کتاب التفسیر، ج:۱۰، ص:۵، دارالمعرفۃ، بیروت۔

استحکام پاکستان کیلئے حکمراں کی اطاعت کی اہمیت سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں

پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید
پرنسپل طارق بن زیاد کالج، کراچی

ABSTRACT :

For the stability of government, this is the responsibility of rulers to prefer the betterment, development and redress of public, while it is necessary for the public to obey the right-command of rulers as well as to be helpful to improve and save the organs of state, source of income and the source of maintenance. The Holly Quran and the Sirah of Prophet (صلی اللہ علیہ وسلم) again and again admonish us to obey the order of Allah and Holly prophet (صلی اللہ علیہ وسلم) and those who are the rulers among you. If there is any misunderstanding then let return towards Allah and his Prophet (صلی اللہ علیہ وسلم). In every condition, to get rid from scattering and decline is conceived in this, that public and rulers both should compact their line of action by following the teachings of the Prophet (صلی اللہ علیہ وسلم) and the principles of Islam.

Keywords: Stability, Development, Public, Admonish, Get rid, Decline.

پاکستان میں آئے دن عوام حکمران کے درمیان تنازعات پیدا ہوتے ہیں۔ اور کئی مرتبہ جمہوریت کے علاوہ امارت استیلاء قائم ہوئی۔ پاکستان کے تناظر میں مندرجہ ذیل آیت کریمہ سے بات شروع کرتے ہیں۔

اے ایمان والو! اللہ کا حکم مانو اور رسول ﷺ کا حکم مانو اور جو تم میں سے حاکم ہوں۔ اگر کسی بات میں تمھارا اختلاف ہو جائے۔ تو اللہ اور رسول ﷺ کی طرف رجوع کرو۔ اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر یقین رکھتے ہو۔ یہ بہتر ہے اور تاویل کے اعتبار سے اچھا ہے۔(۱)

حکمران کی اطاعت اس لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے اور ملک میں ایک نظم ونسق سے عوام وحکمران کے درمیان حکومتی نظام چلتا رہے حکومتی امور میں انصاف اور اچھے فیصلے ہوتے رہیں۔ دفاع مضبوط ہاتھوں میں ہو۔ امن عامہ اور یکجہتی وبھائی چارہ قائم رہے۔ سیرت طیبہ کے حوالے سے تمام تر نظائر ہمارے سامنے ہیں۔ اس کے مطابق مسلمان عوام وحکمراں اپنی زندگی سنواریں اور دنیاو آخرت میں کامیاب اور سرخروہوں۔ رسول ﷺ نے دس سال کے اندر مدینہ منورہ میں مضبوط اور عمدہ ریاست کی بنیاد ڈال دی۔ فلاحی حکومت تشکیل دی اور اس کو عملاً چلا کر دکھایا، اور اس کے لئے ہمہ پہلو واضح ہدایات عطا کیں۔ اور ساتھ ہی اپنے ساتھیوں کی تربیت فرمادی۔

زیر نظر مقالہ انہی مباحث پر مشتمل ہے۔ دور رسالت میں مسلمان آپ کے احکامات پر عامل تھے۔ بعد میں آنے والے مسلمانوں کیلئے سورۂ نساء کی آیت ۵۹ میں حکم دیا۔

امیر کی بات سننا اور اطاعت کرنا ضروری ہے۔ جب تک وہ معصیت کا حکم نہ دے اگر وہ کسی نافرمانی کا حکم دے تو نہ اس کی بات سنو اور نہ اس حکم میں کہنا مانو۔ (۲)

صرف نیک باتوں میں حکمراں کے حکم کی تعمیل ہوگی اور بری باتوں کے احکامات کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا جائے گا۔ اس سے حکمراں اور عوام ملک وقوم کیلئے مفید ثابت ہوں گے۔

آپ ﷺ نے حجۃ الوداع میں خطبہ پڑھا۔ آپ پر ایک چادر تھی۔ اور اس سے لپٹے ہوئے تھے اپنی بغل کے نیچے سے امام حصین نے کہا کہ میں دیکھ رہی تھی آپ کے بازو کی بوٹی کہ ہو پھڑ کتی تھی۔ میں نے سنا آپ ﷺ فرمارہے تھے۔

اے لوگوں! اللہ سے ڈرو، اور اگر تمھارے اوپر ایک غلام حبشی چھوٹے کان والا یا کان کٹا حکمران بنادیا جائے۔ تو اس کی بات سنو۔ اور اس کا حکم مانو۔ جب تک تمھارے لئے کتاب اللہ (قرآن) کو قائم کرے"(۳)

بلکہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ بات سننا اور حکم ماننا مسلمان پر واجب ہے خواہ پسند کرے یا مکروہ جانے۔ اور اس کی اطاعت نہ کی جائے۔ (۴)

حکمراں کے دروازے ہمہ وقت عوام کیلئے کھلے رہنے چاہئیں۔ تاکہ ان کی حاجت روائی ہو۔ اس سلسلہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے۔ جو بادشاہ (حکمران) حاجتمندوں، محتاجوں اور مسکینوں پر اپنا دروازہ بند کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت، حاجت اور مسکنت کے دروازے بند کر دے گا۔ یعنی قیامت میں اور دنیا میں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سن کر ایک آدمی کو اسی وقت مقرر فرمایا۔ تاکہ لوگوں کی حاجات کے متعلق ان کو اطلاع دے۔ (۵)

عوام کے ساتھ بہتر روابط کیلئے حکمراں کا دروازہ کھلا رکھنا لازمی ہے۔ اسی طرح عوام حکمراں کے قریب رہے گی۔ اطاعت و فرماں برداری میں آسانی ہوگی۔ دونوں کے درمیان محبت جو حکومت کا بنیادی عنصر ہے۔ حکمراں کے عوام سے روابط و تعلقات بہترین ہو جائیں تو اس کے نتائج ملک و قوم کیلئے مفید اور عوام ہمہ وقت احکامات کو تسلیم کرنے کیلئے تیار رہتی ہے۔ سیرت طیبہ کو غور سے پڑھیں تو کئی مثالیں آپ کے سامنے آئیں گی۔ مندرجہ ذیل روایت شراب کے حرام ہونے سے پہلے کی ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور ابو عبیدہ بن جراح اور ابی بن کعب کو شراب حرام ہو گئی۔ ابو طلحہ نے کہا انس اٹھو گھڑے پھوڑ دو۔ میں اٹھا موسل سے مار کر سب گھڑوں کو پھوڑ دیا۔" (۶)

معلوم ہوا کہ حکمران کہیں بھی ہو روابط اچھے ہوں تو احکامات پر فوراً عمل ہو گا۔ یہ باتیں بہترین تربیت کا نتیجہ ہیں رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید کو ایک فوجی دستے کے ساتھ بھیجا اس دستے میں حضرت عمار بن یاسر بھی تھے۔ صبح کو جب یہ لوگ وہاں پہنچے تو سارے آدمی بھاگ چکے تھے۔ صرف ایک شخص باقی تھا۔ اس نے حضرت عمار کی خدمت میں حاضر ہو کر اظہار اسلام کر دیا۔ اور کلمہ شہادت پڑھ لیا۔ حضرت عمار نے فرمایا تم ٹھہرو۔ تم کو مسلمان ہونے کا فائدہ

ہو گا۔ صبح کو جب حضرت خالد نے اس بستی پر حملہ کیا تو حضرت عمار نے فرمایا کہ اس شخص کو رہنے دو یہ مسلمان ہو چکا ہے اور میری پناہ میں ہے جس پر باہم تلخ کلامی ہوئی واپسی کے بعد دونوں نے معاملہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمار کی پناہ دہی کو قائم رکھا۔ مگر آئندہ سردار (حکمراں) کے خلاف ایسا کرنے کی ممانعت کر دی۔(۷)

بہر صورت جو حکمراں مقرر کر دیا۔ اس کی حکم عدولی نہیں ہو گی، بلکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔(حاکم کا حکم) سننا اور ماننا خواہ کسی ایسے (حقیر) حبشی غلام کا حکم ہو۔ جس کا سر کشمش کی طرح کا ہو۔

آپ کے ارشادات سے حکمراں کی اطاعت کا ہمیں واضح سبق ملتا ہے۔ حکمراں کا اللہ کے حضور حساب دینا ہو گا، کیونکہ حکام کیلئے سب سے بڑھ کر اس بات کے مواقع ہیں کہ ان کے ہاتھوں مسلمانوں پر ظلم ہو، اور جو مسلمانوں پر ظلم کرے، وہ خدا سے غداری کرتا ہے۔(۹)

قرآن میں لفظ اولی الامر عام ہے۔ اس میں بادشاہ بھی داخل ہیں۔ اور شہروں کے حکام کے حکام بھی جج اور مجسٹریٹ بھی لشکر کے کمانڈر بھی سب حاکم درجے میں ہیں۔(۱۰)

اس مناسبت سے ان کی حکمرانی کو تسلیم کیا جائے گا۔ اور ان کا حکم مانا جائے گا۔ لڑائی کی صورت میں صلح کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، میں نے دیکھا کہ اس امت نے اس آیت سے زیادہ کسی حکم سے روگردانی کی ہو۔ وان طائیفطان من المئومین۔۔۔۔ بینھما بالعدل۔ اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں لڑ پڑیں۔ تو ان کے درمیان صلح کرا دیں، اگر ان میں سے ایک دوسرے پر سرکشی کرے تو اس سرکشی کرنے سے اس وقت تک لڑیں جب تک حکم الٰہی کی طرف نہ لوٹ آئیں اگر لوٹ آئیں تو ان کے درمیان انصاف سے صلح کرا دو۔(۱۱)

پاکستان کے موجوہ حالات اسی صورت حال کے متقاضی ہیں۔ اسی موقع کیلئے رسالت مآب ﷺ نے فرمایا۔ جو بلاوجہ جنگ کرے یا تعصب کی جانب بلائے یا تعصب کی بناء پر غصہ کرے تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔(۱۲)

حکمراں کی طرف سے صلہ رحمی عوام کیلئے ضروری ہے اور عوام کو بھی بغاوت پر آمادہ نہیں ہونا چاہئے۔ تاکہ پاکستان کے حدود اربعہ میں عوام و حکمران کیلئے مسائل پیدا نہ ہوں۔ مسلمانوں کو سرکشی وبغاوت سے منع کیا گیا ہے۔ اور سب سے جلد عذاب قطع رحمی اور بغاوت کا ملتا ہے۔(۱۳)

بلکہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ دنیا میں کسی گناہ پر سزا دینے میں جلدی نہیں فرماتا، بلکہ اس کو آخرت کیلئے اٹھا رکھتا ہے۔ سوائے بغاوت اور قطع رحمی کے۔(۱۴)

اور نہ ہی حکمراں کو اور نہ ہی عوام کو زمین پر اپنے ملک میں فساد و پھیلانا چاہیئے۔ اس سے مسلمانوں کو منع کیا ہے۔ قرآن حکیم نے فرمایا۔ اور نہ فساد پھیلاؤ زمین میں اس کی اصلاح کے بعد اور دعا مانگو اس سے ڈرتے ہوئے اور امید کرتے ہوئے بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت قریب ہے نیکوں کاروں سے (۱۵) ہر قسم کی فساد انگیزی سے منع فرمایا جارہا ہے چشموں کو بند کرنا، نہروں کو توڑنا، باغات کو اکھاڑنا، کھیتوں کو اُجاڑنا، کارخانوں کو برباد کرنا، تجارت و صنعت میں دھوکہ بازی کرنا، حکومت وقت کے خلاف بلاوجہ سازش کرنا، بلکہ ہر قسم کی تخریبی کارروائی جس سے ملک کی معاشی و اقتصادی خوشحالی متاثر ہو یا اس کے سیاسی استحکام کو نقصان پہنچے۔(۱۶)

انسان سے کسی وقت کم فہمی یا جذبات میں یا رعمل کے طور پر غلط قدم اٹھے تو سیرت طیبہ کے حوالے سے دیکھا جائے تو آپ ﷺ گناہ کو ختم کرنے کیلئے توبہ کرنے کی تلقین فرماتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہو جاتا ہے۔ گویا اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔(۱۷)

لیکن اگر کوئی شخص پھر بھی غنڈہ گردی میں مشتر ہو اس کو پکڑ کر قید کرلیا جائے گا، اس وقت تک نہیں چھوڑا جائے گا، جب تک کہ وہ توبہ نہ کرلے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو تہمت کی بناء پر قید کردیا تھا(۱۸)

اسمبلیوں کے ذریعہ موجودہ دور میں حکمراں کا انتخاب وجود میں آتا ہے۔ یہ بھی ایک طرح کی بیعت ہے جو عوام اور حکمراں کے درمیان واقع ہوتی ہے۔ اس موقع کیلئے آپ ﷺ نے

فرمایا۔ جس شخص نے کسی حکمران (امام) سے بیعت کی اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا اور دل سے اس کے ساتھ ہوا، وہ بقدر استطاعت اس کی اطاعت کرے،(۱۹)

دور رسالت میں آپ ﷺ نے قدیم ترین غیر ملکی مقبوضات میں جہاں حقیقی بادشاہتیں ہنوز باقی تھیں۔ ہم فیڈریشن یا کنفیڈریشن کا نام دیتے ہیں۔(۲۰)

آپ ﷺ کی حکمت عملی کے ذریعہ پاکستان بھی اپنی سرحدوں کو محفوظ بنائے، آپ ﷺ نے فرمایا۔ جب قبیلہ کا سردار (حکمراں) فاسق ہو قوم کا امیر کنجوس ہو، اور شریف آدمی جو متقی ہو شر پھیلائے تو عذاب کے جلد آنے کے منتظر رہو۔(۲۱)

آپ ﷺ نے فرمایا۔ چار چیزیں کمر توڑنے والی ہیں۔ ان میں ایک وہ حکمران (امام) جس کی اطاعت کرے وہ تجھے گمراہ کرے (۲۲)

آپ ﷺ نے فرمایا۔ بھائی کی مدد کرو۔ وہ ظالم ہو یا مظلوم صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ جب وہ ظالم ہو تو اس کی کس طرح مدد کریں۔ فرمایا اس کو ظلم کرنے سے روکو۔(۲۳)

موجودہ دور میں تمام حالات کو درست کرنے کی طرف توجہ کی ضرورت ہے۔ زیاد بن کسیب عدوی کی روایت ہے۔ میں ابو بکر کے ساتھ تھا کہ ممبر پر خطبہ ابن عامر نے پڑھا۔ اس میں اس کے نیچے تھا، اس کے بدن پر ایک کپڑا تھا، تو کہا ابو بلال نے کہا کہ چپ رہ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ ﷺ فرماتے تھے جو شخص اہانت کرے اللہ کے بنائے ہوئے حکمراں (بادشاہ) کی۔ اللہ تعالیٰ زمین میں اس کو ذلیل کرے گا،(۲۴)

یعنی کبھی بھی حکمراں کی اہانت نہیں کرنا چاہئے۔ ابوالحسن الماوری مشہور دانشوار کہتے ہیں کہ امت پر یہ واجب ہے کہ جب تک (خلیفہ) یعنی حکمراں کی حالت میں تغیر نہ ہو اس کی اطاعت و نصرت کرے۔(۲۵)

وہ مزید تحریر کرتے ہے کہ حکمراں (خلیفہ) اگر ممنوعات شرعیہ کا ارتکاب کرے یا جسمانی حالت درست نہ رہے۔وہ حکمرانی سے یعنی امامت سے خارج ہو جائے گا اور چاہے کہ وہ پھر اپنے اخلاق درست کرکے عادل بن جائے۔مگر تاوقتیکہ اس کیلئے تجدید (اسمبلی ووٹ) بیعت نہ کی جائے۔وہ حکمران (امام) نہیں ہو سکتا۔(۲۶)

موجودہ دور میں ان سباب کو بھی مد نظر رکھنا ہو گا۔

بہر صورت انتشار سے بچنے کیلئے اور پر امن معاشرے کیلئے عوام اور حکمران دونوں کو اسلامی اصولوں اور ضوابط کے مطابق اپنے معاملات طے کرنے چاہئیں، بری صورت حال سے گریز کیلئے اطاعتِ حکمران کی جائے،رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کسی نے میری فرمانبرداری کی اس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی۔جس نے میری نافرمانی کی تو اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور جس نے میرے حاکم کی فرمانبرداری کی۔اس نے میری فرمانبرداری کی۔اور جس نے میرے مقرہ کردہ حاکم کی نافرمانی کی تو اس نے میری نافرمانی کی، اور آپ ﷺ نے مزید فرمایا۔ اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی اور اولوالامر (یعنی حاکم) کی (۲۷)

کاروبارِ مملکت کو رواں رکھنے کیلئے اور سرحدوں کی حفاظت کیلئے اور امن عامہ وخوشحالی کیلئے سیرت طیبہ کو ہی پیش نظر رکھنا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے (آمین)

حواشی وحوالہ جات

ا۔ سورۃ نساء۔ آیت 59۔

۲۔ صحیح بخاری شریف اردو عربی۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری۔ مترجم۔ اختر شاہجہاں پوری، کتاب الجہاد والسیر حامد اینڈ کمپنی۔ مدینہ منزل ۳۸۔ اردو بازار لاہور اشاعت ۱۹۸۲ء، صفحہ ۱۱۱۔

۳۔ جامع ترمذی جلد اول۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی۔ مترجم مولانا بدیع الزمان، ناشر "اسلامی کتب خانہ، فضل الہیٰ چوک اُردو بازار لاہور۔ سن اشاعت ندارد صفحہ 609۔

۴۔ جامع ترمذی۔ صفحہ 609۔

۵۔ جامع ترمذی صفحہ 479۔

۶۔ موطا امام مالک۔ حضرت امام مالک بن انس، مترجم علامہ وحید الزماں۔ ناشر، عثمان رشید حذیفہ اکیڈمی کمرہ نمبر 7 الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور۔ سن اشاعت ندارد و صفحہ 485۔

۷۔ تفسیر مظہری جلد سوم، حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ مجددی پانی پتی۔ مترجم۔ مولانا سید عبد الدائم الجلالی ناشر۔ دارالاشاعت اردو بازار کراچی۔ طبع اول 1411ء صفحہ 148۔

۸ تفسیر مظہری جلد سوم صفحہ 148۔

۹۔ سن نسائی جلد اول۔ امام ابو عبد الرحمٰن احمد نسائی۔ مترجم مولانا خورشید حسن قاسمی۔ مکتبہ العلم 28۔ بازار لاہور۔ سن ندارد۔ صفحہ 43۔

۱۰۔ تفسیر مظہری جلد سوم صفحہ 148۔

۱۱۔ مئو طا امام محمد۔ امام محمد بن حسن شیبانی۔ مترجم۔ الحاج حافظ نذر احمد۔ ناشر اسلامی اکیڈمی۔ الفضل مارکیٹ 17۔ اردو بازار لاہور۔ اشاعت ثالث 1990ء، صفحہ 535۔

۱۲۔ سنن ابن ماجہ شریف جلد دوم۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ۔ مترجم۔ عبد الحکیم اختر شاہ جہانپوری۔ ناشر فرید بک سٹال 38۔ اُردو بازار لاہور۔ اشاعت اول 1983ء صفحہ 471۔

۱۳۔ سنن ابن ماجہ جلد دوم صفحہ 562۔

۱۴۔ سنن ابن ماجہ صفحہ 562۔

۱۵۔ سورۃ الاعراف آیت 56۔

۱۶۔ تفسیر ضیاء القران۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری۔ جلد دوم ناشر۔ ضیاء القران پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور۔ طباعت 1398ء صفحہ 39۔

۱۷۔ اشعۃ اللمعات۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔ جلد سوم(باب توبہ واستغفار) مترجم:مولانا محمد سعید احمد نقشبندی۔ فرید بک اسٹال40اردوبازار لاہور اشاعت1986ء، صفحہ 540۔

۱۸۔ شرح صحیح مسلم۔ کتاب الحد ود جلد چہارم۔علامہ غلام رسول سعیدی۔ناشر۔فریف بک سٹال 38۔اردو بازار لاہور طبع دوم1992ء صفحہ 869۔

۱۹۔ شرح صحیح مسلم۔ علامہ غلام رسول سعیدی، جلد چہار،۔ صفحہ 868۔

۲۰۔ پیغمبر اسلام ﷺ۔ڈاکٹر محمد حمید اللہ۔مترجم پروفیسر خالد پرویز بیکن بکس قذافی مارکیٹ اروو بازار لاہور۔اشاعت 2005ء صفحہ 671۔

۲۱۔ تاریخ یعقوبی، علامہ احمد بن یعقوب، مترجم پروفیسر ڈاکٹر سید ضیاء الدین ناشر۔ہیلتھ و ایجوکشن ٹرسٹ مکان C...251 گلی نمبر 31۔ منظور کالونی کراچی اشاعت، اول2008ء صفحہ 183۔

۲۲۔ تاریخ یعقوبی۔ صفحہ 203۔

۲۳۔ تاریخ یعقوبی صفحہ 205۔

۲۴۔ جامع ترمذی۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی۔ جلد اول مترجم مولانابدیع الزمان، ناشر۔اسلامی کتب خانہ فضل الٰہی چوک اردوبازار لاہور سن اشاعت ندارد۔ صفحہ 805۔

۲۵۔ احکام سلطانیہ۔ علامہ ابوالحسن الماوردی۔ مترجم۔ مفتی انتظام اللہ شہابی۔ناشران محمد سعید اینڈ سنز تاجران کتب قرآن محل مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی، سن نہیں، صفحہ 74۔

۲۶۔ احکام السطانیہ۔ علامہ ابوالحسن الماوردی۔ صفحہ 75۔

۲۷، سنن نسائی شریف جلد سوم۔ ابو عبدالرحمٰن نسائی۔ مترجم مولاناخورشید حسن قاسمی مکتبۃ العلم 28اردوبازار لاہور، سن اشاعت ندارد، صفحہ 199۔

سرکاری مناصب اور ذرائع کا ذمہ دارانہ استعمال
تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

ڈاکٹر محمد نعیم انور
لیکچرار، شعبہ عربی وعلوم اسلامیہ، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور

Abstract:

History of designation and authority goes back to the start of this universe the best example is the faculty of Prophets(ﷺ) The prophets are unparallel, not only in their personality, rather they have been made beacon house for guidance Muhammad(ﷺ) has been declared as the best example for all corners of life including the administrative authorities of a country. Such persons have been ordained to comply with the men of authority among the believers (اولی الامر) who give value to the commandments of Allah and his apostle while performing their duties. In this article, it has been highlighted what authority is, what are its responsibilities and what are Islamic injunctions pertaining to the people provided with authority to rule over the masses.

Key word: Authority, Commandments, Personality, Responsibilities

باری تعالیٰ نے انسان کو جس بھی نعمت اور عظمت سے نوازا ہے، وہ فطری طور پر انسان کے ضمیر کی آواز بن کر اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اس نعمت کا استعمال اور اس منصب کا تصرف اس طرح ہو کہ ایک طرف جہاں وہ مشیتِ ایزدی کا آئینہ دار ہو اور وہاں وہ سراسر انسانی منفعت پر منحصر ہو، حتیٰ کہ وہ منصب دوسروں کے لیے ایک رہنمائی اور تقلید کا باعث ہو، انسانیت اس منصب کے حامل شخص کو اپنے لیے ایک نجات دہندہ محسوس کرے اور اپنا سب سے بڑا خیر خواہ تصور کرے، حتیٰ کہ اس کا وجود مایوسی کے اندھیروں میں ان کے لیے ایک چراغ کی حیثیت رکھتا

ہو، اور اس کا وجود اس منصب کے حوالے سے عظمتِ رفتہ کی ایک نشانی ہو، ترقی کی علامت ہو اور دوسروں کے لیے وہ ایک عمدہ تقلید و پیروی کا نمونہ ہو۔

یقیناً اس طرح کا صاحبِ منصب ہمیں تبھی میسر آسکتا ہے جب وہ ان اوصاف کا حامل ہو جو تاریخ انسانی کے ہر دَور میں قابلِ تقلید مناصب کے حامل افراد میں بکثرت پائے گئے ہیں، حتیٰ کہ ان کی تائید ہمیں علم بائیولوجی سے بھی میسر ہو اور علم بالکسب سے بھی اور علم بالتجربہ والمشاہدہ سے بھی، اور یوں جب صاحبِ منصب اعلیٰ صفات کا مالک ہو گا، تو اس کے وجود سے صادر ہونے والے افعال بھی اس کے عمدہ افکار کا ایک ثمر واقع ہوں گے، یوں ہم اپنے مقصود و مطلوب، صاحبِ منصب کو نہ صرف پالیں گے بلکہ اس کے ذریعے وسائل اور ذرائع کے ذمہ دارانہ اور عادلانہ استعمال کو بھی حاصل کرلیں گے۔ اس حوالے سے صاحبِ منصب کے وجود میں درجہ ذیل صفات کا پایا جانا ضروری ہے:

ایمان و کردار:

کسی بھی منصب پر فائز شخص کے لیے سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ وہ خود کو کردار کی دنیا میں مضبوط و مستحکم بنائے بلکہ خود کو اس حوالے سے بے مثال بنائے، اس لیے مناصب اور عہدوں کی وہ حکمرانی آج تک مسلّم رہی ہے جو دلوں میں فروغ پذیر ہوئی ہے، نہ کہ وہ جو جبر واکراہ کے ذریعے گردنوں پر قائم کی گئی ہے، جوں ہی جبر واکراہ کے سائے دور ہوئے، لوگوں نے ایسے حامل مناصب کو نہ صرف قابلِ نفرت جانا بلکہ قابل تحقیر و تضحیک بھی سمجھا۔

اس لیے باری تعالیٰ نے مناصب کی عزت و تکریم کو دلوں میں قائم کرنے کے لیے "ایک معیار قرار" دیا جس کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے "تقویٰ" کا نام دیا ہے، گویا قرآنی اور نبوی ﷺ اصطلاح میں اس کے کردار کا نام "صالحیت و پرہیزگاری" ہے، وہ کردار جو ہر طرح کی دنیوی طمع سے پاک ہوتا ہے اور اس کے اندر اگر کوئی طمع ہوتی ہے تو وہ صرف اور صرف اپنے مولا کی رضا و خوشنودی کو پانے کی ہوتی ہے۔

اس لیے قرآن مجید دونوں انداز میں واضح کرتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ ۔(۱)

" اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تم کو کنبوں اور قبیلوں میں تقسیم کیا ہے تا کہ ایک دوسرے کو پہچان سکو، بلاشبہ تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے زیادہ تقوٰی والا ہے۔"

قرآن ہر منصب کے لیے ایک معیار مقرر کرتا ہے اور ہر منصب کے لیے ایک کردار کا تعین کرتا ہے اس معیار اور عملی کردار کا نام قرآن کی زبان "تقوٰی" ہے، گویا کسی بھی منصب کو اس کے تمام تر حقوق و فرائض کے تناظر میں ادا کرنے کے لیے ایک واضح اہلیت کا معیار ہے۔ جب اس منصب اور اہلیت کی موافقت اور مطابقت کا لحاظ کرتے ہوئے کوئی ذمہ داری تفویض کی جائے گی، تو یقیناً ایسا صاحبِ منصب اپنی اہلیت کے بنا پر اور خداداد صلاحیت کی وجہ سے اس منصب کی تمام ذمہ داریوں کو اس طرح ادا کرے گا جو اس منصب کے واضح تقاضے ہیں۔ اس لیے کہ کوئی منصب اسی وقت منصب بنتا ہے، جب اس کی جملہ ذمہ داریوں کو کماحقہ ادا کر دیا جائے۔ بصورتِ دیگر اس منصب کی دنیوی منفعت سے مستفید ہونا ہی باقی رہ جائے گا اور منصب محض ایک علامت ہو گی، مگر وہ بنیادی صلاحیت سے محروم ہو گا، اس منصب کی ہر صورت دکھائی دے گی۔

ایسی منصب داری کو اسلام نے نااہلیت اور عدم امانت سے تعبیر کیا ہے۔ ایسے منصب دار سے قوم کی اجتماعی وحدت اور اجتماعی مفادات کو نقصان پہنچتا ہے۔

علمی ثقاہت اور شخصی وجاہت:

اسلام کسی بھی منصب کے ذمہ داران کے تعین کے لیے انتخاب کا ایک نظام عطا کرتا ہے۔ کسی بھی منصب کے انتخاب کو سب سے پہلے عادلانہ اور منصفانہ بنانا ضروری ہے، کسی بھی منصب

کی ذمہ داریوں کی حسن ادائیگی کے لیے یہ ایک پہلی شرط ہے۔ جب اس شرط کو تمام تر تقاضوں کے ساتھ ادا کیا جائے، صاحب اہلیت کو تلاش بسیار کے بعد صاحبِ منصب کیا جائے، تو نتائج و ثمرات کا ظہور یقینی ہو جاتا ہے۔

اگر انتخاب کی بنیاد ہی نااہلیت اور سفارش ہے، قرابتداری ہے، دوستی و تعلق داری ہے، دنیوی حرص و طمع ہے، ذاتی مفاد ہے۔ تصورِ انتخاب، تعصب و عصبیت پر مبنی ہے، ذاتی پسند پر استوار ہے، علاوہ ازیں تصور انتخاب قومی مفادات کی بجائے ذاتی مفادات کے گرد گھومتا ہے، تو اس کا نتیجہ بڑا ہی واضح ہے، پہلی اینٹ ہی عمارت کی کمزوری کی وجہ بن جائے گی۔

قرآن مجید نے تصورِ انتخاب کو سراسر اہلیت وصلاحیت اور قابلیت کے مطابق بنانے کے لیے تصور اس آیت کریمہ کے ذریعہ دیا ہے: ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ۔(۲)

" اللہ تعالیٰ نے اسے تم پر منتخب کر لیا ہے۔"

اس آیت کریمہ میں "اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ" کے الفاظ اس جانب متوجہ کر رہے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے اسے تم پر منتخب کر لیا ہے۔۔۔" یقیناً اللہ کا انتخاب اس کی مشیت پر منحصر ہے اور اس انتخاب کا سیدھا سا مفہوم تو یہی ہے، اور ہم اپنے ربّ کے بارے میں یہی جانتے ہیں، وہ علم بذات الصدور کا مالک ہے اور اس کی شان علیم خبیر کی بھی ہے اور وہ اپنے بندوں کو یہ بھی فرماتا ہے: "انی اعلم مالا تعلمون" (میں وہ کچھ جانتا ہوں جس کے بارے میں تم کو کچھ بھی معلوم نہیں) یقیناً اس علیم و خبیر ربّ کا انتخاب سراسر ایک "بے مثال معیار" ہے۔ جس کے عملی شواہد ہر دَور میں ایک حقیقتِ مسلّمہ کے طور پر خود کو منوا چکے ہیں۔

اندریں حالات میں پھر بھی انسانی ذہن کیوں؟ اور کس بنا پر؟ کو تلاش میں اپنی علمی تسکین ضرور چاہتا ہے۔ باری تعالیٰ نے انسانی ذہن میں اُٹھنے والے اس سوال کو بھی اُدھورا نہیں چھوڑا اور اس کا جواب آیتِ کریمہ کے ان الفاظ کے ذریعے سے دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ؕ ۔(۳)

" اسے علم اور جسم میں زیادہ کشادگی عطا کی ہے"

وَاللّٰهُ يُؤْتِیْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔(۴)

"اللہ اپنی سلطنت کی امانت جسے چاہتا ہے عطا فرما دیتا ہے اور اللہ بڑی وسعت والا اور خوب جاننے والا ہے۔"

اب آیتِ کریمہ کے ان کلمات کے ذریعے باری تعالیٰ نے اپنے معیارِ انتخاب کو بھی واضح کر دیا ہے، کہ اس کے ہاں کسی بھی عہدے کے لیے انتخاب کی بنیاد علمی پختگی اور جسمانی مضبوطی ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ اور بھی صفات ہیں جن کی بنا پر کسی کو اس عہدے کے لیے منتخب کیا جاتا ہے۔ اس ضابطے کو اس آیتِ کریمہ کے ان الفاظ کے ذریعے واضح کیا ہے:

وَاللّٰهُ يُؤْتِیْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔(۵)

"اور اللہ اپنی سلطنت امانت جسے چاہتا ہے عطا فرما دیتا ہے اور اللہ بڑی وسعت والا اور خوب جاننے والا ہے"

وہ اپنی سلطنتِ امانت کی نعمت ایسے پیکرِ صفات کو منتقل کرتا ہے جو ان دو لازمی خوبیوں کے ساتھ ساتھ دیگر خوبیوں سے بھی آراستہ ہوتے ہیں۔ وہ دیگر خوبیاں کیا ہیں، جو معیارِ اہلیت، جو انتخابِ عہدہ اور جو قابلیتِ منصب، کی بنیاد بنتی ہیں، ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان الفاظ میں بیان کیا: "واللہ واسع علیم"۔ وہ ان خوبیوں کو اپنے علم کی کثرت و فراوانی کی بنا پر خوب جانتا ہے۔

آیت کریمہ کے ان الفاظ سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ کسی عہدے کے انتخاب کے لیے اس علم کے ماہرین کی آراء کو بھی مدنظر رکھا جائے، کچھ چیزوں کا ذکر ایک عمومی معیار کی حد تک لازمی ہو، اس کے علاوہ بہت سی چیزوں کو اس شعبے کے ماہرین اپنی علمی وسعت اور تجربے کی کثرت کی بنا پر از خود جوہرِ قابل کا انتخاب کر لیں گے۔

گویا قرآنی اور نبوی ﷺ معیار کے مطابق کسی بھی عہدے کے انتخاب کے لیے لازمی شرائط کسی بھی شخص کا "زادہ بسطة فی العلم والجسم"۔ہونا ضروری ہے۔باری تعالیٰ نے یہ معیارِ انتخاب اس عمومی معیار کے انتخاب کے مقابلے کے طور پر دیا ہے۔جب بنی اسرائیل پر حضرت طالوت علیہ السلام کو بادشاہ مقرر کیا گیا،تو انہوں نے ان کے معیارِ انتخاب پر اعتراض کیا۔اپنے اعتراض کے حوالے سے یوں گویا ہوئے:

قَالُوْٓا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ؕ ۔(٦)

"کہنے لگے،اسے ہم پر حکمرانی کیسے مل گئی، حالانکہ ہم اس سے حکومت کرنے کے زیادہ حقدار ہیں،اسے تو دولت کی فراوانی بھی نہیں دی گئی۔"

اس آیت کریمہ میں بنی اسرائیل کا حضرت طالوت کے انتخاب میں بنیادی اعتراض یہ تھا، کہ یہ ہم پر حکمرانی کا حق نہیں رکھتا،اور اس لیے کہ یہ حکمرانی کے معیارِانتخاب پر پورا نہیں اترتا،ہم جب خود کو اور اسے باہم موازنہ کرتے ہیں،اور ہم ایک دوسرے کا تقابل کرتے ہیں تو ہمیں یوں محسوس ہوتا ہے کہ حق حکمرانی کے لیے ہم اس سے زیادہ قابل اور اہل ہیں جبکہ یہ اس معیار قابلت سے ہی محروم ہے اور اس بنا پر منصب پر فائز کیے جانے کا حقدار نہیں ہے۔ان کے نزدیک معیار انتخاب کیا ہے،اسے بھی باری تعالیٰ نے بیان کر دیا ہے،وہ کہتے ہیں:

وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ۔(٧)

"وہ مال و دولت کی کثرت اور فراوانی سے محروم ہے۔"

اور مفلوک المال ہے۔جبکہ ہم اس سے زیادہ مال و دولت رکھنے والے ہیں،تو گویا ان کے نزدیک منصب بادشاہت پر فائز ہونے کے لیے معیارِ انتخاب "مال و دولت کی کثرت" ہے،اور حضرت طالوت علیہ السلام ان کے معیار پر پورا نہ اترتے تھے،اس بنا پر انہوں نے خود کو ان کی نسبت زیادہ اہل اور قابل سمجھا۔

باری تعالیٰ نے ان پر واضح کر دیا کہ کسی بھی عہدے اور بالخصوص منصبِ باشاہت پر انتخاب کے لیے یہ تمہارا وضع کردہ معیارِ انتخاب ہے، جبکہ میرا معیار انتخاب مال ودولت کی کثرت نہیں بلکہ علم کی ثقاہت اور کثرت ہے اور جسمانی وجاہت ہے، اور انتخاب کے معیارِ الوہیت پر تم میں سے صرف اور صرف حضرت طالوت علیہ اسلام ہی پورا اترتے ہیں۔

اس آیہ کریمہ نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نظر میں کسی بھی منصب کے انتخاب کے لیے بنیادی اہلیت و قابلیت علم کی پختگی اور جسمانی مضبوطی ہے، اللہ کے نزدیک دولت کی کثرت معیار انتخاب نہیں ہے۔

اس قرآنی تصور سے یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ جب دولت معیارِ انتخاب نہیں اس کی حرص اور چاہت انسان کی اہلیت کو نااہلیت میں بدل دیتی ہے اور انسانی قابلیت کو داغدار کر دیتی ہے، اور فقط اسی کا حصول ہی انسان کو عہدے اور منصب سے بھی محروم کر دیتا ہے۔

کسی بھی منصب کے لیے دو چیزوں کی اہمیت:

کسی بھی منصب کا ذمہ دارانہ استعمال ہو یا اس منصب کی وجہ سے حاصل ہونے والے اختیارات اور ذرائع کا استعمال ہی کیوں نہ ہو، یہ ذمہ داری اپنی مثالی صورت میں اس وقت ڈھلتی ہے جب انسان اپنے وجود کو دو خوبیوں سے آراستہ کرلیتا ہے، جسے باری تعالیٰ نے قرآن حکیم میں یوں بیان کیا ہے:

وَ شَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَ اٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَ فَصْلَ الْخِطَابِ۔(۸)

"اور ہم نے ان کے ملک و سلطنت کو مضبوط کر دیا تھا اور ہم نے انہیں حکمت و دانائی اور فیصلہ کن انداز خطاب عطا کیا تھا۔"

اس آیۃ کریمہ میں باری تعالیٰ استعارۃً "ملک" کو مضبوط کرنے کا ارشاد فرمارہا ہے جسے امر واقع میں وہ منصب مراد ہے جس پر فائز شخص کو باری تعالیٰ نے حکمت و دانائی سے نوازا ہے اور محکم قوتِ فیصلہ سے سرفراز کیا ہے، جس کی بنیادی ایک وجہ یہ ہے: "وَ اٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ" حکمت

و دانائی ہے اور دوسری وجہ "وَفَصْلَ الْخِطَابِ" ہے۔ اس منصب پر فائز شخص کو باری تعالیٰ نے ان بنیادی صلاحیتوں کی وجہ سے استحکام منصب کی نعمت سے نوازا ہے۔ "وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ" کی بنیاد ان صلاحیتوں کو قرار دیا ہے جو اس میں بدرجہ اُتم موجود ہیں۔

بلاشبہ حکمت و دانائی ہی کسی صاحبِ منصب کو دوسروں سے ممتاز منفرد کرتی ہے۔ حکمت سے مراد دانائی ہے یعنی ہم نے ان کو عقل و فہم کی دولت بخشی تھی(۹) اور یہی وہ دولت ہے جس کی بنا پر انسان اشیاء کی حقیقتوں سے آگاہ ہوتا ہے اور معارف و حقائق کا ادراک کرتا ہے، وہ بصارت سے بصیرت کا سفر طے کرتا ہے، اور بصیرت سے فراست تک پہنچتا ہے، جس کے لیے رسول اللہ ﷺ نے حدیث مبارکہ میں ارشاد فرمایا:

اتقوا فراسة المؤمن فإنه ینظر بنور اللّٰہ۔(۱۰)

"مؤمن کی فراست سے ڈرو، اس لیے وہ اللہ کے نُور سے اشیاء کا ادراک کرتا ہے۔"

"و فصل الخطاب" آیت کے ان الفاظ کی تشریح کرتے ہوئے مفتی محمد شفیع بیان کرتے ہیں کہ "فصل والخطاب" کی مختلف تفسیریں بیان کی گئیں اس سے مراد زورِبیان اور قوت خطابت ہے، جیسا کہ باری تعالیٰ نے حضرت داؤعلیہ السلام کو اعلیٰ درجہ کا خطیب بنایا تھا اور خطبوں میں حمد و صلوٰۃ کے بعد سب سے پہلے "اما بعد" کے الفاظ انہوں نے ہی استعمال کیے تھے اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ فصل الخطاب سے مراد بہترین قوت فیصلہ ہے۔ یعنی باری تعالیٰ نے آپ کو جھگڑے چکانے اور تنازعات کا فیصلہ کرنے کی قوت عطا فرمائی تھی۔ درحقیقت ان الفاظ میں بیک وقت دونوں معنی کی پوری گنجائش ہے اور یہ دونوں باتیں ہی مراد ہیں اور یہ دونوں معنی ہی اس میں سما سکتے ہیں۔(۱۱)

غرضیکہ کسی بھی منصب کی کامیابی کے لیے دو چیزیں بڑا اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ ایک منصب کے حوالے سے علم و حکمت اور دانائی ہے اور دوسری اس منصب کے حوالے سے قوت فیصلہ اور قوت قضا ہے، اس کا لازمی نتیجہ "وشددنا ملکہ" کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، ہمیں منصب اور

اس کے اختیارات کے ذمہ دارانہ استعمال سے پہلے اس منصب کے معیار انتخاب میں اہلیت وامانت کو تلاش کرنا ہے۔ جس کا باری تعالیٰ نے ہمیں قرآن میں حکم دیا ہے۔

منصب ایک اُلوہی امانت ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا ۔(۱۲)

''بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل کو لوٹاؤ۔''

اس آیت کریمہ میں باری تعالیٰ نے لفظ ''الامٰنٰت'' استعمال کیا ہے، یہ لفظ اپنے معنوی اطلاق کے حوالے سے اپنے اندر بڑی وسعت اور جامعیت رکھتا ہے۔ علمائے تفسیر نے اس لفظ کی مراد میں تمام مناصب کو بطور خاص لیا ہے، حتیٰ کہ سب سے بڑے حکومتی منصب پر فائز کرنے کے لیے ''ووٹ'' کو بھی اس سے مراد لیا ہے۔

مفتی شفیع رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ اس آیت کے مخاطب عام مسلمان بھی ہیں اور خاص امراء اور حکام بھی، بلکہ زیادہ واضح بات یہ ہے ہر وہ شخص اس آیت کریمہ کا مخاطب ہے جو کسی بھی امانت کا امین ہے، خواہ اس کا تعلق عوام سے ہو یا خواص حکام سے۔(۱۳)

مزید برآں بیان کرتے ہیں کہ امانت کے تحت حکومت کے تمام عہدے اور مناصب بھی آتے ہیں، بلاشبہ یہ سب اللہ کی امانتیں ہیں اور جن کے امین وہ حکام اور افسر ہیں جن کے ہاتھ میں عدل و نصب کے اختیارات ہیں اور ان کے لیے جائز نہیں کہ کوئی عہدہ کسی ایسے شخص کے سپرد کریں جو کسی بھی منصب کے لیے علمی اور عملی صلاحیت و قابلیت کا اہل ہی نہیں۔ بلکہ ان پر لازم ہے کہ ہر کام اور ہر عہدہ کے لیے اپنے دائرہ اختیار میں اس منصب کے مستحق کو تلاش کریں اور اگر کسی منصب کے لیے سب شرائط کو پورا کرنے والا کوئی نہ ملے تو موجود لوگوں میں سے قابلیت کا اہل ہی نہیں ہے۔ بلکہ ان پر لازم ہے کہ ہر کام اور ہر عہدہ کے لیے اپنے دائرہ اختیار میں اس منصب کے مستحق کو تلاش کریں اور اگر کسی منصب کے لیے سب شرائط کو پورا کرنے والا کوئی نہ ملے تو موجود لوگوں میں سے قابلیت اور امانت داری میں فائق شخص کو ترجیح دی جائے۔(۱۴)

رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث مبارکہ میں فرمایا:

”جس شخص کو مسلمانوں کی کوئی ذمہ داری سپرد کی گئی پھر اس نے کوئی عہدہ کسی شخص کو محض دوستی کے تعلق میں بغیر کسی اہلیت کے دے دیا، تو اس پر اللہ کی لعنت ہے، اس کا نہ فرض قبول ہوا نہ ہی نفل، یہاں تک کہ وہ دوزخ میں داخل ہو جائے۔“(۱۵)

اسی طرح صحیح بخاری کتاب العلم میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اذا وصل الامرالی غیراھلہ فانتظر الساعۃ۔(۱۶)

”جب یہ دیکھو کہ مسلمانوں کی ذمہ داری ایسے لوگوں کے سپرد کی گئی ہے جو اس کام کے اہل و قابل نہیں ہیں، تو پھر آپ قیامت کا انتظار کرو۔“

امام قرطبی اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ھذہ الایۃ من امھات الاحکام تضمنت جمیع الدین والشرع والا ظھرفی الآیۃ، امھا عامۃ فی جمیع الناس فھی تتناول الولا ۃ فیما الیھم من الامانات فی قسمۃ الاموال ورد الظلامات والعدل فی الحکومات۔(۱۷)

”یہ آیت کریمہ قرآن حکیم کے اہم ترین احکام میں سے ہے، اس کے ضمن میں دین و شریعت کی تمام تر تفصیلات کو بیان کر دیا گیا ہے۔۔۔ مزید بر آں کہتے ہیں اس آیت کا اطلاق عام لوگوں کے حق میں بھی ہے اور بطور خاص صاحبِ مناصب لوگوں کے حق میں بھی ہے کہ وہ ذرائع واموال کے تقسیم واستعمال میں، ظلم و ناانصافی کو ختم کرنے میں، اور عدل و انصاف کو قائم کرنے میں اپنی ذمہ داریوں کو ادا کریں۔“

پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کی تفسیر کے باب میں بیان کرتے ہیں:

”ادائے امانت سے مراد یہاں صرف یہی نہیں ہے کہ آپ کسی شخص کے پاس کوئی چیز رکھیں اور وہ آپ کو جوں کی توں واپس کر دے بلکہ اس کا مفہوم وسیع تر ہے۔ عبادات بھی امانت

ہیں ان کو صحیح وقت پر اخلاصِ نیت سے شرائط و قیود کی پابندی کے ساتھ ادا کیا جائے اور اگر آپ کو اقتدار حکومت حاصل ہے تو غریب وامیر، قوی وضعیف میں مساوات قائم کریں، عدل کے ترازو کو تمام مخالف رجحانات کے باوجود قائم رکھیں اور حکومت کے عہدوں پر تقرر کے لیے کنبہ پروری اور دوست نوازی کی بجائے صرف اہلیت و قابلیت کو ہی معیار قرار دیں۔ یہ سب معانی اس آیت کریمہ میں داخل ہے۔"(۱۸)

منصب کا صحیح استعمال ایک امانت ہے:

منصب ہو یا اس کی وجہ سے ملنے والے اختیارات ہوں، یا اس منصب کی بنا پر ملنے والے وہ تمام ذرائع ہی کیوں نہ ہوں، یہ سب ایک امانت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ امانت اسی وقت تک امانت رہتی ہے جب وہ اپنے استعمال و تصرف میں خیانت سے محفوظ رہے، خیانت در حقیقت منصب اور اس کی وجہ سے ملنے والے ذرائع کے ناجائز استعمال سے ہی متحقق ہوتی ہے۔ اس لیے باری تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ادائیگی امانت کا حکم دیا ہے اور خیانت سے بچنے کی تاکید کی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِی اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ؕ ۔(۱۹)

"اور پھر اگر تم میں سے ایک کو دوسرے پر اعتماد ہو، تو جس کی دیانت پر اعتماد کیا گیا ہے اسے چاہیے کہ اپنی امانت ادا کردے اور وہ اللہ سے ڈرتا رہے جو اس کا پالنے والا ہے۔"

امانت ہمیشہ ادائیگی کا تقاضا کرتی ہے۔ اس ادائیگی کی روح اور اس امانت کی ادائیگی کا، جذبہ اللہ کی رضاوخوشنودی ہے۔ یہ احساس جب انسانی ذہن و قلب میں پیدا ہو جاتا ہے تو اس کے نتیجے میں ایک زندہ کردار ظاہر ہوتا ہے جو اپنے باطنی حسن کی وجہ سے ہر کسی کو دلکش لگتا ہے۔

امانت کے احساس کے مرنے سے خیانت کا احساس پیدا ہوتا ہے، جو اس ارفع کردار کو داغدار کر دیتا ہے، اور اسے اعلیٰ اور بلند مرتبے سے گرادیتا ہے۔ اس لیے اہل ایمان کو متوجہ کرتے ہوئے خیانت سے منع کر دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰہَ وَ الرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِکُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔(۲۰)

"اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول ﷺ سے ان کے حقوق کی ادائیگی میں خیانت نہ کیا کرو اور نہ آپس کی امانتوں میں خیانت کیا کرو، حالانکہ تم (سب یہ حقیقت) جانتے ہو۔"

اس آیت کریمہ میں حقوق اللہ و حقوق الرسول اور حقوق العباد کے تناظر میں جتنی بھی خیانت، امانت کے باب میں ہو سکتی تھی، اس ضمن میں خیانت کی تمام صورتوں سے کلیۃً ممانعت کر دی گئی ہے۔ اس لیے خیانت، امانت کی متضاد ہے اور امانت، خیانت سے جدا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حق اور دین کی ساری تعلیمات کا تقاضا امانت کی کماحقہ ادائیگی کا ہے۔ یقیناً منصب اور اس کے جملہ ذرائع ایک صاحبِ عہدہ شخص کے پاس ایک قومی امانت ہیں اس کا جائز اور درست استعمال ہی ادائیگی امانت ہے اور ان کا ناجائز اور حرام استعمال خیانت کا مرتکب کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کو جھٹلانے کا سبب بنتا ہے۔ اس لیے اس راہ پر چلنے سے ہی منع کر دیا ہے۔ اس لیے خیانت کا ارتکاب نہ شعارِ اسلام ہے اور نہ شعار مسلم ہے، بلکہ اہلِ ایمان کی پہچان ہی یہ ہے کہ وہ وعدوں عہدوں اور امانتوں کی رعایت کرنے والے ہیں اس لیے باری تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا:

وَ الَّذِیْنَ ھُمْ لِاَمٰنٰتِھِمْ وَ عَھْدِھِمْ رٰعُوْنَ۔(۲۱)

"ایمان والوں کی نشانی اور علامت ہی یہی ہے کہ وہ اپنی امانتوں اور عہدوں کی پاسداری کرتے ہیں۔"

امانت در حقیقت وعدے اور عہد کی تکمیل کا نام ہے۔ "راعون" کے الفاظ کے ذریعے امانت اور عہد کی پابندی کے تناظر میں رعایت کا خیال کیا جارہا ہے۔ ہر ایک سلیم الفطرت شخص امانت کو قبول کرتا ہے اور اسی قبولیت سے احساس ذمہ داری کا جذبہ پروان چڑھتا ہے۔

امانت کا یہی تصور جب بڑھتا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے اس بڑھتے ہوئے احساس کو معاشرے کے ہر طبقے پر منطبق کیا ہے۔ اس لیے حدیثِ مبارکہ میں یوں آتا ہے۔ ارشاد رسول

اللہ ﷺ ہے: عن عبداللہ بن عمر ؓ، ان رسول اللہ قال کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ فالا میر الذی علی الناس راع وھو مسئول عنھم والرجل راع علی اھل بیتہ، وھو مسئول عنھم والمرأۃ راعیۃ علی بیت زوجھا وولدہ وھی مسئولۃ عنھم والعبد راعلی مال سیدہ، ھو مسئول عنہ الا فلکلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ۔ (۲۲)

اس حدیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ نے معاشرے کے امیر سے لے کر گھر کے مرد، عورت اور غلام تک سب کو ذمہ دار بنایا ہے، اگر آج ہم میں سے ہر شخص اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرے تو یہ معاشرہ اور یہ ملک وسلطنت اور یہ تمام شعبہ ہائے حیات سنور سکتے ہیں۔

معاشرے میں اعتدال و توازن پیدا ہو سکتا ہے، اور قوم دنیا بھر کی اقوام میں عزت و عظمت، وقار و تمکنت کی منزل کو پا سکتی ہے۔ اس لیے ہم میں سے ہر شخص کو یہ تصور اپنے ذہن میں راسخ کرنا چاہیے کہ

ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

خلاصہ کلام:

اگر ہم دورِ حاضر میں قرآن اور نبوی تعلیمات کو اپنے پیش نظر رکھیں اور اپنے معیار انتخاب کی اصلاح کریں، اور اس معیارِ انتخاب کو ایک حقیقت بنادیں۔۔۔ ایسی حقیقت جس میں صرف اور صرف اہلیت اور قابلیت کی بات ہو، جس میں صلاحیت واستعداد کی تحسین ہو، جس میں جوہر قابل کی تلاش ہو، جس میں ہر طرح کے معاشرتی وسیاسی، خاندانی اور برادری کے اثر ورسوخ نہ ہوں، جس میں کسی بڑے سے بڑے کی سفارش کا عمل دخل نہ ہو، تو یقیناً ایسا معیارِ انتخاب نتائج دیتا ہے اور قوم کی مایوسی کو دُور کرتا ہے اور وہ عہدوں کا استعمال اور ذرائع کا استعمال بطور قومی و دینی امانت کے کرتا ہے اور ایسا معیارِ انتخاب خود کو ہر وقت احتساب کے لیے تیار رکھتا ہے، خواہ وہ احتساب اللہ کے سامنے ہو یا اللہ کی مخلوق کے سامنے اور یہی تصورِ احتساب منصب وعہدہ کے استعمال اوران کے ذرائع کے استعمال میں ایک ذمہ دارانہ تصور پیدا کرتا ہے، جس سے ایک زندہ قابل تقلید کردار کا تصور معاشرے کے سامنے آتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ سورہ الحجرات ۴۹:۱۳۔

۲۔ سورہ البقرہ ۲:۲۴۷۔

۳۔ ایضاً۔

۴۔ ایضاً۔

۵۔ ایضاً۔

۶۔ ایضاً۔

۷۔ ایضاً۔

۸۔ سورہ ص ۳۸:۲۰۔

۹۔ معارف القرآن، ج ۷، ص ۴۹۷۔

۱۰۔ احمد بن حنبل، مسند۔

۱۱۔ معارف القرآن، مفتی محمد شفیع، ادارۃ المعارف، کراچی ۱۹۲۴ء، ج ۷، ص ۴۹۷۔

۱۲۔ سورہ النساء ۴:۵۸۔

۱۳۔ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ادارہ معارف القرآن، کراچی ۱۹۷۶، ج، ۲، ص ۴۴۶۔

۱۴۔ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ج ۲، ص ۴۴۶۔

۱۵۔ جمع الفوائد، ص ۳۲۵۔

۱۶۔ صحیح بخاری، کتاب العلم، راقم الحدیث ۵۹۔

۱۷۔ امام قرطبی، سورہ النساء، فی تفسیر ہذہ الایہ۔

۱۸۔ پیر محمد کرم شاہ لازہری، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ج ۱، ص ۳۵۵۔

۱۹۔ سورہ البقرہ ۲: ۲۸۳۔

۲۰۔ سورہ الانفعال ۸: ۲۷۔

۲۱۔ سورہ المؤمنون، ۸۔

۲۲۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، مکتبۃ الرشد، بیروت، رقم الحدیث: ۵۱۸۸۔

معلم اور متعلم کی ذمہ داریاں نبوی تعلیمات کی روشنی میں

پروفیسر ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری
منہاج القرآن یونیورسٹی، لاہور

ABSTRACT :

Before incoming The Prophet Muhammad (صلی اللہ علیہ وسلم) In Arabian Island, the Arabic troops were in the darkest age. Because they were deprived with the light of knowledge and moral training, even the others like Egyptian, Romans, and Iranians who claimed to be the civilized nation and the king of culture, were also far away from knowledge and wisdom. When the Holly Prophet (صلی اللہ علیہ وسلم) came in to this World then the Light of Knowledge, wisdom and awareness expanded splendidly. The Holly prophet (صلی اللہ علیہ وسلم) said," I have been sent in to the world, as a teacher." Therefore, we see that The Holly prophet (صلی اللہ علیہ وسلم) defined the duties of a teacher. The study of sirah describes the roles of teacher that a teacher should love with his profession and to be very sincere in his teaching activities. A teacher should be the countenance of good moral, and should rectify the students with professional skills and nice expediency specially to be the care full about the mentation of students. As same, sirah tells about the students, that students should be sincere in the quest of knowledge. The student should purify the soul, to acquire the useful education, to get education continuously and he ought to join the company of knowledge full people. We can get the best result of education by adorning the educational system and training system in light of sirah.

Keywords: Troops, Deprive, Expand, Splendid, Countenance, Expediency, Mentation, Quest, Purify, Soul.

دنیا میں رحمت دو عالم ﷺ کی تشریف آوری سے قبل جزیرۂ عربیہ میں علم کے نور سے محرومی، اخلاقی بے بضاعتی اور سماوی تعلیمات سے دوری کے سبب عرب قبائل جہالت کی اُس گہری تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے جس کی ہولناکی کا اُنہیں نہ صرف یہ کہ اندازہ نہیں تھا بلکہ اِس

اعتقادی، اخلاقی اور معاشرتی جہالت کو اُن کے ہاں ایسا تقدس حاصل تھا جس سے دست بردار ہونے کے لیے وہ کسی صورت تیار نہ تھے بلکہ آبا و اجداد سے نسل در نسل منتقل ہوتی جہالت کو بڑی مضبوطی سے سینے سے لگائے ہوئے کہتے تھے:

بل نتبع ما الفینا علیہ آباء نا۔(۱)

"بلکہ ہم تو اُس پر چلیں گے جس پر اپنے باپ دادا کو پایا۔"

قرآن کہتا ہے:

أولو کان آباؤھم لا یعقلون شیئا و لا یھتدون۔(۲)

"کیا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ عقل رکھتے ہوں نہ ہدایت۔"

جزیرہ عربیہ سے باہر صدیوں پر محیط تہذیب و تمدن کے علمبردار مصری، یونانی، رومی، ایرانی اور ہندوستانی بھی علم کے نور سے کوسوں دور جہالت کی وادیوں میں سرگرمِ سفر تھے، رحمتِ دوعالم ﷺ تشریف لائے تو دنیا میں علم و آگہی کے اجالے اِس شان سے پھیلے کہ آپ کے دامنِ رحمت سے وابستہ ہونے والوں کے وجود روشنی کے مینار بن گئے، دنیا کے کسی دین و مذہب نے اپنے پیروکاروں کو اُس موثر اور خوشگوار طریقے سے علم کی ترغیب نہیں دی جس طرح دلوں میں اتر جانے والے منہج اور اسلوب میں معلمِ انسانیت ﷺ نے اپنے پیروکاروں کے قلوب و اذہان میں علم کی محبت یوں ثبت فرمائی کہ علم کو اپنے پیروکاروں کے لیے فرض کا درجہ دے دیا، رحمتِ دوعالم ﷺ نے فرمایا:

طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم۔(۳)

"علم کا حصول ہر مسلمان (مرد و عورت) پر فرض ہے۔"

یہی نہیں بلکہ حضرت عبید اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رحمتِ دوعالم ﷺ نے بے علم انسان کی بے مائیگی کو یوں بیان فرمایا ہے:

الناس عالم و متعلم و لا خیر فیما بینھما من الناس۔(۴)

"نفع بخش لوگ تو دو ہی قسم کے ہیں عالم یا متعلم، اِن دونوں کے درمیان کسی تیسرے گروہ میں کوئی بھلائی نہیں۔"

اللہ تبارک و تعالیٰ نے معلمِ کائنات ﷺ پر پہلی جو وحی نازل کی وہ علم کی عظمت کو اجاگر کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے، رحمتِ دو عالم ﷺ کے درجِ ذیل فرمان نے علم کو تقدس کا اعلیٰ ترین درجہ عطا کر دیا بلکہ معلم کو بھی مزید عظمت سے ہمکنار کر دیا، آپ نے فرمایا:

انما بعثت معلما۔(۵)

"میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔"

معلم کی ذمہ داریاں:

سیرت طیبہ کا مطالعہ کرنے پر معلم کی جو ذمہ داریاں سامنے آتی ہیں اُنہیں اپنا کر آج کے اساتذہ بھی پہلے سے بہتر تہذیبی معاشرتی اور روحانی ثمرات حاصل کر سکتے، معلمین کے لیے سیرتِ طیبہ سے مستفاد چند رہنما اصول اور ذمہ داریاں پیشِ خدمت ہیں:

پیشے سے محبت اور عمل سے اخلاص:

رحمتِ دو عالم ﷺ معلمِ کتاب و حکمت ہیں آپ نے تعلیمِ کتاب کی راہ میں آنے والی رکاوٹوں کو نہ صرف خندہ پیشانی سے برداشت فرمایا بلکہ دھمکیوں اور رکاوٹوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی تمام تر صلاحیتوں اور ممکنہ وسائل کو بروئے کار لا کر علم کا نور احسن طریقے سے پھیلاتے رہے، آپ علمِ کتاب و حکمت سے منہ موڑنے والوں، تکلیفیں پہنچانے والوں اور اِس علم کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرنے والوں کے لیے بھی سراپا اخلاص تھے، اِن کی روگردانی پر افسردہ ہو جاتے، جہالت کی تاریکیوں میں بھٹکتی انسانیت کو علمِ کتاب و حکمت کی روشنی میں لانے کے لیے کتنے بے تاب رہتے تھے اس کا اندازہ درجِ ذیل آیتِ مبارکہ سے لگایا جاسکتا ہے:

فلعلک باخع نفسک علی آثارھم ان لم یؤمنوا بھذا الحدیث اسفا۔(۶)

"تو کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے اُن کے پیچھے اگر وہ اِس بات پر ایمان نہ لائیں غم سے۔"

معلمِ انسانیت ﷺ اپنے سراپا سعادت مند شاگردوں کے لیے بے پناہ رحمت و شفقت کے سبب قرآن نے آپ کو رؤوف و رحیم کے الفاظ سے یاد کیا جبکہ آپ ﷺ کی شفقت آمیز کیفیت کو قرآن نے ان الفاظ سے تعبیر کیا ہے:

لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤوف رحیم۔(۷)

"بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے، تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے، مسلمانوں پر کمال مہربان۔"

جیسے اخلاص کے بغیر کوئی عمل ثمر بار نہیں ہوتا اسی طرح اخلاص سے محروم استاد بھی نہ خود شعور، آگہی اور ادراک کی نعمت سے مالامال ہوتا ہے اور نہ ہی اپنے شاگردوں کے وجدان میں علم کے اجالے اتار پاتا ہے۔ کامیابی کی منزل اسی معلم کو ملتی ہے جس نے معلم انسانیت ﷺ کی سیرت طیبہ سے اپنے پیشے کے ساتھ گہری وابستگی اور شاگردوں کے ساتھ اخلاص کا درس حاصل کیا ہو۔

تعلیم کے ساتھ تربیت:

قلوب و اذہان کی دنیا میں معلم کا کردار فقط علم کے چراغ روشن کرنے تک محدود نہیں بلکہ تربیت کو بھی محیط ہے۔ اگرچہ تعلیم سے انسانی شخصیت کو نکھار نصیب ہوتا ہے مگر تزکیہ و تربیت کے بغیر یہ نور ادھورا ہی رہتا ہے، قرآنِ کریم میں جہاں چہار گانہ فرائضِ نبوت کا ذکر ہوا ہے وہیں تربیت کی اہمیت اجاگر کرنے کے لیے تعلیمِ کتاب و حکمت سے پہلے تزکیہ کا ذکر کیا گیا ہے، یہ رحمتِ دوعالم ﷺ کی تعلیم اور تربیت کا اعجاز تھا کہ صحابہ کی زندگیوں میں انقلاب برپا ہوا، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو وہ عزت عطا ہوئی کہ اُن کی زیارت سے شاد کام ہونے والے بھی باعزت ٹھہرے اور تابعین کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں، آج بھی سیرتِ طیبہ پر نور کرنوں سے آراستہ نظامِ تربیت کے ذریعے ہی تعلیم کے بہتر نتائج و ثمرات حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ قرآنِ کریم میں رحمتِ دوعالم ﷺ کا ذکر معلم و مربی کی حیثیت سے یوں ہوا ہے:

هو الذی بعث فی الامیین رسولا منهم یتلو علیهم آیاته و یزکیهم و یعلمهم الکتاب و الحکمة و ان کانوا من قبل لفی ضلال مبین۔(۸)

"وہی ہے جس نے اَن پڑھوں میں اُنہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ اُن پر اُس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور اُنہیں پاک کرتے ہیں اور اُنہیں کتاب و حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بے شک وہ اِس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔"

اچھے اخلاق کا پیکر:

معلمِ انسانیت ﷺ اپنے سعادت مند شاگردوں کو اچھے اخلاق سے آراستہ فرماتے رہے، آپ کی ذات میں حسنِ گفتار اور کردار کا خوبصورت امتزاج صبحِ قیامت تک کے معلمین کو اچھے اخلاق اپنانے کا درس دیتے رہے گا، آپ کے اخلاق قرآن کے نزول سے پہلے ہی قرآنی اخلاق کے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا انکار مشرکینِ مکہ بھی نہیں کر سکے تھے، آج کے معلمین کو سیرتِ طیبہ کا یہ پیغام ہمیشہ سامنے رکھنا چاہیے قول و فعل میں مطابقت سے ہی ہم اپنی اولادوں اور شاگردوں کو اچھے اخلاق کا پیکر بنا سکتے ہیں۔

حکمتِ عملی کے ذریعے اصلاح:

معلم کے لیے ضروری ہے کہ وہ طلبہ کی غلطیوں کی اصلاح اُن کی تذلیل اور حد سے زیادہ مار پیٹ کی بجائے حکمت اور نرمی سے کرے، دس سال رحمتِ دوعالم ﷺ کی خدمت سے شاد کام ہونے والے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”رسول کریم ﷺ نے اپنے ہاتھ سے کبھی کسی کو نہیں مارا، نہ کسی عورت کو نہ کسی خادم کو اور نہ ہی کسی جانور کو۔“ (۹)

رحمتِ دوعالم ﷺ اہلِ ایمان میں سے کسی کو بھی اصلاح کے دوران شرمندگی سے دوچار نہ فرماتے تھے بلکہ ”ما بال اقوام“ جیسے کلمات کے ذریعے لوگوں کی نشاندہی کے بغیر اُن کی غلطیوں کی اصلاح فرماتے۔ علاوہ ازیں اپنی نظروں کے سامنے غلطی کرنے والوں کی اصلاح بھی نہایت حکمت اور خوش اسلوبی سے فرمایا کرتے تھے۔

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قال: بینما نحن فی المسجد مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ جاء اعرابی فقام یبول فی المسجد فقال اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہ، مہ۔ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لا تزرموہ دعوہ فترکوہ حتی بال ثم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعاہ فقال لہ: ان ھذہ المساجد لا یصلح لشیء من ھذ البول و لا القذر۔ انما ھی لذکر اللہ عزوجل و الصلاۃ و قراءۃ القرآن فامر رجلا من القوم فجاء بدلو من ماء فشنّہ علیہ۔ (۱۰)

”رسول اکرم ﷺ کے سامنے ایک دیہاتی مسجد نبوی میں آیا اور ایک طرف کھڑے ہو کر مسجد میں پیشاب کرنے لگا، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اُسے جھڑکتے ہوئے اس عمل سے منع کرنا چاہا تو آپ ﷺ نے انہیں فرمایا: اسے چھوڑ دو، اس پر سختی نہ کرو۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اُسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ جب وہ پیشاب کر چکا تو آپ ﷺ نے اُسے بلا کر فرمایا: یہ مسجدیں تو اللہ تعالیٰ کے ذکر، نماز اور تلاوتِ قرآن کے لیے ہیں یہاں پیشاب اور گندگی مناسب نہیں۔ پھر آپ نے ایک شخص کو حکم فرمایا تو اُس نے پانی کا ایک ڈول لا کر پیشاب والی جگہ پر بہا دیا۔“

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی نرم دلی اور شفقت کو امت کی نگاہوں میں اجاگر کرتے ہوئے رسولِ اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا:

فبما رحمة من الله لنت لهم، ولو كنت فظا غليظ القلب لانفضوا من حولك۔(۱۱)

”تو کیسی اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب تم اُن کے لیے نرم دل ہوئے، اگر تند مزاج سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہو جاتے۔“

مذکورہ بالا حدیث اور پیشِ نظر آیت سے ہمیں نرمی کے ساتھ غلطیوں کی اصلاح کی طرف رہنمائی ملتی ہے، اصلاح کا یہی نبوی منہج و اسلوب ہماری نوجوان نسل کو شدت پسندی کی راہوں سے بچا جا سکتا ہے۔

متعلمین کی ذہنی سطح کا خیال رکھنا:

نبوی تعلیمات سے معلمین کو یہ درس بھی ملتا ہے کہ متعلمین کی ذہنی سطح کا خیال رکھ کر اُنہیں تعلیم دی جائے، معلمِ انسانیت ﷺ تعلیمِ کتاب و سنت کے دوران آسان سے آسان اسلوب کو اختیار فرماتے تاکہ ہر شخص اپنے دامن میں سماوی علم و حکمت کے موتی سمیٹ سکے، اس کے علاوہ آپ کا ارشادِ گرامی ہے:

انا أمرنا معاشر الانبياء بأن نكلم الناس على مقادير علومهم۔(۱۲)

”ہمیں انبیاء کے گروہ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم لوگوں کی علمی سطح کو پیشِ نظر رکھ کر گفتگو کریں۔“

نبوی تعلیمات کی روشنی میں سامنے آنے والی یہ معلمین کی چند ذمہ داریاں ہیں جنہیں اپنا کر معلمین نوجوان نسل کے لیے زیادہ بہتر تعلیمی اور تربیتی خدمات سرانجام دے سکتے ہیں۔

متعلم کی ذمہ داریاں:

نبوی تعلیمات سے جہاں معلمین کو رہنمائی میسر آتی ہے وہیں متعلمین کی ذمہ داریاں بھی نکھر کر سامنے آتی ہیں جنہیں ملحوظِ خاطر رکھ کر متعلمین اپنی ڈگریز کے ساتھ ساتھ اپنے دامنوں میں علم و حکمت کے موتی بھی سمیٹ سکتے ہیں۔ نبوی تعلیمات کی روشنی میں متعلمین کی چند اہم ذمہ داریاں درجِ ذیل ہیں:

علم کی جستجو میں اخلاص:

علم کی راہوں میں نکلنے والے کے لیے سب سے اہم مرحلہ اخلاص کا ہے، متعلم کو چاہیے کہ وہ مادی منافع کے لئے نہیں آگہی اور رضائے الٰہی کے لئے علم حاصل کرے، اخلاص ہی کی بدولت متعلم کو علم کے نور اور شعور و ادراک کی دولت نصیب ہو سکتی ہے، معلمِ انسانیت ﷺ نے فرمایا:

من تعلم علما لغیر اللہ أو أراد بہ غیر اللہ فلیتبوأ مقعدہ من النار۔(۱۳)

''جس نے غیر اللہ کے لیے علم حاصل کیا یا غیر اللہ کا ارادہ کیا وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں سمجھ لے۔''

ایک دوسری حدیث کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

من طلب العلم لیباھی بہ العلماء ویماری بہ السفھاء أو لیصرف وجوہ الناس الیہ فھو فی النار۔(۱۴)

''جس نے اِس نیت سے علم حاصل کیا کہ وہ علماء پر فخر کرے یا بے وقوفوں پر بڑائی جتلائے، یا اِس لیے حاصل کیا کہ لوگوں کے چہرے اپنی طرف موڑ لے تو وہ دوزخی ہے۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے دنیاوی نیت سے علم حاصل کرنے والے کے بارے میں فرمایا:

من تعلم علما مما یبتغی بہ وجہ اللہ عزوجل لا یتعلمہ إلا لیصیب بہ عرضا من الدنیا، لم یجد عَرف الجنۃ یوم القیامۃ یعنی ریحھا۔(۱۵)

''جس نے دنیاوی مفاد کے لیے ایسا علم سیکھا جس کے ذریعے اللہ کی رضا حاصل کی جاتی ہے تو وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔'' (۱۵)

مذکورہ بالا احادیث میں اُس شخص کا انجام بیان ہوا جو علم تو حاصل کرتا ہے مگر وہ کسی اعلیٰ و ارفع مقصد کے لیے نہیں بلکہ دنیاوی مقاصد کے لیے علم کی مقدس راہوں پر چلتا ہے، ایک دوسری حدیث مبارک میں رحمت دو عالم ﷺ نے اخلاص کے ساتھ علم کی جستجو کرنے والے کے حوالے سے فرمایا:

من سلك طريقا يبتغی فيه علما سلك الله به طريقا الی الجنة۔ (۱۶)

''جو شخص کسی راستے پر چلا جس میں وہ علم تلاش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے جنت کے راستے پر گامزن فرمادے گا۔''

اِس تناظر میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ علم کوئی بھی ہو اُس کی بنیاد اخلاص پر اٹھانی چاہیے تب ہی اُس علم میں گہرائی نصیب ہو سکتی ہے۔

تزکیۂ نفس:

علم کے متلاشی کو علم و حکمت کے کسی سرچشمے سے چند گھونٹ لے کر یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ میری تشنگی دور ہو گئی اور میں منزل تک پہنچ گیا، نہیں بلکہ اسے کسی ایسے مربی کی خدمت میں بھی حاضر ہونا چاہیے جو تزکیہ اور تربیت کے ذریعے علم کی اثر آفرینی میں اضافہ کر دے، تربیت اور تزکیہ کے بغیر علم بے ثمر رہتا ہے، جیسے معلم کے لئے مربی ہونا ضروری ہے اِسی طرح متعلم کے دل میں بھی علم کے ساتھ ساتھ تربیت حاصل کرنے کا شوق بھی موجزن ہونا چاہیے، رحمتِ دو عالم ﷺ جہاں معلمِ کتاب ہیں وہیں قلوب و اذہان کا تزکیہ کرنے والے بھی ہیں، آپ کا ارشادِ گرامی ہے:

ان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد كله و اذا فسدت فسد الجسد كله الا و هی القلب۔ (۱۷)

''بے شک جسم میں ایک ایسا عضو (دل) ہے جو درست ہو جائے تو سارا جسم سدھر جاتا ہے اور اگر وہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے۔''

اہلِ علم کی مجلس میں حاضری:

کوئی شخص کتنی بھی ڈگریز جمع کر لے، ڈیجیٹل لائبریریز پر مشتمل سی ڈیز حاصل کر لے وہ اہلِ علم کی مجالس سے بے نیاز نہیں ہو سکتا اِس لیے کہ علم کے جدید ترین ذرائع کے باوجود اہلِ

علم کی مجالس میں حاضری کی اہمیت اپنی جگہ بر قرار ہے، اِس حقیقت کو حدیثِ رسول ﷺ میں یوں بیان کیا گیا ہے:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم اذا مررتم برياض الجنة فارتعوا۔ قالوا: يا رسول اللہ و ما رياض الجنة؟ قال: مجالس العلم۔(۱۸)

ترجمہ: ’’حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم جنت کے باغات کے قریب سے گذرو تو (اُن کے پھلوں میں سے) کچھ کھالیا کرو، صحابہ ءکرام عرض گذار ہوئے: یارسول اللہ ﷺ! جنت کے باغات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: علم کی مجالس۔‘‘

معلم انسانیت ﷺ نے نہایت حکمت کے ساتھ ایک کائناتی حقیقت کی طرف اپنے براہِ راست شاگردوں (صحابہ ءکرام رضی اللہ عنہم) اور قیامت تک آنے والے (بالواسطہ) شاگردوں کی توجہ مبذول کروادی، آپ کی اِس تعلیمی نصیحت کی افادیت آج بھی بر قرار ہے اور آنے والے وقتوں میں بھی یہ نبوی فرمان علم وحکمت کی دنیا میں جگمگاتا رہے گا۔

علمِ نافع کا حصول:

علم کی جستجو میں نکلنے والے کو چاہیے کہ وہ ایسا علم حاصل کرے جو اُس کے لیے اور ملک و ملت بلکہ انسانیت کے لیے نفع رساں ہو، ایسے علم سے گریز کرے جو یا تو بے وقعت اور بے ثمر ہو یا پھر پڑھنے والے کو شکوک وشبہات اور الحاد میں مبتلا کر دے، اسی لیے تو رسولِ کریم ﷺ نے تعلیمِ امت کے لیے یوں دعا فرمائی ہے:

اللهم انی اعوذبك من علم لا ينفع، و من قلب لا يخشع، و من نفس لا تشبع و من دعوة لا يستحاب لها۔(۱۹)

اے اللہ! میں ایسے علم سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو نفع رساں نہیں، اور ایسے دل سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو خشوع و خضوع سے نا آشنا ہے، اور ایسی دعا سے تیری پناہ چاہتا ہوں جسے قبولیت حاصل نہیں۔

علم کے حصول میں تسلسل:

علم کا حصول تسلسل کا متقاضی ہے، علم کے کسی متلاشی کو زندگی کے کسی موڑ پر یہ گمان نہیں کرنا چاہیے کہ وہ اپنی منزل پر پہنچ گیا ہے، کیونکہ علم ایک ایسا سمندر ہے جس کا کوئی کنارا نہیں اور نہ ہی کسی نے علم کی گہرائی میں پہنچنے کا دعویٰ کیا ہے، جسے علم کے سمندر سے چند سیپیاں مل جاتیں وہ بھی اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھنے میں حق بجانب ہے گہرائی تک پہنچنا تو دور کی بات ہے، انسان زندگی کی آخری سانسوں تک علم کا نور اپنے دامن میں سمیٹتا رہتا ہے، اور پھر یہ علمی اعزاز ہی تو ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو مزید علم طلب کرتے رہنے کا یوں حکم فرمایا ہے:

وقل رب زدنی علما۔(۲۰)

''اور عرض کرو! اے میرے رب مجھے علم زیادہ دے۔''

اِس فرمان کے اولین مخاطب رحمتِ دوعالم ﷺ نے اپنی امت کو علم کی راہوں پر رکے بغیر چلتے رہنے اور آگے بڑھتے رہنے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:

اطلبوا العلم من المهد الی اللحد۔(۲۱)

''ماں کی آغوش سے لحد کی دیواروں تک علم حاصل کرو۔''

آپ کے اس ارشادِ گرامی پر غور و فکر کرنے والے ماہرین تعلیم اِن کلمات کی عظمت کی گواہی دیں گے، کیونکہ بچے کے لیے ماں کی آغوش پہلی درسگاہ ہوتی ہے جہاں سے وہ اکتسابِ علم و آگہی کا آغاز کرتا ہے اور پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کے شعور و ادراک میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اور علم کی جستجو رکھنے والوں کے من میں علم کے دریچے زندگی کی آخری سانسوں تک کھلتے رہتے ہیں۔

مذکورہ بالا نبوی تعلیمات کی روشنی میں واضح ہونے والی ذمہ داریوں کو اگر معلم اور متعلم پہچان لیں تو ہماری درسگاہوں میں بٹنے والا علم کا نور معاشرے سے ظلمتوں کو مٹادے گا، پھر ہر تعلیم یافتہ فرد کے ہاتھ میں زیتون کی ڈالی نظر آئے گی، تب ہی ہمارا معاشرہ حقیقی ترقی کی راہوں پر گامزن ہو سکے گا۔

حواشی وحوالہ جات

(۱)۔ سورۂ بقرہ: ۱۷۰۔

(۲)۔ سورۂ بقرہ: ۱۷۰۔

(۳)۔ سنن ابن ماجہ، باب فضل العلماء والبحث علی طلب العلم، جلد ۱، صفحہ ۸۱، دار إحیاء الکتب العربیۃ، حلبی۔

(۴)۔ سنن الدارمی، باب فی ذہاب العلم، جلد ۱، صفحہ ۳۱۲، دار المغنی، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ۔

(۵)۔ سنن ابن ماجہ، باب فضل العلماء والبحث علی طلب العلم، جلد ۱، صفحہ ۸۱، دار إحیاء الکتب العربیۃ، حلبی۔

(۶)۔ سورۂ کہف: ۶۔

(۷)۔ سورۂ توبہ: ۱۲۸۔

(۸)۔ سورۂ جمعہ: ۲۔

(۹)۔

(۱۰)۔ صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب وجوب غسل البول وغیرہ۔۔۔، جلد ۱، صفحہ ۲۳۶، دار إحیاء التراث العربی، بیروت۔

(۱۱)۔ سورۂ آلِ عمران: ۱۵۹۔

(۱۲)۔

(۱۳)۔ سنن الترمذی، ابواب العلم، باب ماجاء فیمن یطلب بعلمہ الدنیا، جلد ۵، صفحہ ۳۳، مصطفی البابی الحلبی، مصر۔

(۱۴)۔ سنن ابن ماجہ، باب الانتفاع بالعلم والعمل بہ، جلد ۱، صفحہ ۹۳، دار إحیاء الکتب العربیۃ، حلبی۔

(۱۵)۔ سنن أبی داود، کتاب العلم، باب فی طلب العلم لغیر اللہ تعالی، جلد ۵، صفحہ ۳۲۳، المکتبۃ العصریۃ، بیروت۔

(۱۶)۔ صحیح بخاری، کتاب العلم، باب العلم قبل القول والعمل، جلد ۱، صفحہ ۲۴، دار طوق النجاۃ، مصر۔

(۱۷)۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبرأ لدینہ، جلد ۱، صفحہ ۲۵، دار طوق النجاۃ، مصر۔

(۱۸)۔ المعجم الکبیر للطبرانی، باب العین، مجاہد، عن ابن عباس، جلد ۱۱، صفحہ ۹۵، مکتبۃ ابن تیمیۃ، القاہرۃ۔

(۱۹)۔ المعجم الکبیر للطبرانی، باب العین، مجاہد، عن ابن عباس، جلد ۴، صفحہ ۲۰۸۸، مکتبۃ ابن تیمیۃ، القاہرۃ۔

(۲۰)۔ سورۂ طہٰ: ۱۱۴۔

(۲۱)۔ روح البیان، فی التفسیر، سورۃ الکہف، سورۃ نمبر ۱۸، آیت ۶۶، جلد ۵، صفحہ ۲۷۴، دار الفکر، بیروت۔

Name of the Journal:	Shahid Research Journal
Editor Name:	Prof. Dr. Dilawar Khan
Pages:	200
Issue no:	01, Vol no 01, Jan-jun 2015
Price: (single Copy)	Rs. 300/=, $. 20/=
Publisher:	Shahid Research Foundation.

Note:

Shahid Reseach Foundation

C-327/3, Block no 1, Gulistan e Johar, Karachi.
Cell no: 0322-2413267, 0333-2177442.
Email: shahidrf322@gmail.com

Shahid Research Journal

Bi-Annual

Voulume# 1, Jan-jun 2015, Issue# 1

Shahid Research Foundation

E-Mail: shahidrf322@gmail.com